



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

### ☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

[kitabosunnat@gmail.com](mailto:kitabosunnat@gmail.com)

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

شیخ الإسلام محمد قطب بن قتيبة کی معرکہ آرا تصنیف

زاد لمعاد فی ہدی خیر العباد کا اختصار ہدی الرسول کا ترجمہ

# أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

وَسَلَّمَ  
صَلَّى عَلَيْهِ

مترجمہ

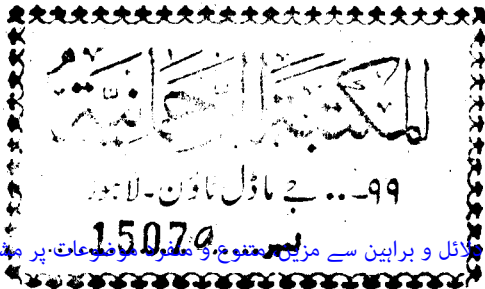
مولانا عبد السزاق مصلح آبادی

————— ( شائع کردہ ) —————

تنظیم الدعوة الی القرآن والسنة  
گوالمنڈی  
راولپنڈی

248  
ا-ن-ا

ناشر ..... تنظیم الدعوة الی القرآن  
والذ-  
طبع اول ..... جون 2001ء  
طبع ..... مؤرخہ پرٹرز



## فہرست مضامین اسوہ حسنہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸	اجتہاد کی اہمیت	۳	دیباچہ از مترجم
۱۸	ضروریات حاضرہ	۳	ابن قیم کا تعارف
۱۸	انتباہ	۳	فن سیرت میں بہترین کتاب
۱۸	کتب فقہ کی اہمیت	۴	زاد المعاد کا خلاصہ اور ترجمہ
۱۹	لعنت تقلید	۵	مقدمہ شیخ محمد ابو زید
۱۹	خروج عن الملة	۵	اسلام کی شاہراہ عمل
۲۰	آئمہ کا مسلک	۵	سیرت النبی
۲۰	ان الحکم الا للہ	۵	علماء سلف کا طرز عمل
۲۳	سنت نبوی کا عملی پیکر	۶	اشتقاق عمل کی وجہ
۲۳	مذہبی مدارس کو دعوت	۶	دین مشکل کب سے ہوا؟
۲۶	مقدمہ امام ابن قیم	۶	مذہب اربعہ
۲۶	قیامت کے دن سوال جواب	۷	علماء اور عوام
۲۶	محمد ﷺ کا مشن	۷	دین کے مشکل ہونے کی بڑی وجہ
۲۷	مؤمنین کی جزا	۸	شریعت قرآن کے اندر ہے
۲۸	مؤمنین کی شان	۱۰	سنت نبوی کی فرضیت
۲۸	مومن کے لئے شاہراہ عمل	۱۳	قرآنی دعوت
۲۹	اقسام مخلوقات	۱۳	صراط مستقیم
۲۹	طیب و خبیث کی پہچان	۱۵	علماء کا اعراض
۲۹	قرآنی شہادت	۱۵	آئمہ اربعہ
۳۰	فریقین کا ٹھکانہ	۱۶	آئمہ کی کتابیں
۳۱	دار دنیا	۱۷	علماء کے فرائض
۳۱	علیحدگی خبیث و طیب	۱۷	شریعت اسلامیہ کی بنیاد

ب

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۴۳	ایذا رسانی قریش	۳۱	جزاوسزا کا معیار
۴۴	اہل طائف کی سنگدلی	۳۱	مظاہر رحمت
۴۴	حق کی ترقی	۳۲	فریقین کی شناخت
۴۶	آپ کی ہجرت	۳۲	فضل الہی
۴۷	فصل ۳	۳۳	بد نصیب
۴۷	عام زندگی	۳۳	مشرکین کا حشر
۴۷	آپ کی اولاد	۳۳	اتباع نبوی کی ضرورت
۴۷	آپ کے چچا اور پھوپھیاں	۳۵	باب
۴۷	امہات المؤمنین	۳۵	رسول اللہ ﷺ کی بعثت
۵۰	آپ کے غلام اور کنیریں	۳۵	فصل ۱
۵۰	آپ کے خدام	۳۵	ابتدائی زندگی
۵۰	آپ کا لباس	۳۵	ولادت باسعادت
۵۳	آپ کا اکل و شرب	۳۶	نسب نامہ رسول اللہ ﷺ
۵۳	ازواج مطہرات کے ساتھ برتاؤ	۳۶	مختون و مسرور پیدا ہوئے
۵۵	سواری	۳۷	رضاعی مائیں
۵۵	تہتیار اور گھر گھرستی	۳۷	کھلائیاں
۵۶	صفائی	۳۸	عجمن اور شباب
۵۶	حجامت	۳۹	فصل ۲
۵۸	خوشبو	۳۹	نبوت کی زندگی
۵۹	گھروں کی صفائی	۳۹	خلوت پسندی
۵۹	مسواک	۳۹	اولئین وحی
۶۰	روزہ اور مسواک	۴۰	نبوت
۶۱	قضائے حاجت	۴۰	اقسام وحی
۶۳	چلنا بیٹھنا اور ٹیک لگانا	۴۲	ترتیب دعوت
۶۳	کنگھوہنی، خاموشی، رونا	۴۳	ابتلاء و محن کا دور

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۸۰	قسم کھانا	۶۵	مرغوبات و مکروہات
۸۰	مذاق	۶۶	فصل ۴
۸۰	عامیانہ کاروبار	۶۶	عملی زندگی
۸۱	طرز معاملات	۶۶	گھر میں کس طرح داخل ہوتے
۸۲	حق دار کا حق	۶۷	گھر میں آنے کے لئے اجازت چاہنا
۸۳	ایک یہودی کا قصہ	۶۷	خطبہ
۸۳	باب ۲	۶۹	نام
۸۳	آپ کی عبادات کا بیان	۷۰	سلام
۸۳	فصل ۱	۷۱	چھینک
۸۳	ضروریات عبادت	۷۲	خواب اور بیداری
۸۳	وضو	۷۳	فصل ۵
۸۳	مسح	۷۳	حکومت کی زندگی
۸۳	طریقہ وضو	۷۳	آپ کے محرر
۸۵	تیمم	۷۳	آپ کی شرعی تحریریں
۸۶	فصل ۲	۷۳	خطوط اور قاصد
۸۶	احکام اذان	۷۷	موزن
۸۶	ترجیح و تکرار	۷۷	عمال
	اذان کے دوران اور اس کے بعد میں کیا	۷۸	محافظ
۸۶	کتنا چاہیے؟	۷۸	حدی خوان
۸۸	فصل ۳	۷۸	شعراء
۸۸	احکام نماز مسجد	۷۹	فصل ۶
۸۸	تکبیر و نیت نماز	۷۹	معاملات و اخلاق
۸۹	طریقہ تکبیر	۷۹	کاروبار - وکالت
۹۰	نماز شروع کرنے کی دعاء	۷۹	ہبہ - قرض
۹۲	آمین	۸۰	وقف - سفارش

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۱۰۵	رات کی نماز	۹۲	قرأت
۱۰۶	سزری نماز	۹۳	طریقہ ادائے نماز
۱۰۶	سز سے واپسی کی نماز	۹۳	رکوع و سجود
۱۰۷	فصل ۴	۹۳	تومہ کے ارکان
۱۰۷	سجدہ سو و شکر و قرآن	۹۶	سجدہ کی دعاء کے متعلق ہدایت
۱۰۷	نماز میں بھول	۹۶	سجدہ کے آداب
۱۰۷	سجدہ سو کی صورت	۹۶	سجدہ کی دعاء
۱۰۷	پانچ مواقع سو	۹۷	رفع سہلیہ
۱۰۸	سجدہ شکر	۹۷	تقدہ کا طریقہ
۱۰۸	سجدہ قرآن	۹۷	تشہد کے آداب
۱۰۹	فصل ۵	۹۸	پہلے تشہد کی دعاء
۱۰۹	نماز جمعہ کا بیان	۹۸	دوسرا تشہد
۱۰۹	پہلا خطبہ	۹۸	نماز کے عام آداب
۱۰۹	خطبہ جمعہ	۹۹	اختصار و طوالت نماز
۱۱۱	جمعہ کے آداب	۹۹	حضور قلب کی عجیب مثال
۱۱۱	جمعہ کے لئے مجمع کا انتظار	۹۹	نماز میں سلام کا جواب
۱۱۱	جمعہ سے پہلے سنن نماز	۱۰۰	حریدہ توجیح
۱۱۱	غلط فہمی کا ازالہ	۱۰۱	پاپوش سمیت نماز
۱۱۲	ضروریات خطبہ جمعہ	۱۰۱	دعائے قنوت
۱۱۲	باطلات جمعہ	۱۰۱	نماز کے بعد کی دعائیں
۱۱۲	طریقہ ادائے جمعہ	۱۰۳	سترہ
۱۱۳	فصل ۶	۱۰۳	سنن و نوافل
۱۱۳	عیدین کا بیان	۱۰۳	جائے ادائے سنن
۱۱۳	آداب عیدین	۱۰۳	سنت حجر و وتر
۱۱۳	ترکیب نماز	۱۰۳	سورہ اخلاص کی فضیلت



صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۱۲۴	حضر میں جمع صلاتیں	۱۱۴	خطبہ عیدین
۱۲۵	مدت سفر	۱۱۵	جمعہ اور عیدین کا اجتماع
۱۲۵	صحابہ کے چند واقعات	۱۲۵	ایام تشریق
۱۲۵	آئمہ اربعہ	۱۱۶	فصل ۷
۱۲۶	فصل ۱۱	۱۱۶	صلاة کسوف کا بیان
۱۲۶	روزہ کا بیان	۱۱۶	ترکیب نماز
۱۲۶	مقصود روزہ	۱۱۶	خطبہ کسوف
۱۲۶	فوائد روزہ	۱۱۸	فصل ۸
۱۲۷	روزہ پر ہے	۱۱۸	صلاة استسقاء کا بیان
۱۲۷	روزہ کی فرضیت	۱۱۸	طریقہ استسقاء
۱۲۷	اجازت اور معاوضہ	۱۱۹	فصل ۹
۱۲۷	قضاء روزہ	۱۱۹	صلاة خوف کا بیان
۱۲۸	ہلال عید اور افطار	۱۱۹	جواز قصر کی حکمت
۱۲۹	سفر میں اجازت	۱۲۰	ترکیب ادا کی پہلی صورت
۱۲۹	جنگ میں روزہ	۱۲۰	دوسری صورت
۱۳۰	اسوہ صحابہؓ	۱۲۲	فصل ۱۰
۱۳۰	مقاومت اور روزہ	۱۲۲	سفر اور نماز قصر کا بیان
۱۳۰	روزہ میں سواک	۱۲۲	اقسام سفر
۱۳۰	بھولے سے کھاپی لینا	۱۲۲	تیسری سفر
۱۳۰	نظمی روزہ	۱۲۲	دعائے سفر
۱۳۱	یوم عاشورہ	۱۲۳	سواری پر چڑھنے کی دعاء
۱۳۱	معمول نبویؐ	۱۲۳	نماز قصر
۱۳۱	احکام رمضان	۱۲۳	قصر کی فلاسفی
۱۳۲	آداب احکام	۱۲۳	جمع صلاتیں
۱۳۲	فصل ۱۲	۱۲۳	مسافت سفر

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۱۳۲	حجہ الوداع کی وجہ تسمیہ	۱۳۲	حج و عمرہ کا بیان
۱۳۳	قربان گاہ	۱۳۲	آپ کے عمرے
۱۳۳	گائے اور اونٹ کی قربانی	۱۳۲	حج کب فرض ہوا؟
۱۳۴	حجامت	۱۳۳	حج کے آداب
۱۳۴	طواف الاضافہ	۱۳۴	حائض کا احرام
۱۳۵	ایام تشریق کے بعد کوچ	۱۳۴	غیر محرم کا شکار
۱۳۵	رخصت و اجازت	۱۳۴	حائضہ اور مناسک حج
۱۳۵	مدینہ کو روانگی	۱۳۴	تفریق عمرہ و حج
۱۳۷	فصل ۱۳	۱۳۵	طواف کے ازاب
۱۳۷	قربانی اور عقیدہ کا بیان	۱۳۵	طواف کا طریقہ
۱۳۷	انھم قسم کے جانور	۱۳۶	مقام اہم ایم
۱۳۸	فہم کے اقسام	۱۳۶	سستی صفا و مردہ
۱۳۹	مسنون قربانی	۱۳۷	عمرہ کے ارکان کی تکمیل
۱۳۹	مسنون عقیدہ	۱۳۷	روانگی منی
۱۵۰	فصل ۱۴	۱۳۷	میدان عرفات
۱۵۰	صدقات کا بیان	۱۳۹	جانے و قوف
۱۵۰	فرضیت زکوٰۃ	۱۴۰	دین اسلام کی تکمیل
۱۵۰	تناسب زکوٰۃ	۱۴۰	ایک حاجی کا کفن و دفن
۱۵۰	نصاب زکوٰۃ	۱۴۱	عرفات سے روانگی
۱۵۰	مستحقین صدقات	۱۴۱	مزدلفہ میں قیام
۱۵۱	مصرف زکوٰۃ	۱۴۱	مشعر الحرام
۱۵۱	معمول نبوی	۱۴۲	باپ کی طرف سے حج
۱۵۱	ممانعت اور اجازت	۱۴۲	ولوی عمر
۱۵۱	محصلین کا تعین	۱۴۲	رمی الجمار
۱۵۲	رشوت ستانی	۱۴۲	قیام گاہ میں خطبہ

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۱۶۱	فصل ۱۸	۱۵۲	وجوب صدقہ فطر
۱۶۱	زیارت قبور کا بیان	۱۵۲	سنت لوائے فطری
۱۶۱	مشروع زیارت	۱۵۳	آپ ﷺ کی خیرات
۱۶۱	قبروں کی توہین اور تعظیم	۱۵۳	فصل ۱۵
۱۶۲	فصل ۱۹	۱۵۳	قرآن پڑھنا اور سننا
۱۶۲	آپ کے جہاد کا بیان	۱۵۳	تلاوت قرآن
۱۶۲	جہاد نفس	۱۵۳	سماع قرآن
۱۶۳	جہاد شیطان	۱۵۳	فصل ۱۶
۱۶۳	جہاد منافقین و کفار	۱۵۳	عیادت کا بیان
۱۶۳	جہاد اربعہ کی توفیق	۱۵۳	آپ ﷺ کا معمول
۱۶۳	جہاد کی فرضیت	۱۵۳	عیادت کا طریقہ
۱۶۵	کامل ترین انسان	۱۵۵	فصل ۱۷
۱۶۵	جہاد کا عملی پیکر	۱۵۵	تہیز و تکفین کا بیان
۱۶۶	جہاد بالقرآن	۱۵۵	آپ کا معمول
۱۶۷	جہاد بالسیف	۱۵۶	کفنانے کا طریقہ
۱۶۸	باب ۳	۱۵۶	شہید اور محرم کی تکفین
۱۶۸	غزوات اسلامیہ	۱۵۶	کفن کا پیرا
۱۶۸	فصل ۱	۱۵۷	جنازہ مسنون
۱۶۸	غزوہ بدر کا بیان	۱۵۷	طریقہ نماز جنازہ
۱۶۸	اسباب جنگ	۱۵۸	جنازہ میں فاتحہ اور درود
۱۷۰	ابو جہل کا فیصلہ	۱۵۸	نماز جنازہ سے مقصود
۱۷۰	رسول اللہ کی پیش قدمی	۱۵۹	نماز جنازہ کی قضاء
۱۷۱	جہت جوئے حالات	۱۵۹	جنازہ کے بعد
۱۷۱	تائید نبی	۱۶۰	قبر کے متعلق ہدایت
۱۷۱	پیشگوئی	۱۶۰	قبر میں رکھنے کا طریقہ

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۱۸۲	آپ کا دانت شہید ہونا اور سر پھٹنا	۱۷۲	رسول اللہ کی دعاء کی قبولیت
۱۸۲	حضرت انسؓ اور حدیفہؓ کی پامردی	۱۷۳	کیفیت جنگ
۱۸۲	سعد بن ربیع کی شہادت	۱۷۴	اللہ اور اس کے رسول کی فتح
۱۸۳	ایک انصاری کی جاٹاری	۱۷۴	فتح جنگ کے اثرات
۱۸۳	ہلکت کی وجہ و فلاسفی	۱۷۶	فصل ۲
۱۸۳	نتیجہ، ہلکت	۱۷۶	غزوہ احد کا بیان
۱۸۳	مسلمانوں کا صحیح نظر	۱۷۶	وجہ جنگ
۱۸۵	اللہ والوں کی سرفروشی	۱۷۶	رسول اللہ کی ذاتی رائے
۱۸۶	فصل ۳	۱۷۶	صحابہ کی رائے
۱۸۶	غزوہ المرہ صبح	۱۷۷	عبداللہ بن ابی کی منافقت
۱۸۶	اسباب جنگ	۱۷۷	میدان اور محاذ جنگ
۱۸۶	قبیلہ جنگ	۱۷۷	نوجوانان اسلام کا اشتیاق
۱۸۷	فصل ۴	۱۷۸	قریش کا محاذ جنگ
۱۸۷	واقعہ اہک کا بیان	۱۷۸	آغاز جنگ
۱۸۷	حقیقت	۱۷۸	مسلمانوں کی لغزش
۱۸۷	لوگوں کی چہ میگوئیاں	۱۷۸	حکم عدوی کا نتیجہ
۱۸۸	حضرت عائشہؓ کی برأت	۱۷۸	رسول اللہ کفار کے نرغہ میں
۱۸۸	تمت لگانے والوں کی سزا	۱۷۹	حضرت طلحہؓ کی بہادری
۱۸۹	فصل ۵	۱۷۹	حضرت انسؓ کی جوانمردی
۱۸۹	غزوہ خندق کا بیان	۱۸۰	مسلمانوں کو بھارت
۱۸۹	اسباب جنگ	۱۸۰	رسول اللہ کی حالت
۱۸۹	مسلمانوں کا محاذ جنگ	۱۸۰	فریقین کی عورتوں کی جوانمردی
۱۸۹	ایک یہودی قبیلہ کی عمد شکنی	۱۸۱	یوسفیان کی پکار
۱۹۰	محاصرہ مدینہ	۱۸۱	حضرت عمرؓ کا جواب
۱۹۱	اللہ تعالیٰ کی دیکھ بھری	۱۸۱	رسول اللہ کے فوٹم

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۲۰۰	لفزش کی وجہ	۱۹۱	غیم کی پالیسی
۲۰۰	مجاہدین اسلام کا لشکر جرار	۱۹۲	دشمنوں کے لشکر میں چھوٹ
۲۰۰	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خواہش	۱۹۲	تائید نہیں اور فتح
۲۰۱	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان	۱۹۲	یسود کو عہد شکنی کی سزا
۲۰۱	یوسفیان کا امتیاز	۱۹۳	فصل ۶
۲۰۲	یوسفیان اور اہالیان مکہ	۱۹۳	غزوہ حدیبیہ کا بیان
۲۰۲	مجاہدین اسلام کا مکہ میں داخلہ	۱۹۳	تفصیل حالات
۲۰۳	طواف کعبہ اور قریش سے خطاب	۱۹۳	قریش کی بے اعتنائی اور مسلمانوں کا
۲۰۳	دخول کعبہ اور قریش سے خطاب	۱۹۳	اضطراب
۲۰۳	تولیت کعبہ	۱۹۳	صلح میں جنگ
۲۰۵	نماز شکر	۱۹۳	شرائط صلح
۲۰۵	فصل ۹	۱۹۶	مسلمانوں کی برہمی
۲۰۵	غزوہ حنین کا بیان	۱۹۶	تحلیل معاہدہ کے بعد حم نبوی
۲۰۵	وجہ جنگ	۱۹۶	مہاجر عورتوں کے متعلق حکم
۲۰۶	جنگ کی چابری	۱۹۷	فصل ۷
۲۰۶	جرار لشکر کی یلغار	۱۹۷	غزوہ خیبر کا بیان
۲۰۶	بے خبری میں دشمن کا حملہ	۱۹۷	اللہ کے وعدے کی تصدیق
۲۰۶	مسلمانوں کی بدحواسی اور شکست	۱۹۷	یسودیوں کے ساتھ معاہدہ
۲۰۷	گنواروں کی بے سکی کلام	۱۹۸	حضرت صفیہ کا اسلام
۲۰۷	مسلمانوں کی جمعیت اور فتح	۱۹۸	ایک یسود کا آنحضرت کو زہر کھلانا
۲۰۷	مال غنیمت اور تقسیم	۱۹۸	تمام یسودی قبیلوں کا مطیع ہونا
۲۰۸	انصار کا انتشار قلب اور برہمی	۱۹۹	فصل ۸
۲۰۸	آپ کا زبردست خطبہ	۱۹۹	غزوہ فتح مکہ کا بیان
۲۰۹	انصار کی تسکین قلب	۱۹۹	اسباب جنگ
۲۰۹	فصل ۱۰	۱۹۹	حاطب بن ابی بلتعہ کی لفظ

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۲۲۳	باب ۴	۲۰۹	غزوہٴ تبوک کا بیان
۲۲۳	آپ کے مقدمات	۲۰۹	بنائے جنگ
۲۲۳	وتعزیرات	۲۱۰	رسول اللہ کا دستور
۲۲۳	فصل ۱	۲۱۰	منافقین کی حیلہ سازی
۲۲۳	قصاص کا بیان	۲۱۱	علیہ رضی اللہ عنہ کی دعائے مقبول
۲۲۳	عورت کے بدلہ مرد کا قتل	۲۱۱	خاتمہ جنگ صلح اور جزئیہ
۲۲۳	سوتلی ماں سے نکاح کرنے کی سزا	۲۱۲	ایک عظیم الشان خطبہ
۲۲۵	دانت توڑنے کی سزا	۲۱۳	ہو عامر کی سازش
۲۲۵	مدائحت میں نقصان	۲۱۳	مسجد ضرار کے انہدام کی وجہ
۲۲۵	بغیر اجازت کسی کے گھر جھانکنا	۲۱۵	مدینہ میں استقبال
۲۲۶	حاملہ کا ارتکاب قتل	۲۱۶	غلط قسمی کا ازالہ
۲۲۶	باپ بیٹے کے عوجض	۲۱۶	فصل ۱۱
۲۲۶	فصل ۲	۲۱۶	وفود عرب کا بیان
۲۲۶	زنا کی سزا	۲۱۶	آمد کی وجہ
۲۲۶	اقبال و انکار جرم	۲۱۶	وفد بنتی حیم
۲۲۷	لوٹاری غلاموں پر حد کا اجراء	۲۱۸	قبول اسلام بنی حیم
۲۲۷	فصل ۳	۲۱۸	وفد عبدالقیس
۲۲۷	شرابی کی سزا	۲۱۹	وفد بنی حنیفہ
۲۲۷	سزا مقرر نہیں	۲۲۰	وفد نجران
۲۲۷	شرابی کا قتل	۲۲۱	مسجد میں مناظرہ
۲۲۸	فصل ۴	۲۲۱	یسودی اور عیسائی رومیوں کا سوال
۲۲۸	متفرق اعمال	۲۲۲	رسول اللہ کا جواب
۲۲۸	قیدی	۲۲۳	مسح کے بارہ میں آپ سے مناظرہ
۲۲۸	مال غنیمت	۲۲۳	آپ کا مہلبہ
۲۲۹	دشمن سے وفائے عہد		

ض

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۲۳۰	اگر عورت یا مرد میں عیب ہو؟	۲۲۹	امان
۲۳۱	زن و شوہر کے مابین کام کی تقسیم	۲۳۰	جزیہ
۲۳۱	فصل ۲	۲۳۰	سفارش
۲۳۱	طلاق کا بیان	۲۳۰	صدقہ کا خریدنا اور کھانا
۲۳۱	طلاق الغضبان	۲۳۰	بیوع
۲۳۲	حالت حیض میں طلاق	۲۳۲	باب ۵
۲۳۲	طلاق کے طریقے	۲۳۲	رسول اللہ ﷺ کے احکام
۲۳۳	ایک دفعہ تین طلاق	۲۳۲	فصل ۱
۲۳۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تیزی حکم	۲۳۲	خطبہ نکاح
۲۳۳	ایک وقت میں صرف ایک طلاق	۲۳۳	تلقین دعاء
۲۳۳	ایک اور تین کا فرق	۲۳۳	شادی مبارک باد
۲۳۳	رسول اللہ کا فیصلہ	۲۳۳	بیوی سے صحبت کرنے کے وقت دعاء
۲۳۳	ظہار	۲۳۳	نکاح کی ترغیب
۲۳۶	ایلاء	۲۳۵	عورت کی اجازت
۲۳۷	اولاد کا والدین کے مشابہ نہ ہونا	۲۳۵	اذن ولی
۲۳۷	طلاق کے بعد چھ کس کے پاس رہے	۲۳۶	مہر کی تعیین
۲۳۸	فصل ۳	۲۳۷	حاملہ سے نکاح
۲۳۸	عورت کا نان نفقہ	۲۳۷	شروط نکاح
۲۳۸	عرف عام	۲۳۸	شفار
۲۳۸	نان نفقہ نہ ہو تو طلاق دیدو	۲۳۸	تحلیل
۲۳۸	طلاق بائن میں نفقہ	۲۳۸	نکاح محرم
۲۳۹	نقحۃ الاقارب	۲۳۹	چار عورتوں سے زائد
۲۵۰	فصل ۴	۲۳۹	زوجین میں سے اگر کوئی اسلام لے آئے
۲۵۰	رضاعت	۲۳۹	بیویوں کے درمیان دونوں کی تقسیم
۲۵۰	فصل ۵	۲۴۰	نکاح میں کفو کی شرط

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۲۵۶	خاتمۃ الکتاب	۲۵۰	عدت
۲۵۶	حیات طیبہ کا سرچشمہ	۲۵۲	باب ۶
۲۵۶	مسلمانوں کی پستی کی وجہ	۲۵۲	حفظ صحت اور حالت مرض
۲۵۶	مسلمانوں اور اغمیار کا موازنہ	۲۵۲	اقسام مرض
۲۵۶	ہمارا علم اور ہمارا فلسفہ	۲۵۲	علاج کی تلقین
۲۵۶	ہمارا صر فی نحوی	۲۵۳	علاج بھی تقدیر الہی ہے
۲۵۶	اغیار کی ساتنیں	۲۵۳	بہترین طیبیب سے علاج کرانا چاہئے
۲۵۸	غیر مسلموں کی رفعت پرواز	۲۵۳	امراض معدیہ سے تحفظ
۲۵۸	مسلم واعظ کی کوبھری	۲۵۳	نیم حکیم
۲۵۸	افسوسناک حالت کی ذمہ داری	۲۵۳	بد بعضی
۲۶۰	کیا دنیا واقعی مومن کا قید خانہ ہے؟	۲۵۳	اپریشن
۲۶۰	اسلام حکومت و سلطنت کا مذہب ہے	۲۵۵	ہمار کو کھانے کیلئے نہ مجبور کرنا
۲۶۱	مومنین کی صفات	۲۵۵	ہمار کا دل بھلانا
۲۶۳	انتہا	۲۵۵	حرام سے علاج نہ کیا جائے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیباچہ از مترجم سوانح عمری

### ابن قیم کا تعارف

امام ابن قیم کی سوانح عمری کے لئے یہ چند ورق ناکافی ہیں، البتہ اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ ابن قیم ”شیخ الاسلام ابن تیمہ“ کے شاگرد رشید، زندگی بھر کے رفیق صادق، قید خانے کے ساتھی اور استاد کے بعد ان کے علوم کے نہایت قیمتی اضافہ کے ساتھ، بہترین اسلوب پر شائع کرنے والے ہیں۔ متاخرین میں شیخ الاسلام کے بعد ابن قیم کے پایہ کا کوئی محقق اور مسلک سلف کا کوئی ایسا شارح نہیں گزرا، اس لئے ان کی تصانیف کی جتنی بھی قدر کی جائے، کم ہے۔

### فن سیرت میں بہترین کتاب

ابن قیم نے علاوہ اور قیمتی مصنفات کے ایک جلیل القدر مبسوط کتاب ”زاد المعاد فی ہدیٰ خیر العباد“ کے نام سے فن سیرت میں چھوڑی ہے۔ یہ کتاب اس قدر مشہور و مقبول ہے کہ اس کا تعارف، تحصیل حاصل ہے۔ ابن قیم سے پہلے اور بعد ہجرت سیرت نگار گزرے، مگر کسی کو وہ مسلک نہ سوجھا، جو انہوں نے زاد المعاد میں اختیار کیا ہے۔ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی سوانح عمریاں لکھیں، مگر اس طرح، گویا کسی سپہ سالار کی سوانح عمری لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ آپ کی حیات طیبہ کی ہر ہر بات دکھائی جاتی، جنگوں سے زیادہ اخلاقی و معاشرتی و خانگی حالات بتائے جاتے اور امت کے سامنے اسوہ حسنہ نبوی ﷺ اس طرح کھول کے رکھ دیا جاتا کہ وہ اپنی زندگی کے مختلف شعبوں اور مختلف حالات میں اس سے شمع ہدایت کا کام لے سکتے۔ ابن قیم نے یہی

ضرورت پوری کی اور زاد المعاد تصنیف کر کے ہمیں اس قابل بنا دیا کہ آیت کریمہ ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“ کے بموجب آسانی عمل کر سکیں۔

### زاد المعاد کا خلاصہ اور ترجمہ

لیکن چونکہ زاد المعاد بہت ضخیم کتاب تھی اور ہر شخص کے مطالعہ میں آسانی نہ آسکتی تھی، اس لئے ضروری ہوا کہ مختصر کی جائے اور وہ تمام مباحث نکال دیئے جائیں جو زیادہ تر علماء کے مخصوصات سے ہیں، تاکہ براہ راست عوام بھی اس سے فیضیاب ہو سکیں، جو اس زمانہ میں اسلام سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ چنانچہ یہ ضرورت بھی مصر کے ایک روشن خیال ”عالم“ میرے دوست و رفیق درس شیخ محمد ابو زید نے پوری کر دی اور اصل کتاب کا اختصار ”ہدی الرسول“ کے نام سے شائع کر دیا۔ یہ اردو ترجمہ اسوہ حسنہ اسی کتاب کا ہے جو میں نے کر دیا ہے۔

دعا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

عبد الرزاق بلیح آبادی

فروری ۱۹۳۴ء

## مقدمہ

از شیخ محمد ابو زید

## حمداً و سلاماً

### اسلام کی شاہراہ عمل

تمام لوگوں پر فرض ہے کہ اللہ واحد کی عبادت کریں، اور اس دین متین کی پیروی کریں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے لئے نازل فرمایا ہے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسوہ نبوی ﷺ معلوم کیا جائے اور سنت عملی پیش نظر ہو، کہ جس کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے اس دین حنیف کی توضیح و تفسیر کی، ضرورت ہے کہ آغاز وحی سے تکمیل دین تک پورے زمانہ کی حیات نبوی ﷺ سامنے ہو، جو ہمیں مشعل راہ کا کام دے سکے۔

### سیرت النبی ﷺ

اس موضوع پر سب سے بہتر کتاب امام ابن قیمؒ کی زاد المعاد ہے، جس نے اس مقصد کو نہایت آسان کر دیا ہے۔ مگر چونکہ وہ بہت طویل تھی اور ہر کس و ناکس کے مطالعہ میں نہ آسکتی تھی، اس لئے میں اسے نے مختصر کر دیا، تاکہ نفع عام ہو اور ہر کوئی فیضیاب ہو سکے۔

### علماء سلف کا طرز عمل

صدر اول میں دین کا علم و تعلم بالکل آسان تھا علماء سلف، سنت نبوی ﷺ کا علم حاصل کرتے، پہلے خود عمل کرتے، پھر اپنا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کرتے اور عمل کا مطالبہ کرتے۔ امت ان کی حالت دیکھ کر متاثر ہوتی اور خود بھی عمل کرنے لگتی،

درمیان میں کوئی چیز سدراہ نہ ہوتی۔

## اشتقاق عمل کی وجہ؟

اس وقت امت کے لئے دین کا معاملہ بالکل آسان تھا، کیونکہ اول تو خود یہ دین ہی بہت آسان، صاف، مفید اور ہر طرح کے اختلاف اور گجھک سے دور ہے، پھر اس زمانہ کے علماء کا عملی نمونہ خاص طور پر موثر تھا، لوگ، علماء کا عمل دیکھتے تو خود بھی شوق پیدا ہوتا اور ان کی اتباع و پیروی پر لگ جاتے۔ اس وقت کے علماء رسول اللہ ﷺ کے حقیقی جانشین اور امت کے لئے قدوہ اور نمونہ تھے۔

## دین مشکل کب سے ہوا؟

دین کا معاملہ اس دن سے پیچیدہ اور مشکل ہو گیا، جب سے علماء نے طریقہ نبوی ﷺ یعنی عملی تعلیم سے روگردانی کی اور کتب فقہ کے مجادلات اور قیل و قال کو اپنا شیوہ بنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف جتھے اور فرقے قائم ہو گئے، ہر فریق نے اپنے طریقے کی پیروی کی، ہجرت کتابیں لکھیں، یہی نہیں، بلکہ ان کتابوں کی شرحیں تیار کیں، پھر شرحوں پر حاشیے چڑھائے، پھر حاشیوں پر بھی حاشیے لگائے۔ اسی قدر نہیں بلکہ خود اپنی بھی تقسیم کردی اور مختلف مدارج و مراتب قائم کر دیئے: مجتہد مطلق، مجتہد مذہب، مفتی مذہب، مرجع مذہب، مقلد مذہب۔ پھر ستم یہ کیا کہ مخلوق خدا کو مجبور کرنے لگے کہ دین کو صرف ان کی کتابوں سے اخذ کریں اور ان قیود و شروط و رموز پر کاربند ہوں جو انہوں نے اپنی عقل و رائے سے قرار دے رکھے ہیں، بے شمار قیدیں اور شرطیں ہیں، انسان دیکھتے ہی گھبرا جاتا ہے اور کسی طرح سمجھ نہیں سکتا کہ ان میں حق کتنا ہے اور باطل کتنا؟

## زاد المعاد اور کتب فقہ میں فرق

اگر تم اس کتاب اور کتب فقہ کے مابین موازنہ کرو گے، تو صاف طور پر نمایاں فرق

پاؤ گے۔ کوئی باب لے لو، مثلاً باب وضو، غسل، تیمم، اس کتاب میں دیکھتے ہی تمہیں محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معلوم ہو جائیگا کہ ان مسائل میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ حالانکہ جامع ازہری میں ہم نے باب وضو تین مہینے میں پڑھا، مگر وضو کی حقیقت و سہولت سمجھ میں نہ آئی، یہاں تک کہ اس کتاب نے آنکھوں پر سے پردہ ہٹا دیا۔

## مذہب اربعہ

ہم میں سے بہترے جامع ازہری میں بارہ بارہ اور پندرہ پندرہ برس رہتے ہیں اور مذہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی اکثر کتابیں پڑھ جاتے ہیں، یہاں تک کہ فضیلت کی سند بھی مل جاتی ہے، لیکن جب آخر میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اتنی کتابیں رٹ جانے کے خود اس مذہب کی بھی تحقیق نہیں ہوئی، دوسرے مذہب کی تحقیق اور تفریح و حدیث کا علم تو بہت دور رہا۔ چنانچہ ہم ہمیشہ حیرت و اضطراب میں پڑے رہتے ہیں اور اختلافی مسائل میں طریق ترجیح تک نہیں جانتے<sup>(۱)</sup>۔

## علماء اور عوام

جب علماء کی یہ حالت ہے تو عوام کو کیونکر مجبور کیا جاسکتا ہے کہ ان کتابوں پر چلیں؟ حالانکہ وہ اپنے علماء کی یہ حالت دیکھتے ہیں اور اپنے سامنے کوئی ایسا عملی نمونہ نہیں پاتے جس کی پیروی کی رغبت ہو۔

## دین کے مشکل ہونے کی بڑی وجہ

دین کے مشکل ہو جانے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کا حاصل کرنا ان بڑی بڑی ضخیم کتابوں پر موقوف ہو گیا ہے جو عبارت ہیں متعارض اقوال، پیچیدہ مسائل اور گونا گوں قیود و شروط سے۔ چنانچہ ان کے اندر فرائض ہیں، واجبات ہیں مستحبات ہیں،

(۱) جب علماء مصر کی یہ حالت ہے جو اس وقت دنیائے اسلام میں خاص علمی وجاہت رکھتے ہیں اور جن کی جامع ازہر دنیا بھر میں مشہور ہے، تو ہندوستان میں مذہبی علوم کے پڑھنے والوں کی کیا حالت ہوگی؟ یہاں عالم تبصرہ سمجھا جاتا ہے جو رنی ہوئی کتابوں کی عبارت، دوسروں کو سنا دے، یا بدایہ اور شامی کے حوالے سے کوئی فتویٰ لکھ دے! (مترجم)

مبطلات ہیں، پھر مکروہات کا سلسلہ ہے، کراہیت تحریمی ہے، کراہت تزییہ ہے، غرض کہ کتب فقہ کا ہر باب اس طرح کی بے شمار اصطلاحات سے بھرا ہوا ہے، باب وضو ہو، یا باب صلوة، نکاح ہو یا طلاق، ہر جگہ یہ اور اسی قسم کے الفاظ نظر آتے ہیں، جن سے تشویش ذہن کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ان کتابوں میں طرح طرح کے ایسے مسائل موجود ہیں جو کبھی واقع نہیں ہوتے، وہ محض فرضی و تخمین کی پیداوار اور ذہن و دماغ کی اختراع ہیں ان سے کوئی علم بھی حاصل نہیں ہوتا، البتہ دماغ پریشان اور فکر پر آگندہ ہوتی ہے۔ ظاہر ہے، عوام نہ انہیں سمجھ سکتے ہیں اور نہ ان پر عمل ہی کر سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ نہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے۔

## شریعت قرآن کے اندر ہے

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے صرف قرآن مجید نازل کیا اور حکم دیا ہے :-

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم و لاتتبعوا من دونہ اولیا قلیلا ما تذکرون (الاعراف: ۳)

جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا اسی کی پیروی کرو، دوسروں کی پیروی نہ کرو۔

اور فرمایا :-

واتبعوا احسن، ما انزل الیکم من ربکم من قبل ان یتیکم العذاب بغتة وانتم لا تشعرون ان تقول نفس یحسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ و ان کنت لمن الساخرین او تقول لو ان اللہ ہدانی لکنت من المتقین، او تقول حین تری العذاب لو ان لی کرة فاکون من المحسنین، بلی قد جاءک اياتی فکذبت بها

واستکبرت و کنت من الکافرین (الزمر: ۵۵ تا ۵۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جو سب سے اچھا تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کی پیروی کرو، قبل اس کے کہ اچانک عذاب آجائے اور تمہیں پتہ نہ چلے اس وقت کوئی کہے، آہ، اللہ کے جناب میں میری کوتاہی! میں بلاشبہ تسمخر کرنے والوں میں سے تھا، یا کہے کاش! اللہ نے میری ہدایت کی ہوتی تو میں متقیوں میں سے ہوتا، یا عذاب دیکھ کر کہے، اگر ایک بار پھر واپسی ہو جائے تو میں اچھے آدمیوں میں سے ہو جاؤں۔ ہاں، اے سرکش! تیرے پاس میری نشانیاں پہنچی تھیں مگر تو نے تکذیب کی، تکبر کیا اور تو ناشکروں میں سے تھا۔

اور فرمایا:-

فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هداهم الله و اولئك هم اولو الالباب (الزمر: ۱۷، ۱۸)

اے رسول ﷺ! میرے ان بندوں کو بشارت دیدو جو بات سنتے ہیں اور اس کے بہتر حصہ پر عمل کرتے ہیں، انہیں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور وہی عقلمند ہیں۔

اور فرمایا:-

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثنائی تقشعر منه جلود  
الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم و قلوبہم الی ذکر اللہ  
ذلک ہدی اللہ یہدی بہ من یشاء و من یضلل اللہ فمالہ من ہاد  
(الزمر: ۲۳)

اللہ نے نہایت عمدہ گفتگو، ایک تشابہ کتاب نازل فرمائی جس سے ان لوگوں کے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی جلدیں اور قلوب اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر نرم ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہے اس سے سرفراز کرے اور جسے اللہ ہدایت نہ کرے اس کیلئے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔

اور فرمایا:-

و لقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر . (القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

ہم نے قرآن کو نصیحت پکڑنے کیلئے آسان کر دیا ہے، کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟  
اور فرمایا:-

فانما يسرناه بلسانك لعلهم يتذكرون (الدخان: ۵۸)  
ہم نے قرآن کو اے رسول ﷺ! تمہاری بولی میں آسان کر دیا ہے کہ یہ لوگ  
نصیحت حاصل کریں۔  
اور فرمایا:-

قرانا عربيا غير ذى عوج لعلهم يتقون (الزمر: ۲۸)  
قرآن عربی بغیر کسی کجی کے تاکہ یہ لوگ پرہیزگار بنیں۔

### سنت نبوی ﷺ کی فرضیت

پھر اللہ تعالیٰ نے سب پر فرض کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ہدایت  
حاصل کریں کیونکہ وہ کلام الہی کی شارح اور مفسر ہے۔ فرمایا:-

و انزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلهم  
يتفكرون. (سورة النحل: ۴۴)

ہم نے تجھ پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ تو لوگوں کے لئے وہ سب بیان کر دے جو  
ان کے لئے اتارا گیا ہے، شاید کہ وہ کچھ غور کریں۔  
اور فرمایا:-

و ما انزلنا عليك الكتاب الا لتبين لهم الذي اختلفوا فيه و هدى  
و رحمة لقوم يؤمنون. (سورة النحل: ۶۴)

ہم نے تجھ پر کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے کہ جن چیزوں میں وہ جھگڑتے  
ہیں تو انہیں کھول کے بیان کر دے، قرآن ہدایت و رحمت ہے مومنین کے لئے۔  
اور فرمایا:-

و يوم نبعث في كل امة شهيدا، عليهم من انفسهم و جئنا بك



شہیدا علیٰ ہؤلاء، و نزلنا علیک الكتاب تبیاناً لکل شیء و ہدی  
ورحمة و بشری للمسلمین (النحل: ۸۹)

اور اس دن جب ہم اٹھائیں گے ہر قوم پر ایک شاہد خود اسی قوم میں سے اور لائینگے  
تجھے گواہ ان لوگوں پر، ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی ہے جو تفسیر ہے ہر چیز کی اور  
ہدایت، رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لئے۔

اور فرمایا:-

ما کان حدیثاً یفتری ولكن تصدیق الذی بین یدیه و تفصیل کل  
شیء و ہدی و رحمة لقوم یؤمنون (یوسف: ۱۱۱)

قرآن ایسی بات نہیں ہے جو گھڑی جاسکے، بلکہ وہ تصدیق ہے اسکی جو اسکے  
سامنے موجود ہے (کتب آسمانی) اور تفصیل ہے ہر چیز کی اور ہدایت و رحمت ایمان  
لانے والوں کے لئے۔

اور فرمایا:-

کتاب انزلناه الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور، باذن  
ربهم الی صراط العزیز الحمید۔ (ابراہیم: ۱)

یہ کتاب ہے، ہم نے تجھ پر اس لئے نازل کی ہے کہ انسانوں کو ان کے  
پروردگار کے حکم سے تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔ (یعنی) عزیز و حمید  
اللہ تعالیٰ کے صراط مستقیم کی طرف۔

اور فرمایا:

هو الذی ینزل علی عبده آیات بینات لیخرجکم من الظلمات  
الی النور، وان اللہ بکم لرؤف رحیم (الحدید: ۹)

وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے پر کھلی کھلی آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تمہیں تاریکی سے  
روشنی کی طرف نکالے، بیشک اللہ تمہارے ساتھ نہایت مہربان اور رحیم ہے۔

اور فرمایا:-

انا انزلنا اليك الكتاب بالحق تحکم بين الناس بما اراك الله.  
(النساء: ۱۰۵)

ہم ہی نے حق کے ساتھ تجھ پر کتاب نازل کی ہے تاکہ اللہ کی دی ہوئی بصیرت کے مطابق لوگوں کے مابین فیصلہ کرے۔

اور فرمایا:-

قل انما اتبع ما يوحي الي من ربي، هذا بصائر من ربكم وهدى  
ورحمة لقوم يؤمنون. (الاعراف: ۲۰۳)

کہہ دے اے رسول ﷺ! کہ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی جانب سے مجھ پر وحی کیا جاتا ہے، یہ روشنیاں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت، ایمان لانے والوں کے لئے۔

اور فرمایا:-

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة (الاحزاب: ۲۱)

رسول ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے۔

اور فرمایا:-

ويوم بعض الظالم على يديه يقول يا ليتني اتخذت مع الرسول  
سبيلا، يا ويلتي ليتني لم اتخذ فلانا خليلا. وقال الرسول يا رب  
ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا. (الفرقان: ۲۷، ۲۸، ۳۰)

اور جس دن نافرمان اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ  
رستہ پر لگ جاتا، ہائے کسبختی کاش! میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔

اس وقت رسول ﷺ کہے گا: اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو پس  
پشت ڈال دیا تھا۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا، قد يعلم

الله الذين يستسلون منكم لو اذا فلحذر الذين يخالفون عن  
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم۔ (النور: ۶۳)  
 مسلمانو! رسول ﷺ کے بلانے کو آپس کے بلانے کی طرح نہ سمجھو، اللہ انہیں  
 خوب جانتا ہے جو رسول ﷺ کی مجلس سے چپکے سے کھسک جاتے ہیں، جو لوگ  
 رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں کوئی آفت ان  
 پر نہ آن پڑے یا کوئی دردناک عذاب نہ نازل ہو جائے۔  
 اور فرمایا :-

فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء  
 شہیداً، یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بہم  
 الارض ولا یکتُمون اللہ حدیثاً۔ (النسا: ۴۱، ۴۲)

اس دن کیا ہوگا جب ہر قوم میں سے ہم ایک شاہد لائیں گے اور اے  
 رسول ﷺ! تجھے ان لوگوں پر شاہد لائیں گے؟ اس دن وہ لوگ جنہوں نے  
 کفر کیا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی چاہیں گے کہ کاش زمین میں دفن ہو جائیں،  
 اس دن اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔  
 اور فرمایا :-

وما آتکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہو، واتقوا اللہ ان  
 اللہ شدید العقاب۔ (الحشر: ۷)

جو رسول ﷺ تمہیں دے اسے لو، اور جس سے منع کرے اسے نہ کرو، اللہ سے  
 ڈرو، کیونکہ وہ سخت سزا دینے والا ہے۔

ور فرمایا :-

واتبعوہ لعلکم تہتدون (الاعراف: ۱۵۸)

رسول ﷺ کی اتباع کرو تاکہ تم ہدایت یاب ہو۔ اور فرمایا

وان ہذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم

عن سبیلہ، ذالکم وصاکم بہ لعلکم تتقون۔ (الانعام: ۱۴۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باتحقیق یہ میرا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے، اسی کی پیروی کرو، اس کے سوا دوسرے راستوں پر نہ پڑو جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے دور کر دیں، اسی کی اللہ نے تمہیں وصیت کی ہے تاکہ تم پر ہمیزگار بن جاؤ۔

## قرآنی دعوت

صاف ظاہر ہے کہ یہ آیات قرآنی اتباع سنت نبوی ﷺ کی دعوت دیتی ہیں اور کھلے لفظوں میں بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پیامبر اور احکام ربانی کے شارح تھے۔ آپ ﷺ ہی شریعت کے حامل، آپ ﷺ ہی شریعت کے محرم راز، آپ ﷺ ہی اس کے مفسر تھے آپ ﷺ کی اتباع سے انسان کو بصیرت حاصل ہوتی ہے، تاریکی دور ہو جاتی ہے، نور ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

قل هذه سبيلي ادعوا الى الله، على بصيرة انا ومن اتبعني،  
وسبحان الله وما انا من المشركين. (۸-۱)

کہہ دو اے رسول ﷺ! یہ ہے میری راہ، میں دعوت دیتا ہوں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ اور جنہوں نے میری پیروی کی، پاک ہے اللہ، میں ہرگز مشرکوں میں سے نہیں۔

## صراط مستقیم

کیا یہ کافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے صراط مستقیم کی پیروی کا حکم دیا اور دوسری راہوں کے اختیار کرنے سے منع کر دیا کہ جن پر پڑنے سے آدمی بھٹک جاتا ہے، اور ہدایت گم ہو جاتی ہے۔ اوپر کی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی صراط مستقیم کیا ہے؟ یہی سنت نبوی ﷺ اور اسوہ حسنہ نبوت ہے کہ جس کے بغیر دین کی حقیقت کسی طرح بھی منکشف نہیں ہو سکتی۔ یہ راستہ بالکل صاف ہے، سہل ہے، سیدھا ہے، اس میں بیچ و خم نام کو نہیں۔ اس پر چلنے والے دوش بدوش چلتے ہیں۔ متفق رہتے ہیں۔ کئے کئے اور الگ

الگ نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا لست منہم فی شئی انما

امرہم الی اللہ ثم ینبئہم بما کانوا یفعلون. (الانعام: ۱۵۹)

جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور الگ الگ گروہ اور ٹولیاں

ہو گئے، ان میں کچھ بھی نہیں ہے، ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جو انہیں بتا

دیگا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

## علماء کا اعراض

باہنہ جب ہم علماء کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ، لوگوں کو اس ہدایت کی تلقین

کرو، اس صراط مستقیم کی طرف دعوت دو، تاکہ سب ایک پیشوا کے زیر علم آجائیں جو

ان میں اتفاق اور یگانگت پیدا کر کے اختلاف و افتراق دور کر دے، دین اسلام اپنی تمام

سہولتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو جائے اور اپنے عمل کی آسانیوں کے ساتھ مشرق

و مغرب، شمال و جنوب، چار داگ عالم میں سیل رواں کی طرح پھیل جائے۔ جب یہ صدا

بلند کی جاتی ہے تو ادھر سے جواب ملتا ہے ”تم اجتہاد کی دعوت دیتے ہو، مذاہب اربعہ کے

خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہو، ائمہ اربعہ کے فضل و تقدس پر حرف گیری کرتے ہو، یہ

کرتے ہو، وہ کرتے ہو.....! حالانکہ ہم کوئی نئی بات نہیں کہتے، صرف وہی کہتے ہیں

جس کا بار بار خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، یعنی سنت نبوی ﷺ کی پیروی۔

## ائمہ اربعہ

ائمہ اربعہ کو ہم کیسا سمجھتے ہیں؟ اپنا محسن! ہمارا یقین ہے کہ ائمہ اربعہ اور ان کے

قبل و بعد کے تمام ائمہ کا ہم مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے، انہیں نے دین کی

حفاظت کی اور بے کم وکاست ہم تک پہنچادیا، لہذا ہم ان کی از حد تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کے احسانات پر شکر گزار رہتے ہیں۔ لیکن اس کے معنی یہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم ان کے فتوؤں اور اقوال کو رسول اللہ ﷺ کے اقوال پر ترجیح دینے لگیں۔ خود ائمہؒ نے بھی ہمیں ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول سامنے آجائے تو ہمارے قول کو چھوڑ دو۔ کیوں نہیں، یہ لوگ سنت کے سب سے زیادہ پابند اور سب سے بڑے داعی تھے۔

## آئمہؒ کی کتابیں

کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان ائمہؒ نے محض اپنی آراء و اقوال کیلئے کتابیں تصنیف کیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کی ہدایت کی۔ بلاشبہ ہر ایک نے ان احادیث کی ایک ایک منہ<sup>(۱)</sup> چھوڑی ہے جو ان تک پہنچتی تھیں اور جن سے وہ مسائل کا استنباط کرتے تھے۔

باقی اور جس قدر کتابیں ان کی طرف منسوب ہیں، ان کی نہیں ہیں، بعد کے لوگوں نے تصنیف کی ہیں، تاکہ ان کے اجتہادات مدون کریں اور ان کے فتاویٰ پھیلائیں۔ پھر جوں جوں زمانہ جاتا گیا، ان کتابوں کی تعداد بڑھتی گئی، لوگوں نے نئے نئے مسائل اور نئے نئے احکام کا اختراع شروع کر دیا، یہاں تک کہ ہزار ہا مجلدات کا ذخیرہ جمع ہو گیا کہ جن کے مؤلفین، شارحین اور محشمن کے ناموں کا شمار بھی مشکل ہے۔

کوئی مضائقہ نہیں، یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ علماء ان سے ورزش ذہن اور توسیع فکر کا فائدہ اٹھائیں، اور اختلاف حالات سے پیدا ہو جانے والے مسائل میں ان کے مؤلفین کی آراء سے بصیرت حاصل کریں۔

(۱) لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نام سے جو منہ مشہور ہے، وہ انکی نہیں۔ امام صاحب نے کوئی تصنیف محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ میں چھوڑی۔ (مترجم)

## علماء کے فرائض

ہر زمانہ میں علماء کا فرض ہے کہ قوم کی سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، اخلاقی ضرورتوں پر غور کریں، وسائل ترقی معلوم کریں اور امت کیلئے ایسے اصول و قواعد وضع کریں جو اصول دین کے مطابق ہوں۔

## شریعت اسلامیہ کی بنیاد

اسلامی شریعت دو قسم کے احکام پر مبنی ہے: ایک قسم تو ایسے احکام کی ہے جن میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتے ہیں، جیسے روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، وغیرہ عبادات کہ جن کی ایک خاص شکل اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ اور پھر اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ عبادات اپنی موجودہ ہیئت و احکام کے ساتھ ہی مفید ہیں۔ یہ ہمیں یک جہتی کی طرف لے جاتی ہیں ہمارے اندر نظام یا ڈسپلن پیدا کرتی ہیں، ہمیں ان تمام اجتماعی ترقیوں کے لئے تیار کرتی ہیں جو ہر زندہ قوم کے لئے ضروری ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں جو احکام اول دن سے دے دیئے ہیں، وہی ہمیشہ باقی رہیں گے، زمانہ کتنا ہی بدل جائے، مگر ان میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

دوسری قسم ان احکام و مسائل کی ہے جو امت کے عام دنیاوی حالات و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً صلح و جنگ، بین الاقوامی تعلقات، تعلیم و تربیت، تجارت صنعت و حرفت، تعزیرات وغیرہ، ظاہر ہے کہ حالات کبھی ایک حالت پر نہیں رہتے ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ان کے بارے میں شریعت کے احکام بھی اٹل نہ ہوں۔ چنانچہ شریعت نے یہی کیا، اس نے ان کے لئے عام اصول و قواعد تو وضع کر دیئے ہیں، لیکن جزئی و تفصیلی احکام دینے سے احتراز کیا ہے تاکہ امت کے لئے دنیاوی ترقیوں کا راستہ پوری طرح باز رہے۔

## اجتہاد کی اہمیت و ضرورت

ایک طرف شریعت نے یہ کیا اور دوسری طرف علماء اور اہل الحل والعقد پر فرض کر دیا کہ مختلف حالات میں اپنے فہم و اجتہاد سے قوانین بناتے رہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ میں سے اہل شوری اپنے زمانہ کے حالات کے لئے قوانین وضع کرتے تھے، جن میں ان کلی اصولوں کی پابندی ملحوظ رہتی تھی جو شریعت الہی نے مقرر کر دیئے ہیں۔ یہ اصول اپنے منطوق و مفہوم میں اتنے وسیع و ہمہ گیر ہیں کہ ان تمام گونا گوں حالات کو محیط ہو جاتے ہیں جو امتداد زمانہ سے برابر بدلتے رہتے ہیں۔

## ضروریات حاضرہ

پس ہمارے زمانہ کے علماء کا بھی فرض ہے کہ امت کی باگیں اپنے ہاتھ میں لیں، شریعت کے کلی اصول کے ماتحت حسب ضرورت نئے نئے قوانین بنائیں، یہ نہ ہو کہ ہر نئی بات کے سامنے پتھر کی طرح سخت ہو جائیں، قوم پر ترقی کا راستہ بند کرنے لگیں، تکلیف و تفسیق کے فتوے جیوں میں لئے پھریں، اور مخالف کو ملحد و زندیق کے نام سے پکارنے لگیں۔

## انتباہ

نیز علماء ایسے بھی نہ ہو جائیں کہ ہر مغربی چیز کے دلدادہ بن جائیں، اور یورپ کی تقلید میں مبادی شریعت اور خصوصیات امت کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کی بربادی کا باعث بنیں۔ بلکہ ان کا راستہ درمیانی اور معتدل راستہ ہو، نہ افراط ہو نہ تفریط ہو، ایک طرف امت کا رشتہ شریعت سے جوڑے رہیں، دوسری طرف زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی رہنمائی و قیادت کریں۔

## کتب فقہ کی اہمیت



معلوم کریں کہ دوسرے زمانوں میں علماء نے کس طرح قانون بنائے؟ نئے حالات میں کیا حکم دیئے؟ اگر ان کے قوانین و فتاویٰ میں اس زمانہ کے علماء کو کوئی بات پسند آجائے اور سمجھیں کہ آج بھی امت کے لئے مفید ہوگی، فوراً لے لیں، یا قطع و برید کر کے مناسب حال بنالیں، ورنہ چھوڑ دیں۔

## لعنت تقلید

یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی پرستش شروع کر دیں، ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں اور اختلاف کرنے کو ناقابل معافی گناہ سمجھیں۔ لیکن افسوس کہ ہمارے زمانہ کے علماء نے امت کی رہنمائی کا فرض بالکل پس پشت ڈال دیا ہے، خود پر عجز اور نااہلی کی مہر لگالی ہے، تقلید کو شیوہ بنا لیا ہے تن آسانی کے دلدادہ ہو رہے ہیں، اسی لئے محنت کرنے کے بجائے ان کتابوں ہی کو قبلہ حاجات قرار دے چکے ہیں، ان کی غلامی و اسیری کچھ ایسی بھاگتی ہے کہ آزادی کا نام تک نہیں لیتے۔ افسوس ہمارے علماء خود پست ہو گئے ہیں، امت کی پستی کا باعث ہوئے ہیں اور اپنی تنگ نظری سے خود مذہب کو پست کر رہے ہیں!

## خروج عن الملة

پھر ستم یہ ہے کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کی اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں، اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے میرے لئے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کفایت کرتی ہے تو اس پر زندقیت و خروج عن الملة کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، حالانکہ ائمہ کرام نے اسے نہ کبھی پسند کیا، نہ اس پر عمل کیا اور نہ کسی کو ایسا کرنے کا حکم ہی دیا۔

## ائمہ کا مسلک

ائمہ کا مسلک تو یہ تھا کہ دین کے اندر اس وقت تک کوئی بات قبول نہ کرو جب تک کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے اس کے لئے دلیل نہ پالو، انہیں میں سے ایک جلیل القدر

امام کا قول ہے:-

اذا وجدتم قولی بخلاف قول رسول اللہ فاضربوا بقولی  
عرض الحائط<sup>(۱)</sup>

اگر میرے کسی قول کو قول رسول ﷺ کے برخلاف پاؤ، تو میرے قول کو پھینک دو۔  
ائمہ کا قول ہے:-

کل کلام یؤخذ منه ویرد علیہ الا کلام الرسول  
ہر ایک کا قول مانا اور رد کیا جاسکتا ہے۔ بجز قول رسول ﷺ کے۔  
کیونکہ رسول ﷺ جب کہتے ہیں تو وحی سے کہتے ہیں، جو غلطی سے مبرا ہے۔  
ایک امام:-، ایک شخص کو دیکھا کہ ان کی گفتگو لکھ رہا ہے تو منع کیا اور کہا:-

أتکتب عنی رأیا فتجعله دیناً للناس وربما ارجع عنه غذا  
میرے خیالات لکھ رہے ہو تاکہ لوگوں کیلئے شریعت بنا دو، حالانکہ بہت ممکن  
ہے کہ کل میں ہی انہیں بدل دوں۔

یہ ہیں ائمہ کے اقوال!

## ان الحكم الا الله

شریعت کا دار و مدار صرف اللہ پر ہے، وہی حاکم مطلق ہے، اسی نے ہدایت کے  
ساتھ رسول ﷺ کو بھیجا۔ پس رسول ﷺ زمین پر اس کے نائب ہیں، اور رسول ﷺ  
ہی امام اعظم ہیں، کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں جب تک دین کا معاملہ براہ  
راست خود رسول ﷺ کے ساتھ نہ کرے، اختلاف کی صورت میں اسی کی طرف رجوع  
نہ کرے، اور اس کے فیصلہ پر بے چون و چرا اس سر تسلیم خم نہ کرے۔ فرمایا:-

(۱) حضرت امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ مترجم

فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا  
 في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما. (النساء: ۶۵)  
 قسم ہے تیرے رب کی یہ ایمان نہیں لائے یہاں تک کہ اپنے جھگڑوں میں  
 تمہیں حاکم بنا دیں، پھر اپنے دلوں میں تمہارے فیصلہ پر کوئی تنگی نہ پائیں اور  
 جھک جائیں پوری طرح۔

اور فرمایا:-

ان الحكم الا الله. (الانعام: ۵۷)

حکومت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

اور فرمایا:-

وما اختلفتم فيه من شئ فحكمه الى الله. (الشورى: ۱۰)

جس چیز میں بھی تم باہم مختلف ہو، اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی سے لو۔

اور فرمایا:-

ان الذين يباعدونك انما يباعدون الله. (الفتح: ۱۰)

جو لوگ اے رسول! تم سے بیعت کرتے ہیں خود اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔

اور فرمایا:-

من يطع الرسول فقد اطاع الله. (النساء: ۸۰)

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی خود اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرمایا:-

ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من

النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین، وحسن اولئک

رفیقا، ذلك الفضل من الله، وكفى بالله علیمًا. (النساء: ۶۹، ۷۰)

جنہوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ

تعالیٰ نے اپنا انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ، کیا ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اچھا ہے ان کا ساتھ، یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ ہی کا جاننا بس کرتا ہے۔  
اور فرمایا:-

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (آل عمران: ۱۰۳)  
سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو، اور باہم پھوٹ نہ ڈالو۔

اور فرمایا:-

ومن یعصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم (آل عمران: ۱۰۱)  
جس نے اللہ کے رستے کو مضبوط پکڑا، البتہ سیدھے رستے کی ہدایت پائی۔

اور فرمایا:-

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون  
باللہ والیوم الآخر، ذلک خیر واحسن تاویلاً (النساء: ۵۹)

اگر کسی بات میں تم باہم جھگڑ پڑو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف  
رجوع کرو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ تمہارے حق میں  
ہر طرح بہتر ہے۔

اور فرمایا:-

یاایہا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ، ان  
اللہ سمیع علیم (الحجرات: ۱)

مسلمانو! اللہ اور اسکے رسول کے آگے بڑھ کر باتیں نہ بنایا کرو، ہمہ وقت اللہ  
سے ڈرتے رہو، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

اور فرمایا:-

وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یکون  
لہم الخیرة من امرہم، ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً

مبیناً (الاحزاب: ۳۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ  
کسی مسلمان مرد اور عورت کو شہاں؟ نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی بات

ٹھہرا دیں؟ تو اپنی مرضی کو دخل دے، جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی، البتہ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑ گیا۔  
اور فرمایا:-

انما كان قول المؤمنين اذا دعوا الى الله ورسوله ليحكم بينهم ان يقولوا سمعنا واطعنا واولئك هم المفلحون. ومن يطع الله ورسوله ويخش الله ويتقه فاولئك هم الفائزون. (النور: ۵۲، ۵۱)  
مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ ان کے مابین فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں ہم ہر و چشم حاضر ہیں، یہی لوگ فلاح پائیں گے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔  
اور فرمایا:-

قل اطيعوا الله واطيعوا الرسول، فان تولوا فانما عليه ما حمل  
وعليكم ما حملتم وان تطيعوه تهتدوا، وما على الرسول الا  
البلاغ المبين. (النور: ۵۴)  
اے پیغمبر! کہہ دو کہ اللہ کی اطاعت کرو، اسکے رسولؐ کی اطاعت کرو، لیکن اگر روگردانی کرو تو رسولؐ پر اسکی اپنی ذمہ داری ہے اور تم پر تمہاری ذمہ داری، لیکن اگر اس کی اطاعت کرو گے، ہدایت پاؤ گے رسولؐ کے ذمہ تو اس پیغام پہنچانا ہی ہے۔  
اور فرمایا:-

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم  
ذنوبكم والله غفور رحيم. قل اطيعوا الله والرسول، فان تولوا  
فان الله لا يحب الكافرين. (آل عمران: ۳۱، ۳۰)

اے رسولؐ! کہہ دو کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اللہ بڑا غفور رحیم  
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔ کہہ دو کہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو، اگر روگردانی کرو گے تو یاد رکھو  
اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

## سنت نبوی ﷺ کا عملی پیکر

کہا جائیگا کہ دین کا قرآن و سنت سے اخذ کرنا عوام کی طاقت سے باہر ہے۔ یہ سچ ہے،  
لیکن ہم نے کب کہا کہ وہ اجتہاد کریں اور قرآن و حدیث سے احکام مستنبط کرنے بیٹھ  
جائیں۔ ہمارا خطاب عوام سے نہیں ہے، ہم تو صرف علماء سے مطالبہ کرتے ہیں کہ دین  
کو اس کے اصلی سرچشمہ سے لے کر عوام کو بتائیں۔ یہاں اجتہاد و استنباط کا سوال ہی نہیں  
سنت نبوی بالکل صاف ہے اس میں کسی اجتہاد کی ضرورت ہی نہیں، ہاں! ضرورت صرف  
اس بات کی ہے کہ علماء پہلے اس کے خود متبع بنیں، پھر عوام کے سامنے آئیں اور بتائیں کہ  
دین یہ ہے، فلاں بات نبیؐ نے یوں کی اور فلاں یوں کہی، نبی ﷺ نے نماز اس طرح  
پڑھی، پھر خود نماز پڑھ کر دکھائیں۔ نبیؐ نے وضو یوں کیا، اور خود وضو کر کے دکھائیں نبیؐ  
نے جو باتیں عمر بھر کہیں، خود بھی ہمیشہ کریں، اور جو کبھی کہیں اور کبھی ترک کر دیں، خود  
بھی اسی طرح کریں۔ ظاہر ہے نبیؐ نے یہ سب ہماری ہدایت کے لئے کیا تھا، ہم بھی ویسا  
ہی کریں، اور ویسا ہی عوام کو بتائیں تاکہ امت واقعی طور پر ہدایت یاب ہو، عمل میں  
برکت پائے، اور جو کچھ کرنے، علم و بصیرت کے ساتھ کرے۔

ولا تقف ما ليس لك به علم، ان السمع والبصر والفؤاد كل

اولئك كان عنه مسؤولا. (بنی اسرائیل: ۳۶)

اس چیز کے پیچھے مت چل جس کا تجھ کو علم نہیں، کیونکہ ہر ایک کان، آنکھ اور  
دل کے فعل پر مواخذہ ہوگا۔

## مذہبی مدارس کو دعوت

آخر میں اس کتاب کی جانب سب کو دعوت دیتا ہوں، جس میں اسوہ حسنہ نبویؐ بوجہ  
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

احسن بیان کیا گیا ہے میری دعوت مذہبی مدارس کو ہے کہ اسے نصاب میں داخل کریں۔ واعظوں کو ہے کہ اس سے وعظ وارشاد میں کام لیں۔ میں تمام مسلمانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ اسے خود پڑھیں اور جہاں تک ممکن ہو، اسکی اشاعت کریں، تاکہ دین کا معاملہ آسان ہو جائے، مشکلات راہ سے ہٹ جائیں اور عام مسلمانوں کو کتب فقہ اور ان کے معتقدین سے قطعی طور پر نجات مل جائے۔

فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوه  
تہتدوا، وما علی الرسول الا البلاغ المبین. (النور: ۵۴)  
لیکن اگر روگردانی کرو تو رسول پر اسکی اپنی ذمہ داری ہے، اور تم پر تمہاری ذمہ  
داری، لیکن اگر اسکی اطاعت کرو گے ہدایت پاؤ گے، رسول کے ذمہ تو بس پیغام کا  
پہنچانا ہی ہے۔

(محمد ابو زید)

## مقدمہ امام ابن قیمؒ

رب يسروا عن يا كريم وصلى الله على سيدنا محمد الامين،  
وعلى آله الاكريمين الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين،  
ولا عدوان الا على الظالمين

### قیامت کے دن سوال و جواب

قیامت کے دن بندے سے دو سوال ہونگے کس کی عبادت کرتے تھے؟ رسول پر ایمان لائے تھے؟ پہلے سوال کا جواب لا الہ الا اللہ ہوگا، پھر طیکہ اس کی معرفت ہو، اس پر ایمان ہو، اور اس کے بموجب عمل ہو۔ دوسرے کا جواب اشہد ان محمدا رسول اللہ ہوگا پھر طیکہ معرفت، ایمان، اطاعت اور فرمانبرداری کی شہادت ساتھ ہو۔

### محمد ﷺ کا مشن

محمد بن عبد اللہ ﷺ اللہ کے بندے، رسول، وحی کے حامل، مخلوقات میں بزرگ ترین اللہ اور بندوں کے مابین سفیر ہیں۔ آپ دین تویم، صراط مستقیم کے ساتھ مبعوث کئے گئے عالمین کے لئے رحمت، متقین کے لئے امام اور تمام مخلوق پر رحمت بنائے گئے۔ رسولوں کے خاتمہ پر تشریف لائے، سب سے زیادہ روشن چراغ ہدایت ہاتھ میں لائے اور انسانوں کو سیدھے راستہ کی طرف پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں پر آپ کی اطاعت، توقیر، تعظیم اور محبت واجب کر دی، جنت کی تمام راہیں بند کر کے صرف ایک اپنے رسول کی راہ کھلی رہنے دی کہ جس پر چل کر آدمی وہاں پہنچ سکتا ہے، پھر آپ کا شرح صدر کیا، تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کردئے، اور ان پر ذلت و خواری کی مہر لگا دی جو آپ کی مخالفت کریں۔

چنانچہ مسند امام احمد کی حدیث ہے :-

عن ابی منیب الجرجسی عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ

بعثت بالسيف بين يدي الساعة حتى يعبد الله وحده لا شريك له

مؤمن دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



وجعل رزقی تحت ظل ومحی وجعل الذلہ و الصغار علی من خالف امری ومن تشبه بقوم فهو منهم.

ابو نیب الجرشى عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔  
قیامت کے روز مجھے بھیجا گیا تاکہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی پرستش کی جائے میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے کیا گیا، ذلت و خواری ان پر نازل کر دی گئی جو میری مخالفت کریں، جو کسی قوم کی ریت رسم اختیار کرے، گویا اسی میں سے ہے۔

### مومنین کی جزا

جس طرح ذلت مخالفوں کے حصہ میں آئی، اسی طرح عظمت و برتری مومنین کے حصہ میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين. (آل عمران: ۱۳۸)  
نہ ہمت ہارو، نہ آزرده خاطر ہو، تمہارا ہی بول بالا ہے، اگر تم مومن ہو۔  
اور فرمایا:۔

ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين. (المنفقون: ۸)  
اللہ کے لئے غلبہ ہے، اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے۔  
ور فرمایا:۔

فلا تهنوا وتدعوا إلى السلم، وانتم الاعلون والله معكم. (محمد: ۳۵)  
یو دے بن کر صلح کی طرف نہ بلاؤ، تم ہی غالب رہو گے، اللہ تمہارے ساتھ ہے۔  
ور فرمایا:۔

يا ايها النبي حسبك الله ومن ابتغك من المؤمنين. (الانفال: ۶۴)

اے نبی! تیرے لئے اور تیرے پیرو مومنین کے لئے اللہ کفایت کرتا ہے۔

## مومن کی شان

رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں جب تک وہ مجھے اپنی ذات، اپنی اولاد، اپنے والدین اور دنیا بھر سے زیادہ محبوب نہ بنا لے نیز اللہ ذوالجلال نے قسم کے ساتھ کہا کہ وہ شخص مومن نہیں جو رسول کو اپنے تمام اختلافات میں حکم نہ قرار دے، پھر اس کے فیصلہ پر راضی نہ ہو جائے، ایسا راضی ہونا کہ دل میں ذرا بھی تنگی باقی نہ ہو اور اس کے حکم کے آگے گردن نہ جھکا دے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون

لهم الخيرة من امرهم (الاحزاب: ۳۶)

کسی مومن اور مومنہ کے لئے درست نہیں کہ اللہ اور رسول کے فیصلہ کے بعد اپنی مرضی کو دخل دیں۔

## مومن کے لئے شاہراہ عمل

پس مومن کے لئے حکم نبوی ﷺ کے بعد حق نہیں رہتا کہ اپنی مرضی کو دخل دے کیونکہ حکم نبوی ﷺ اٹل ہے، کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس کے سوا کسی اور شخص کے حکم کی پیروی کرے الا یہ کہ وہ شخص وہی حکم دے جو نبی نے دیا ہے۔ اس صورت میں اس کی حیثیت ایک مبلغ و منجر کی ہوگی، حاکم کی نہ ہوگی۔ لیکن جو شخص براہ راست حکم دے اور اپنے دل سے شریعت میں اصول و قواعد وضع کرے، امت پر اس کا اتباع واجب نہیں، یہاں تک کہ اس کے احکام اور اصول و قواعد حکم نبوی ﷺ کے مطابق ثابت نہ ہو جائیں اگر مطابق ہوں، قبول کر لئے جائیں، مخالف ہوں، رد کر دئے جائیں، اگر مخالفت یا موافقت صاف صاف معلوم نہ ہو سکے تو معلق چھوڑ دیئے جائیں، نہ مانے جائیں، نہ روکے

## اقسام مخلوقات

اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے پھر اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے فرمایا:-  
 وربك يخلق ما يشاء ويختار (القصص: ۶۸)  
 تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔

## طیب و خبیث کی پہچان

مخلوق دو قسم کی ہے: طیب اور خبیث۔ اللہ تعالیٰ کی نظر انتخاب ہمیشہ طیب ہی پر پڑتی ہے، اور ہمیں سے انسان کی سعادت و شقاوت بھی پہچانی جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سعید اور اس کی نظر میں طیب ہے، دنیا میں اس کا میلان طبع ہمیشہ طیبات ہی کی طرف ہوگا، اعمال دیکھو گے تو نظر آئیگا کہ وہ اللہ واحد کی پرستش کرتا ہے، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا، اس کی مرضی کو اپنی ہو او ہوس پر مقدم رکھتا ہے، اس کی مخلوق کے ساتھ حتی المقدور نیکی کرتا ہے، سب کے ساتھ اس کا برتاؤ وہی ہے جو ان سے اپنے لئے چاہتا ہے۔ یہی حال اخلاق میں بھی ہوگا، اعلیٰ ترین اخلاق سے اس کا نفس آراستہ ہوگا، حلم، رحم، صبر، صدق، محبت، شجاعت، عفت، سخاوت، انسانیت، وقار، رواداری، قلب کی سلامتی مومنین کے ساتھ فروتنی، دشمنان الہی پر نخوت و سختی، غرضیکہ تمام محاسن اخلاق سے متصف ہوگا، کہ جن کی تحسین پر تمام شرائع ربانی، فطرت و عقل انسانی متفق ہیں۔

اسی طرح اکل و شرب میں اس کا رغبت طیب حلال ہی کی طرف ہوگی جو جسم و روح دونوں کے لئے مفید مغذی ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کے احباب و ہم نشین بھی اچھے ہی لوگ ہونگے، شریروں کی صحبت اسے پسند نہ آئیگی۔ غرضیکہ اس کا وجود ہی اس کے طیب و طاہر ہونے کی خبر دے گا۔ خبث و کثافت کا ایک شہہ بھی اس میں نہ پایا جائے گا۔

## قرآنی شہادت

ایسے ہی لوگوں کے حق میں قرآن میں آیا ہے:-

الذین تتوفاهم الملائكة طیبین یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنة بما كنتم تعملون. (النحل: ۳۲)

جن کی جانیں فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ طیب و طاہر ہوتے ہیں تو فرشتے ان پر بڑے تپاک سے کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو، جنت میں داخل ہو جاؤ ان اعمال کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ اور ایسے ہی لوگوں سے جنت کے نگہبان کہیں گے :-

سلام علیکم طبتم فادخلوها خالدین (الزمر: ۷۳)

سلامتی ہو تم پر! تم پاک ہو، پس جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اور اسی طیب و خبیث کی تقسیم کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے :-

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات، والطیبات للطیبین  
والطیبون للطیبات. (النور: ۲۶)

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے، طیب عورتیں طیب مردوں کے لئے ہیں۔ طیب مرد طیب عورتوں کے لئے، پس طیب الفاظ، طیب اعمال اور طیب عورتیں، اپنے مناسب حال طیب لوگوں کے لئے ہیں، اور خبیث الفاظ، خبیث اعمال اور خبیث عورتیں، خبیثوں کے لئے ہیں، طیبین کے ساتھ ان کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔

### فریقین کا ٹھکانا

اللہ تعالیٰ نے طیب و طیبات کے لئے جنت مخصوص کی ہے، اور خبیث و خبیثات کا ٹھکانا جنم کو قرار دیا ہے۔ یعنی جس طرح مخلوق دو قسم کی ہے اس طرح اس کے ٹھکانے بھی دو ہیں۔ ایک جنت جس میں طیب ہی طیب ہوگا، خبیث کا وہاں گزر نہیں۔ دوسرا دوزخ، جو صرف خبیث کا مقام ہے، طیب کا داخلہ اس میں محال ہے۔

## دار دنیا

لیکن ان دونوں مقاموں کے علاوہ ایک مقام اور بھی ہے، جس میں خبیث و طیب دونوں ہی رہتے ہیں، اور وہ مقام یہی دار دنیا ہے جس میں نہ طیبین کی کمی ہے نہ خبیثین کی، دونوں پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں۔ چونکہ دنیا کی کیفیت یہی ہے اس لئے حکمت الہی نے اسے لتلاؤ امتحان کا مقام بنا دیا ہے، یہاں دونوں کوٹھ پر رکھے جاتے ہیں اور عمر بھر پر رکھے جاتے ہیں۔

## علیحدگی خبیث و طیب

یہاں تک کہ قیامت آجائے اور دونوں اپنے اپنے اعمال نامے لے کر رب العزت کے حضور میں پہنچ جائیں، اس وقت پروردگار عالم طیب کو خبیث سے جدا کر دیگا، طیبین اپنے مقام جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے جہاں ان کے سوا اور کوئی نہ ہوگا، خبیثین اپنی تمام نجاستوں اور کثافتوں کے ساتھ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں اپنے علاوہ کسی کو نہ پائیں گے۔

## جزا و سزا کا معیار

اللہ تعالیٰ نے فریقین کی جزا و سزا خود انہیں کے اعمال میں رکھ دی ہے، طیبین کے اقوال و اعمال و اخلاق بعینہ ان کے لئے جنت کی لذتیں اور نعمتیں بن جائیں گی اور انہیں میں برکت دے کر اللہ تعالیٰ بہترین اسباب راحت و سرور مہیا کر دیگا۔ اسی طرح خبیثین کے اقوال و اعمال و اخلاق ان کے حق میں کانٹے ہو جائیں گے اور انہیں سے انواع و اقسام کے آلام و مصائب پیدا ہو جائیں گے۔

## مظاہر رحمت

اس بڑے آقا کی کیا ہی بڑی حکمت ہے اس طرح وہ اپنے بندوں کو اپنی کمال ربوبیت، کمال حکمت، علم، عدل اور مظاہر رحمت دکھاتا ہے تاکہ اس کے دشمنوں کو معلوم ہو جائے کہ خود وہی گمراہ اور مفتری و کذاب تھے نہ کہ اللہ کے پیغمبر! سچے رسول!

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فرمایا:-

واقسموا بالله جهد ايمانهم لايبعث الله من يموت، بلى وعدا عليه حقا ولكن اكثر الناس لا يعلمون ليبين لهم الذين يختلفون فيه وليعلم الذين كفروا انهم كانوا كاذبين. (النحل: ۳۸، ۳۹)

انہوں نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ اللہ اسے پھر نہ اٹھائیگا جو مر چکا ہے، نہیں، ضرور اٹھائیگا، یہ اس کا سچا وعدہ ہے، لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے، اس لئے اٹھائیگا تاکہ کھول دے وہ چیز جس میں باہم حجت کرتے تھے اور تاکہ کفار جان لیں کہ وہی جھوٹے تھے

## فریقین کی شناخت

غرضیکہ مخلوق میں کچھ طہین ہیں کچھ خبیثین ہیں، کچھ سعید ہیں کچھ شقی ہیں دونوں کے لئے علامتیں اور نشانیاں ہیں جن کے ذریعہ وہ شناخت کئے جاسکتے ہیں خبیث وہ ہے جس کے قلب، زبان اور اعضاء و جوارح سے خبث و نجاست پڑی بہتی ہے طیب وہ ہے جس کے قلب، زبان اور اعضاء و جوارح سے طہارت کا فوارہ چھوٹا کرتا ہے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص میں طیب و خبیث دونوں مادے پائے جاتے ہیں، ایسی حالت میں انسان اس فریق میں ہو جاتا ہے۔ جس کا مادہ کشمکش کے بعد بالآخر دوسرے مادے پر غالب آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جس کے ساتھ بہتری منظور ہوتی ہے، موت سے پہلے اسے خبیث مادے سے پاک کر دیتا ہے، چنانچہ قیامت کے دن وہ صاف ستھرا اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہوتا ہے اور سیدھا جنت میں بھیج دیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں کوئی میل تو رہتا ہی نہیں جس کی تطہیر کے لئے اسے جہنم کی بھٹی میں پڑنا پڑے۔

فضل الہی

اللہ تعالیٰ کا ہرے پر یہ فضل اس توفیق کی شکل میں ہوتا ہے جو اس کی جناب سے محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نیکی، اطاعت، توبہ الصوحہ اور کفارہ کرنے والی حسنت کے لئے حاصل ہوتی ہے۔

## بد نصیب

لیکن جس بد نصیب کے شامل حال فضل الہی نہیں ہوتا، خبیث مادہ اس میں برابر موجود رہتا اور بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اپنی تمام کثافتوں اور نجاستوں کے ساتھ وہ بارگاہ الہی میں پہنچتا ہے اور جنم میں گرا دیا جاتا ہے، کیونکہ اپنے خبیث مادوں کے ساتھ وہ جنت میں جا ہی نہیں سکتا، اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ دوزخ کی بھٹی میں پڑے اور طہارت حاصل کرے۔ لیکن جو نہی تنقیہ و تصفیہ ہو جاتا ہے وہ جنم سے نکل آتا ہے اور اپنے پروردگار کی مجلوت اور اہل جنت کی صحبت کا اہل ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی جنم میں اقامت صرف اتنی ہی مدت کیلئے ہوتی جتنی مدت میں وہ طہارت حاصل کر لیں، ان میں خوش نصیب جلد پاک ہو جاتے ہیں، جلد نجات پا جاتے ہیں اور جنہیں دیر لگتی ہے انہیں وہ پر محن زندگی زیادہ عرصہ تک بھگتنا پڑتی ہے: ”جزاء وفاقاً“ (البأ: ۲۶) (اعمال کا بدلہ ہے۔) ”وما ربك بظلام للعبيد“ (الحج السجدة: ۲۶) ”تیرا پروردگار، مدوں پر ظلم کرنے کا نہیں۔“

## مشرکین کا حشر

رہا مشرک! تو چونکہ اس کی جبلت اور اس کی ذات خبیث ہوتی ہے، اس لئے جنم بھی اس کی نجاست کو زائل نہیں کر سکتی، وہ کتنی ہی مدت رہے، خبیث ہی رہیگا، اگر باہر بھی نکال لیا جائے تو بھی خبیث رہیگا۔ اس کی مثال کتے کی مانند ہے جسے لاکھ نسلوں ناپاک ہی رہے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مشرک پر جنت حرام کر دی ہے۔

برخلاف اس کے مومن کہ جس پر دوزخ حرام ہے، کیونکہ وہ سراسر طہارت ہی ہے، اس میں خبث کا شائبہ تک نہیں ہوتا کہ جس کے ازالہ کے لئے جنم میں جانا ضروری ہو۔ فسبحان من بہرت حکمته العقول والالباب۔

## اتباع نبوی ﷺ کی ضرورت

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیؐ پر ایمان لانا اور آپؐ کی اطاعت کرنا کس قدر ضروری ہے، کیونکہ طیب و خبیث کی پوری پوری شناخت کا ذریعہ بجز آپؐ کے ذریعہ کے اور کوئی نہیں۔ آپؐ ایک میزان حق ہیں، آپؐ ہی کے اقوال و اعمال و اخلاق پر تمام اقوال و اعمال و اخلاق تو لے جاسکتے ہیں انسان کی ضرورتوں میں سب سے بڑی اور سب سے زیادہ ناگزیر ضرورت یہی ہے کہ رسول اللہؐ کی حیات طیبہ سے عٹولی واقف ہو، تاکہ اس نمونہ پر اپنی زندگی ڈھالے اور آپؐ کے نقش قدم پر چل کر سعادت دنیوی و اخروی سے شاد کام ہو۔ والسلام!

ان کی قیوم



# باب اول رسول اللہ ﷺ کی بعثت

## فصل اول ابتدائی زندگی

### ولادت باسعادت

آنحضرت ﷺ کی ولادت عام<sup>(۱)</sup> فیل میں ہوئی واقعہ فیل درحقیقت اس خارق العادت ہستی کے ظہور کا پیش خیمہ تھا جو عنقریب مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں جلوہ گر ہونے والی تھی، ورنہ اصحاب فیل اہل کتاب تھے اور ان کا مذہب مکہ کے مت پرستوں کے مذہب سے کہیں بہتر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان مت پرستوں کو اہل کتاب پر ایسی فتح مبین عطا فرمائی جس میں کسی انسانی ہاتھ اور تدبیر کا مطلقاد دخل نہ تھا۔

(۱) یعنی ۵۷۰ء میں، عربوں کا قاعدہ تھا کہ تاریخ کا حساب بڑے بڑے واقعات سے کرتے تھے واقعہ فیل بھی ایک نہایت اہم واقعہ تھا اس لئے اس سے تاریخوں کا حساب کرنے لگے۔ واقعہ فیل کی اصلیت یہ ہے کہ یمن کے عیسائیوں نے حبشی سردار ابروہہ بن الاشمم کی سرکردگی میں خانہ کعب کو ڈھانے کے لئے مکہ پر فوج کشی کی، مگر کامیاب نہ ہوئے، عذاب الہی میں پڑ کر برباد ہو گئے۔ سورہ فیل میں یہی واقعہ مذکور ہے۔ امام ابن جریر طبری نے عکرمہ کی روایت سے تفسیر ماثور درج کی ہے کہ چڑیاں اصحاب فیل پر کنکریاں گراتی تھیں، جس پر کنکری گرتی تھی چچک کے مرض میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ عرب میں سب سے پہلے چچک کا ظہور اسی واقعہ سے ہوا۔ (ابوزید) مترجم کتاب اتنا اضاف اور کرتا ہے کہ ٹھیک اسی زمانہ میں طور سینا اور علاقہ سویز میں چچک کی بیماری پھیلی ہوئی تھی، بہت ممکن ہے کوئی بڑی آندھی اس علاقہ سے چڑیوں کو اڑالے گئی ہو جو اپنے ساتھ چچک کے جراثیم ان کنکریوں میں لے گئی ہوں تاکہ اللہ کے حکم سے ان ظالموں کو برباد کر دیں۔ محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ اس واقعہ کے ذریعہ خانہ کعبہ، قریش اور مکہ کی بزرگی مسلم ہو جائے جس میں عنقریب اس کے نبی ﷺ کا ظہور ہونے والا تھا۔

## نسب نامہ رسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ کا حسب و نسب اعلیٰ و اشرف، آپ ﷺ کی قوم اشرف، آپ ﷺ کا قبیلہ اشرف، اور آپ ﷺ کا خاندان اشرف، آپ محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک ابن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں۔ یہاں تک سلسلہ نسب متفق علیہ اور یقینی طور پر معلوم ہے۔ عدنان کا اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونا بھی یقینی ہے، اسی طرح حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے پر بھی تمام صحابہ و تابعین اور علماء امت کا اتفاق ہے۔

## مختون و مسرور پیدا ہوئے

ختنہ کے بارے میں تین قول مروی ہیں :

- (۱) آپ ﷺ پیدائشی مختون و مسرور (ناف کٹی ہوئی) تھے، لیکن اس باب میں جو حدیث سب سے زیادہ مشہور ہے، وہ بھی غیر صحیح ہے، ان جوڑی نے موضوعات میں شمار کی ہے، باقی اور جتنی حدیثیں ہیں، ان کی صحت بھی ثابت نہیں۔ پھر اس میں کوئی خاص امتیاز بھی نہیں، بہت سے آدمی مختون پیدا ہوتے ہیں۔
- (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ ختنہ اس دن ہوا جب حلیمہ دانی کے ہاں ملائکہ شق صدر کیا۔
- (۳) تیسرا قول یہ ہے کہ ولادت سے ساتویں دن آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب نے ختنہ کیا، اس تقریب پر دعوت بھی کی، اور ”محمد ﷺ“ نام رکھا۔

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ اس باب میں ایک حدیث مسند غریب روایت کی گئی ہے،

اس مسئلہ پر دو فضلوں کمال الدین ابن طلحہ اور کمال الدین ابن الندیم میں مناظرہ ہوا۔

محکم دلائل کو سامنے ایک کتاب تصنیف کے مطابق اور جو طرح کی حدیثیں بے گام روایت کر

گئے کہ آپ مختون پیدا ہوئے تھے، مگر آخر الذکر نے تردید کر دی اور ثابت کیا کہ عرب کے دستور کے مطابق ختنہ ہوا تھا، چونکہ یہ رواج تھا، اس لئے ثبوت کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں، مدعی کو دلیل پیش کرنی چاہئے۔

## رضاعی مائیں

آپ ﷺ کو متعدد عورتوں نے دودھ پلایا :

ثویبہ کثیر ابو لہب، چند دن دودھ پلایا، اس دودھ میں آپ ﷺ کے شریک عبد اللہ بن عبد الاشد الحزومی، مسروح بن ثویبہ اور آپ کے چچا حمزہ بن عبد المطلب تھے۔ ثویبہ کے اسلام میں اختلاف ہے۔

ثویبہ کے بعد حلیمہ رضی اللہ عنہا سعدیہ نے دودھ پلایا، جس میں آپ ﷺ کے شریک عبد اللہ بن حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے چچیرے بھائی ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب تھے، یہ آپ ﷺ کے سخت دشمن تھے، یہاں تک کہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔

نیز حضر حمزہ رضی اللہ عنہ، کی لٹانے بھی آپ ﷺ کو دودھ پلایا جو قبیلہ سعد بن بحر سے تھیں، یہ اس وقت جب آپ ﷺ حلیمہ سعدیہ کے ہاں تھے اسی طرح حضرت حمزہ آپ ﷺ کے دو طرف سے رضاعی بھائی ہوئے حلیمہ اور ان کے شوہر کے اسلام میں بھی اختلاف ہے۔

## کھلائیائیں

آپ کی کھلائیوں میں سے بعض کے نام یہ ہیں : خود آپ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ پھر ثویبہ، حلیمہ، شیماء آپ کی رضاعی بہن یہ وفد ہوا زن کے ہمراہ جب خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے اپنی چادر ان کے لئے بچھا دی تھی، فاضلۃ الجلیلیہ، ام ایمن، برکتہ الحبشیہ جو آپ ﷺ کو والد سے ورثہ میں ملی تھیں، ان کی شادی آپ ﷺ نے اپنے محبوب زید بن حارثہ سے کر دی تھی، انہی کے بطن سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔ جب نبی ﷺ کا وصال ہوا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ، و عمر رضی اللہ عنہ، ام ایمن کے گھر گئے وہ بیٹھی رو رہی تھی، تسکین دینے لگے کہ ”اے ام

ایمن! جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اس دنیا سے بہتر ہے کہنے لگیں ”میں بھی جانتی ہوں میں اس غم میں رو رہی ہوں کہ اب آسمان کی خبریں آنا بند ہو گئیں۔ یہ سن کر دونوں صحابیوں پر بھی رقت طاری ہو گئی۔

## چچن اور شباب

پیدائش سے پہلے ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا، ابھی سات برس کے بھی نہ ہوئے تھے کہ ماں کی مامتا سے بھی محروم ہو گئے، والدہ کی وفات مکہ مدینہ کے مابین مقام (ابوا) میں ہوئی جبکہ مدینہ میں آپ ﷺ کے ماموں کے گھر سے واپس آرہی تھیں۔ دادا عبدالمطلب نے گود میں اٹھا لیا، لیکن ابھی ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ انہوں نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ آخر ابو طالب نے پرورش شروع کی۔

بارہ سال کی عمر میں شفیق چچا کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے، اسی سفر میں حمیرا اہب کی دور بنن نظریں پڑیں اور اس نے ابو طالب کو مشورہ دیا کہ آپ ﷺ کو شام میں نہ پھرائیں کیونکہ یہودیوں کی جانب سے خطرہ ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے بعض غلاموں کے ساتھ آپ ﷺ کو مدینہ پہنچا دیا۔

۲۵ برس کے سن میں ایک تجارتی کارواں لے کر شام کا پھر سفر کیا، شہر بصری تک گئے، واپسی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بن خویلد سے شادی ہوئی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جنہیں آپ ﷺ کی زوجیت کا فخر حاصل ہوا، اور امہات المؤمنین میں سب سے پہلے اپنے اللہ تعالیٰ سے جا ملیں۔ جب تک زندہ رہیں آپ ﷺ نے دوسری شادی نہ کی، ان کے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ خود رب العزت نے جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے انہیں سلام کلام بھیجا!

(۱) لیکن جلاء نے مکہ کے قبرستان ”معلیٰ“ میں ایک قبر بنا رکھی ہے جسے ”قبر سیدتا آمنہ“ کہتے ہیں ہر پنج شنبہ کو جوق در جوق زیارت کو جاتے ہیں حجاج کو بھی زیارت کرائی جاتی ہے اور خوب لوٹا جاتا

## فصل ۲

### نبوت کی زندگی

#### خلوت پسندی

سال پر سال گزرتے چلے گئے، یہاں تک کہ ایک وقت آیا جب آپ ﷺ تنہائی پسند ہو گئے، حرا کا سنان غار مونس و ہدم ہو گیا۔ اس میں مسلسل کئی کئی رات اور دن، تدبیر و تفکر و عبادت باری تعالیٰ میں منہمک رہنے لگے۔ بتوں سے نفرت تھی، آبائی دین سے بیزاری تھی، کسی چیز سے اتنے بیزار نہ تھے جتنے ان دو چیزوں سے تھے۔

#### اولین وحی

وحی کا آغاز روایات صادقہ سے ہوا، روایت ہے کہ چھ ماہ تک یہی حالت رہی، اس کے بعد اصلی نبوت سے سرفراز ہوئے غار حرا میں گوشہ نشین تھے کہ فرشتہ نمودار ہوا اور سب سے پہلی وحی پہنچائی **اقرا باسم ربك الذی خلق (العلق: ۱)** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور صحیح ہے، حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلی وحی یا **یا ایہا المدثر الخ (المدثر: ۱)** تھی۔<sup>(۱)</sup>

(۱) لیکن بعض کا قول ہے کہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ ہم ان تمام اقوال کو اس طرح جمع کر سکتے ہیں کہ اولیت یا اضافی قرار دیں، اس صورت میں فاتحہ اولین وحی ہوگی جو اس لئے نازل ہوئی کہ آپ وحی سے مانوس اور اس کے سننے کے لئے تیار ہوں، اس کی تائید آپ کے اس جواب سے بھی ہوتی ہے جو درقہ بن نوفل کو دیا تھا کہ ”میں نے یہ سب ایسے شخص سے سنا ہے جسے میں نے دیکھا نہیں“ ”اقراء“ سے اصل وحی آغاز ہوا جبکہ حضرت جبریل نے سینہ سے لگایا کہ تحمل وحی کیلئے استعداد مکمل ہو جائے ”یا ایہا المدثر“ اس معنی میں پہلی وحی ہوگی کہ انتظاع وحی کے طویل وقفہ کے بعد سب سے پہلے وہ نازل ہوئی، یا یہ کہ تبلیغ کے لئے وہ سب سے پہلی وحی ہے

## نبوت

جب چالیسواں سال ختم ہوا، غار حرا میں آفتاب نبوت طلوع ہوا، تاج رسالت فرق مبارک پر رکھا گیا، اور تمام مخلوق کے لئے پیغمبر بنا کر مبعوث کئے گئے، سب متفق ہیں کہ بعثت دو شنبہ کے دن ہوئی، مہینے کی تعیین میں اختلاف ہے، مگر رجحان اسی جانب ہے کہ ۸ ربیع الاول ۴۱ عام الفیل میں رسالت سے سرفراز ہوئے، بعض اسے رمضان میں بتاتے ہیں اور آیت :-

شہر رمضان الذین انزل فیہ القرآن. (البقرہ: ۱۸۵) سے استدلال کرتے ہیں۔  
 ”ماہ رمضان جس میں قرآن نازل کیا گیا۔“

## اقسام وحی

وحی الہی کئی صورتوں سے آتی تھی :-

- (۱) رویائے صادقہ = وحی کا آغاز اسی سے ہوا، خواب دکھائی دیتے، اور جو کچھ دیکھتے بال بال ٹھیک نکلتا۔
- (۲) فرشتہ بغیر نظر آئے قلب میں القا کرتا، جیسا کہ خود فرمایا :-

”ان روح القدس نفث فی روعی انه لن تموت نفس حتی تستکمل رزقها، فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب ولا یحملنکم استبطاء الرزق علی ان تطلبوه بمعصیة اللہ، فان ما عند اللہ لاینال الا بطاعته.“

”روح القدس نے میرے اندر ڈالا ہے کہ کوئی مر نہیں سکتا جب تک اپنی روزی پوری پوری نہ پالے، پس اللہ سے ڈرو، طلب مال ٹھیک طریقہ سے کرو، رزق کی تاخیر تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ اللہ کی معصیت کے راستہ سے اسے حاصل کرو، کیونکہ اللہ کے پاس جو ہے صرف اس کی فرمانبرداری ہی سے حاصل کیا

(۳) فرشتہ انسان کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور وحی پہنچاتا ہے، اس حالت میں کبھی کبھی صحابہؓ بھی اسے دیکھتے تھے۔

(۴) گھنٹی کی آواز کی طرح آتی۔ یہ وحی آپ ﷺ پر بہت سخت ہوتی، حتیٰ کہ کڑا کے کی سردی میں بھی پیشانی عرق ہو جاتی تھی، اگر لونٹ پر ہوتے تو وہ بوجھ سے بیٹھ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ زید بن ثلثؓ کے زانو پر زانو رکھے بیٹھے کہ اسی قسم کی وحی آگئی، زیدؓ کا بیان ہے کہ مجھ پر اس قدر بوجھ پڑا کہ قریب تھا، میری ران ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

(۵) فرشتہ اپنی اصلی صورت میں دکھائی دیتا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا۔ عمر بھر میں صرف دو دفعہ ایسا موقع ہوا، جیسا کہ سورہ النجم میں مذکور ہے۔

(۶) وہ وحی جو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے اوپر شب معراج میں کی، جس میں نماز وغیرہ فرض ہوئی۔

(۷) وہ خطاب جو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ فرشتہ براہ راست کیا، جیسا کہ موسیٰ کلیم اللہ کے ساتھ ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ فضیلت قرآن سے ثابت ہے اور آنحضرت ﷺ کے لئے حدیث معراج سے۔

(۸) بھصوں نے وحی کی ایک اور آٹھویں قسم بھی قرار دی ہے، یعنی بلا حجاب کے اللہ تعالیٰ کا رو در رو کلام کرنا، لیکن یہ مذہب ان لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں آنحضرت نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یہ مسئلہ سلف و خلف دونوں میں مختلف فیہ رہا ہے اگرچہ جمہور صحابہ بلکہ تمام کے تمام حضرت عائشہؓ کے مسلک سے متفق ہیں، چنانچہ عثمان بن سعیدؓ داری نے اس پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

(۱) بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی نے مسروق سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا "اے ام المؤمنین! کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟" وہ بولیں، "سبحان اللہ! تیرے اس سوال سے میرے روئیں کھڑے ہو گئے! تین باتیں کیونکر ممکن ہیں؟ جو کوئی تجھ سے ان کا ذکر کرے، جھوٹا ہے۔" (۱) جو کوئی کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، جھوٹا ہے۔ (پھر یہ آیت پڑھی):

لا تدرکہ الابصار وهو یدرک الابصار، وهو اللطیف الخبیر۔ (الانعام: ۱۰۴)

نگاہیں اسے دیکھ نہیں سکتیں، وہ سب کو دیکھتا ہے وہ تو نہایت لطیف اور سب کچھ جانتا ہے (قیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

### ترتیب دعوت

دعوت کی بنیاد نبوت سے پڑی، آغاز گھر سے کیا، سب سے پہلے اپنے اہل بیت کو دعوت حق پہنچائی، پھر قوم کو، پھر عربوں کو کہ جن میں کوئی نبی مبعوث نہ ہوا تھا، پھر قیامت تک ان تمام قوموں کے لئے اسے چھوڑ گئے جن کے کانوں تک وہ پہنچے۔ ابتدا میں تین سال تک خفیہ خفیہ دعوت دیتے رہے، جب آیت :-

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشركين. (الحجر: ۹۴)

پروردگار کے حکم کا اعلان کرو اور مشرکوں کی پرواہ نہ کرو۔

نازل ہوئی تو علی الاعلان حق کی طرف پکارنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار کی عداوت بڑھی اور آپ ﷺ پر اور مسلمانوں پر مصائب کی بارش شروع ہو گئی، یہاں تک کہ ہجرت کی اجازت دی گئی۔

(بقیہ پچھلا صفحہ)

وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحى  
باذنه ما يشاء انه على حكيم. (الشورى: ۵۱)

کسی انسان کو شیان نہیں کہ اللہ اس سے باتیں کرے، مگر ہاں اس طرح کہ وحی ہو، یا حجاب کے اندر سے ہو، یا فرشتہ بھیجے جو اسکے حکم سے وحی کرے، اللہ بہت بڑا اور حکمت والا ہے۔  
(۲) اور جو کوئی کہے کہ محمد کل (غیب) کی بات جانتے تھے، جھوٹا ہے۔ (پھر یہ آیت پڑھی :-

”وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا، وما تدرى نفس باى ارض تموت ان الله عليم  
خبير.“ (لقمان: ۳۴)

”کوئی نہیں جانتا کہ اس پر کیا گزرے گی؟ کوئی نہیں جانتا کہ کس سر زمین میں مرے گا؟ اللہ بڑے  
علم والا ہے۔“

(۳) اور جو کوئی کہے کہ محمد نے وحی میں سے کوئی چیز چھپا ڈالی، جھوٹا ہے۔ (پھر یہ آیت پڑھی):  
يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك، وان لم تفعل فما بلغت رسالته“ واللہ  
يعصمك من الناس، ان الله لا يهدى القوم الكافرين. (المائدہ: ۶۷)

”اے رسول ﷺ! جو کچھ تیرے رب نے تجھ پر نازل کیا ہے پہنچا دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو  
سمجھا جائے گا کہ تو نے اس کا پیغام ہی نہیں پہنچایا اللہ تجھے لوگوں کے شر سے چائے گا، پیچک



## ابتلا و محن کا دور

جب مسلمانوں کی تعداد بڑھی اور کفار کو خطرہ پیدا ہوا تو انہوں نے تکلیف پہنچانا اور اہل اللہ کو ابتلا و امتحان میں ڈالنا شروع کیا، جب مصیبت حد سے تجاوز کر گئی تو رسول ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دیدی اور فرمایا: ”وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے پاس لوگوں پر ظلم نہیں ہونے پاتا۔“ چنانچہ بارہ مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت کی، جن میں رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ اور ان کے شوہر عثمان بن عفانؓ بھی تھے۔ یہ لوگ حبش میں نہایت آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے کہ ایک جھوٹی خبر مشہور ہو گئی کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مکہ کا رخ کیا، قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کے بجائے قریش نے اور بھی زیادہ عداوت پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اس پر بعض لوگ پھر حبش واپس گئے اور بعض مکہ چلے آئے، جہاں قریش نے انہیں بری طرح ستایا، ان میں ایک عبد اللہ بن مسعودؓ تھے۔

## ایذارسانی قریش

قریش کی ایذارسانی روز بروز بڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ مسلمانوں کے لئے اپنی جان چھاپنا مشکل ہو گیا۔ آخر آنحضرت ﷺ نے پھر ہجرت کا حکم دیا۔ اس مرتبہ ۸۳ مرد اور سات عورتیں حبش روانہ ہوئی اور نجاشی کی پناہ میں بڑی اسودگی سے رہنے لگیں۔ اہل مکہ نے سنا تو سخت برہم ہوئے اور عمرو بن العاص کی سرکردگی میں ایک سفارت نجاشی کے دربار میں بھیجی تاکہ ان مومنین صادقین کے برخلاف اسے آکسائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی تدبیر چلنے نہ دی اور سفارت ناکام لوٹ آئی۔ اس ذلت سے انہیں اور بھی زیادہ اشتعال ہوا، اب وہ ہر طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مجبور ہوئے کہ اہل و عیال سمیت ایک پہاڑی گھاٹی ”شعب اہل طالب“ میں جا کر پناہ لی، چنانچہ آپ اس گھاٹی میں تین سال تک محصور رہے (بعضوں کا قول ہے کہ دو سال) اور کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو آپ ﷺ نے اور اہل بیت نے برداشت نہ کی ہو۔ محاصرہ اٹھنے کے وقت سن مبارک ۴۹) برس کا تھا (اور ایک قول کے مطابق ۴۸ سال کا)۔

## اہل طائف کی سنگدلی

اس واقعہ کے چند ہی ماہ بعد آپ ﷺ کے مہربان چچا ابو طالب کا انتقال ہوا، پھر حضرت خدیجہؓ کی وفات واقع ہوئی۔ ان دو واقعوں کے بعد کفار کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے اور انہوں نے دل کھول کر پریشان کرنا شروع کیا۔ تنگ آکر آپ ﷺ زید بن حارثہ کے ہمراہ طائف تشریف لے گئے، جہاں چند دن قیام رہا اور پیغام حق سنایا، مگر ایک متنفس نے بھی لبیک نہ کہا اور اہل مکہ سے زیادہ سنگدل ثابت ہوئے۔ جب آپ ﷺ واپس ہو رہے تھے تو طائف والوں نے راستے میں دونوں طرف دو صفیں اور باشوں کی کھڑی کر رکھی تھیں جو پتھر مارتی تھیں، آپ ﷺ کے پاؤں اس قدر زخمی ہو گئے تھے کہ خون کی تلیاں چلنے لگی تھیں! راستہ میں عداس نصرانی سے ملاقات ہوئی، اور وہ مشرف باسلام ہوا۔ اسی سفر میں مقام ”خلہ“ پر نصیبین کے سات جنوں نے آپ ﷺ سے قرآن سنا اور اسی سفر میں آپ ﷺ نے پروردگار سے بصد زاری مناجات کی کہ :-

”اللهم اليك اشكو ضعف قوتي وقلة حيلتي.“

”الہی! میں تجھی سے اپنی پیکسی و بے چارگی کا شکوہ کرتا ہوں۔“

مکہ میں داخلہ مطہر بن عدی کی حمایت میں ہوا۔ اس کے بعد معراج ہوئی، پہلے مسجد اقصیٰ پہنچے، پھر ملاء اعلیٰ کی طرف صعود ہوا، جہاں رب العزت سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اور نمازیں فرض ہوئیں۔ معراج عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ ہوئی۔ بھٹوں کا خیال ہے کہ حالت خواب میں ہوئی تھی۔

## دین حق کی ترقی

طائف سے واپسی کے بعد آپ ﷺ برابر مکہ میں مقیم رہے، ہر طرف سے مصائب و آلام کا سامنا تھا، سب کچھ سہتے تھے، مگر دعوت حق سے منہ نہ موڑتے تھے۔ آپ ﷺ کا دستور تھا کہ ہر موسم حج میں قبائل کے پاس فردا فردا جاتے، دعوت دیتے اور فرماتے ”کون ہے جو میری حمایت کرے اور جنت لے، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام مخلوق تک پہنچا

سکوں؟“ مگر کوئی ششونہ ہوتا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنا دین غالب کرے، اپنا وعدہ پورا کرے، اپنے نبی ﷺ کی مدد کرے، اپنا بول بالا کرے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لے، تو اس کے لئے ایک غیر متوقع سامان مہیا کر دیا۔ ایک حج میں آپ ﷺ انصاریوں کے پڑاؤ پر تشریف لے گئے، وہ چھ آدمی تھے (بعض کے نزدیک آٹھ) عتبہ منی کے پاس بیٹھے سر منڈا رہے تھے، سرور دو عالم ﷺ بھی قریب بیٹھ گئے، دعوت حق پہنچائی اور قرآن سنایا۔ ان کے دل نرم ہو گئے، مشرف باسلام ہوئے اور مدینہ لوٹ گئے، یہاں وہ خاموش نہیں بیٹھے بلکہ تبلیغ و دعوت شروع کی جس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی کامیابی عطا فرمائی انصاریوں کا ایک گھر بھی باقی نہ رہا، جس میں اللہ اور اس کے رسول کا چرچا موجود نہ ہو۔ مدینہ میں سب سے پہلی مسجد جس میں قرآن کی تلاوت ہوئی، مسجد منیٰ زریق ہے۔

دوسرے سال موسم حج میں بارہ انصاری مکہ آئے جن میں پانچ اولین مسلمانوں میں سے تھے، انہوں نے عتبہ کے پاس رسول اللہ ﷺ سے عورتوں کی بیعت کی (۱) اور واپس گئی۔ تیسرے سال ان کے ۳۷ مرد اور دو عورتیں آئیں۔ اور اس بات پر بیعت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی اسی طرح حفاظت و حمایت کریں گے جس طرح اپنے اہل و عیال کی اور خود اپنی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں میں سے بارہ نقیب مقرر کئے تھے۔

اس واقعہ کے بعد صحابہؓ کو ہجرت مدینہ کی اجازت دی گئی، اور وہ جوق در جوق خفیہ روانہ ہونے لگے، انصاریوں نے بڑی آؤ بھکت کی اور مدینہ میں ہر طرف اسلام پھیل گیا۔

(۱) عورتوں کی بیعت سے مقصود عورتوں کے شرکاء پر بیعت ہے جو سورہ ممتحہ کی اس آیت میں بیان کی گئی ہیں :-

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُحَرِّمَنَّ اللَّهُ شَيْئًا، وَلَا يَسْرِقَنَّ وَلَا يَزْنِيَنَّ وَلَا يُقْتَلَنَّ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاتِيَنَّ بَهْتَانَ بِفَتْرِيهِنَّ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْبِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ، فَبَايِعْنَهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ.“ (الممتحنة: ۱۲)

”اے نبی ﷺ! جب مومن عورتیں تیرے پاس اس بات پر بیعت کرنے آئیں کہ نہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد قتل کریں گی، نہ کسی پر بہتان لگائیں گی اور نہ نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی، تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کر۔

آج کل کے مسلمان غور کریں کہ کیا وہ عورتوں کے اسلام پر بھی ہیں، مجاہدین فی سبیل اللہ کا ایمان تو بہت دور رہا؟ (مترجم)

## آنحضرت ﷺ کی ہجرت

دین حق کی اس قدر ترقی اور اہل مکہ کی اس قدر سختیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود اپنے پیغمبر کو بھی ہجرت کی اجازت دی، چنانچہ آپ ﷺ مکہ سے روز دوشنبہ ماہ ربیع الاول (بھسوں کا قول ہے کہ ماہ صفر) کو چلے، حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کے غلام عامر بن فہیرہ اور رہبر عبد اللہ بن الارقطہ ہمراہ تھے۔ سفر جاری کرنے سے پہلے آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ تین دن تک غار حرا میں رہے، کیونکہ مشرکین تعاقب میں تھے، پھر ساحل کی راہ سے روانہ ہوئے، یہاں تک کہ مدینہ کے قریب پہنچ گئے، ۲ ربیع الاول دوشنبہ کا دن تھا، حوالی مدینہ، قبائلی گاؤں میں ٹھہرے، خاندان عمرو بن عوف کو مہمان نوازی کی سعادت میسر آئی، ان کے ہاں ۳ دن قیام رہا اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔

جمعہ کے دن شہر مدینہ کا قصد کیا، نماز کا وقت بنی سالم میں ہو گیا، اترے، سب مسلمانوں کو جمع کیا، جن کی تعداد وہاں ایک سو تھی، پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر آگے بڑھے، لوگ ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر آتے اور اونٹنی کی مہار پکڑ کے مہمانی پیش کرتے، جواب ملتا ”چھوڑ دو، اسے حکم مل چکا ہے۔“ چنانچہ وہ چلتے چلتے اس مقام پر بیٹھ گئی، جہاں اب مسجد ہے۔ یہ زمین بنی نجار کے دو لڑکوں سہل و سہیل کے جانوروں کا اصطبل تھی۔ آپ ﷺ اتر پڑے اور اہل ایوبؓ انصاری کے مکان میں فروکش ہوئے۔ پھر اپنی مسجد تعمیر کی، کھجور کی ڈالیوں اور کچھی اینٹوں کی عمارت تھی، خود سرور دو عالم ﷺ اور صحابہؓ دیواریں اٹھاتے تھے۔ مسجد کے بعد اپنا حجرہ تعمیر فرمایا پھر قرب وجوار میں ازواج مطہرات کے حجرے جن میں آپ ﷺ سے قریب تر حجرہ حضرت عائشہؓ کا تھا۔ سات ماہ بعد اہل ایوب انصاری کے ہاں سے اٹھ کر اپنے گھر میں تشریف لے آئے۔

رسول اللہ کی ہجرت کی خبریں حبش پہنچیں تو ۳۳ مہاجر مدینہ کو چلے، جن میں سے سات تو اہل مکہ کے ہاتھوں میں پڑ کر قید ہو گئے، باقی خدمت نبوی ﷺ میں پہنچ گئے۔ ہجرت کے وقت عمر مبارک ۵۳ برس کی تھی۔

## فصل ۳ عام زندگی

### آپ ﷺ کی اولاد

سب سے بڑے بیٹے قاسم، پھر زینب، پھر رقیہ، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ، پھر عبد اللہ (علیم السلام) یہ سب کے سب ام المومنین خدیجہؓ سے تھے، کسی اور بیوی سے اولاد نہ ہوئی، البتہ آپ ﷺ کی کنیز ماریہ قبطیہ سے مدینہ میں ۸ ہجری میں ابراہیم پیدا ہوئے، لیکن حالت شیر خوارگی ہی میں فوت ہو گئے۔ آپ ﷺ کی تمام اولاد آپ ﷺ کی حیات ہی میں فوت ہوئی۔ جز حضرت فاطمہ علیہا السلام کے جو چھ ماہ بعد تک زندہ رہیں، اور ایسے باپ کا غم دیکھنے پر مجبور ہوئیں!

### آپ ﷺ کے چچا اور پھوپھیاں

آپ ﷺ کے چچا یہ لوگ ہیں:-

سید الشہداء حمزہؓ بن عبد المطلب، عباسؓ، ابو طالب، ابولہب، زبیر، عبد الجعبہ، مقوم، ضرار، قثم، مغیرہ، عیداق، بھھوں نے ”عوام“ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ ان میں حمزہؓ و عباسؓ کے سوا کوئی مسلمان نہ ہوا۔  
آپ ﷺ کی پھوپھیاں یہ ہیں:-

صفیہؓ (حضرت زبیر بن العوام کی والدہ) عاتکہ، برہ، اردی، امیمہ، ام حکیم البیضاء، صفیہ کا اسلام محقق ہے، عاتکہ کے اسلام میں اختلاف ہے، بھھوں نے اردی کے مسلمان ہونے کی بھی تصدیق کی ہے۔

### امہات المومنین

سب سے پہلی خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد القرشیہ ہیں، نبوت سے پہلے محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

زوجیت میں آئیں اس وقت عمر ۴۰ سال تھی، مگر ان کی زندگی بحر آنحضرت ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ وہ حضرت خدیجہؓ ہی تھی جنہوں نے باوجود عورت ہونے کے نبوت کے بارگراں اٹھانے میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کی، آپ ﷺ کے ساتھ مصائب برداشت کیں، اور جان و مال اس راہ میں خرچ کیا۔ ہجرت سے تین سال قبل انتقال کیا۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد سووہ بنت زمعہ القرشیہ سے شادی کی انہوں نے ہی بعد کو اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا۔

پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت اہل بصر الصدیق (رضی اللہ عنہما) سے عقد کیا۔ ہجری میں پیدا ہوئیں۔ ازواج مطہرات میں صرف یہی ایک دو شیزہ تھیں حضرت عائشہؓ اپنی تمام جمعہوں میں رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں، سب سے زیادہ ذی علم تھیں، بہت سے صحابہؓ فتوے لیتے تھے، آپ کی یہ فضیلت کیا کم ہے کہ آپ کی طہارت و برات پر خود قرآن نے شہادت دی ہے!۔

پھر حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہما) سے شادی کی، ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ آپ نے انہیں طلاق دے دی تھی، مگر پھر رجوع کر لیا تھا۔ ان کے بعد زینب ہند بنت خزیمہ بن الحارث التھیبیہ ہیں جو شادی سے دو ماہ بعد فوت ہو گئیں۔

پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت بنی امیہ القرظیہ الخزومیہ سے شادی ہوئی جو ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ زندہ رہیں۔

پھر زینب بنت جحش (قبیلہ بنی اسد) سے شادی کی۔ یہ آپ ﷺ کی پھوپھی بہن یعنی امیمہ کی بیٹی تھیں۔ انہیں کے متعلق قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی کہ:

”فلما قضی زید منها وطرا زوجنکھا“<sup>(۱)</sup> (الاحزاب: ۷۳) وہ اس پر فخر کیا کرتیں

(۱) پوری آیت سورہ احزاب میں اس طرح موجود ہے :-

فلما قضی زید منها وطرا زوجنکھا لکیلا یكون علی المؤمنین حرج فی ازواج

ادعیانہم اذا قضاوا منہن وطرا وکان امر اللہ مفعولا (الاحزاب: ۳۷)

جب زید اس سے سیر ہو گیا، ہم نے تجھ سے اس کی شادی کر دی تاکہ مومنین پر اپنے منہ بولے

ٹھکانوں کی عورتوں سے شادی کرنے میں کوئی تنگی باقی نہ رہے جبکہ وہ ان سے سیر (بقیہ اگلے صفحہ پر) ٹھکانوں کی عورتوں سے مومن، متزوج و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور دوسری بی بیوں سے کہتیں ”تمہیں تمہارے ماں باپ نے بیابا ہے، مگر میرا رشتہ خود اللہ نے سات آسمانوں پر جوڑا ہے۔“ اوائل خلافت عمرؓ میں انتقال کیا۔

پھر جویریہ رضی اللہ عنہا منٹ حارث سے شادی کی جو بنی مصطلق کے قیدیوں میں تھیں جو اپنا فدیہ دینے میں مد لینے کے لئے حاضر ہوئیں، آپ نے فدیہ ادا کر دیا اور عقد کر لیا۔ پھر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا منٹ ابی سفیانؓ بن حرب ہیں، جو عبد اللہ بن حبش کی زوجیت میں تھیں دونوں نے حبشہ ہجرت کی شوہر نے مرتد ہو کر عیسائیت قبول کر لی، مگر وہ اسلام پر ثلاث قدم رہیں، آپ ﷺ کو خبر پہنچی تو نجاشی کو ان کی شادی کے لئے لکھا، نجاشی نے خود ہی مراد کیا اور شادی کر دی۔ یہ واقعہ ۷ ہجری کا ہے۔

ان کے بعد صفیہ رضی اللہ عنہا منٹ حمی بن اخطب سے شادی ہوئی، یہ جنگ میں خاص آپ ﷺ کے حصہ میں کنیز ہو کر آئی تھیں، آپ ﷺ نے آزاد کر دیا اور اسی

(بقیہ پچھلا صفحہ) ہو جائیں، بیشک اللہ تعالیٰ کے احکام ہو جانے والے ہیں۔ عرب میں دستور تھا کہ اپنے منہ بولے لڑکوں یا لے پالکوں کی عورتوں سے کسی حال میں بھی رشتہ نہ کرتے کیونکہ انہیں بہو سمجھتے تھے۔ زید بن حارثہ آپ ﷺ کے منہ بولے لڑکے تھے، ان کے ساتھ آپ ﷺ نے زینبؓ بن حبش کا عقد کر دیا تھا۔ جب دونوں میں کسی طرح نہ بنی اور زیدؓ نے طلاق دیدی تو خود آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی، تاکہ یہ جاہلانہ رسم باطل ہو جائے، اسی طرح دوسری ازواج سے عقد کرنے میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت تھی، جیسا کہ کتب سیر میں بالتفصیل مذکور ہے، دشمنان اسلام ہمیشہ ازواج مطہرات کی کثرت پر اعتراض کرتے اور اسے دوسرے جنابت پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ اگر اس طرح کی کوئی بات ہوتی تو آنحضرت کو بہتر سے بہتر عورتیں مل سکتی تھیں، آپ ﷺ دو شیزاؤں کو چھوڑ کر بوزھیوں سے کیوں شادی کرتے! بجز حضرت عائشہؓ کے کوئی دو شیزہ نہ تھی، اور اکثر پچاس کے سن سے متجاوز تھیں، پھر اگر ایسی بات ہوتی تو ہمیشہ نئے نئے مباحہ کرتے رہتے اور یہ آیت نازل نہ ہوتی کہ :-

لا يحل لك النساء من بعد ولا ان تبدل بهن من ازواج ولو اعجبك حسنهن الا ما ملك يمينك، وكان الله على كل شئ رقيباً.

اے نبی ﷺ تیرے واسطے اب اس کے بعد نئی عورتیں جائز نہیں نہ موجودہ عورتوں کو دوسری عورتوں سے بدلنا جائز ہے اگرچہ ان کا حسن تجھے بھائے، صرف تیری کنیزیں اس

سے مستثنیٰ ہیں اللہ ہر چیز کو خوب دیکھتا ہے۔ (ابوزید موصوعی) پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آزادی کو مہر قرار دیکر عقد کر لیا، جس کے بعد یہ سنت پوری امت کے لئے قائم ہو گئی کہ انسان کنیر کو آزاد کر کے اس کی آزادی کو مہر قرار دیدے اور شادی کر لے۔

پھر میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث الہلالیہ سے شادی کی یہ آخری شادی تھی۔

## آپ ﷺ کے غلام اور کنیریں

آپ ﷺ کے غلاموں میں سے زید بن حارثہ آپ ﷺ کے محبوب ہیں، جنہیں آپ ﷺ نے آزاد کر دیا تھا اور اپنی کنیرام ایمن سے شادی کر دی تھی، جن سے اسامہؓ پیدا ہوئے نیز یہ لوگ بھی آپ ﷺ کے غلام ہیں:-

”اسلم، ابورافع، ثوبان، ابو کبشہ، سلیم، شقران صالح، رباح نوہلی، یسار نوہلی، مدعم، کر کرہ نوہلی، انجھہ الحادی، سفینہ ابن فروخ، (ان کا اصلی نام مہران تھا، آنحضرت نے ”سفینہ“ نام رکھا، کیونکہ سفر میں اسباب اٹھا کر چلتے تھے) ابو مشروح انیسہ، افلح، عبیدہ، طحمان، حنین، سندر، فضالہ۔“ کنیروں میں:-

”سلمی ام رافع، میمونہ بن سعد، خضیرہ، رضوی، ریشہ، ریحانہ ہیں۔“

## آپ ﷺ کے خدام

انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود (نعل و مسواک بردار) عقبہ بن عامر الجہنی (آپ ﷺ کا نچر سفر میں چلاتے تھے) اسلم بن شریک (اونٹ کے محافظ) ابو ذرؓ غفاری، ایمن عبیدہ، بلال بن رباح الموزن، سعدؓ (یہ دونوں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام تھے۔

## آپ ﷺ کا لباس

سر پر عمامہ کبھی ٹوپی کے ساتھ ہوتا، کبھی بغیر ٹوپی کے، اور کبھی کبھی صرف ٹوپی پہنتے۔ عمامہ کا شملہ عموماً شانوں کے درمیان پشت پر رہتا جیسا کہ امام مسلمؒ نے عامر بن عبداللہ کی حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر اس حال میں دیکھا کہ سیاہ عمامہ سر پر تھا اور اس کا شملہ پشت پر پڑا تھا۔ لیکن جابر بن عبداللہ کی حدیث محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



(مسلم) میں شملہ کا ذکر نہیں ہے، صرف اس قدر ہے کہ آنحضرت مکہ میں سیاہ عمامہ باندھے داخل ہوئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شملہ ہمیشہ نہیں چھوڑتے تھے۔

جسم مبارک پر کرتا ہوتا تھا جو نہایت پسند خاطر تھا، اس کی آستینیں صرف ہاتھ کے گٹوں تک ہوتی تھیں، تنگ آستیوں اور چھوٹے دامنوں کا جبہ، قبا، تہ بند، چادر اور بعض دوسرے قسم کے لباس بھی استعمال فرمائے ہیں۔

حلہ سرخ بھی پہنا ہے، حلہ دو کپڑوں سے مرکب ہوتا ہے: تہ بند اور چادر۔ سرخ سے یہ مطلب نہیں کہ لال رنگ کا ہوتا تھا، بلکہ حلہ یمانی نام ہی ایسے کپڑے کا تھا جو سرخ و سیاہ دھاگوں کو ملا کر بنا جاتا تھا، اس کا رنگ اگرچہ سرخ نہ ہوتا تھا لیکن کلماتا سرخ ہی تھا۔ خالص سرخ رنگ کا کپڑا پہننے کو آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ گھوڑے پر سرخ رنگ کا زین رکھنے سے بھی روکا ہے۔ (بخاری)

ابو داؤد نے عبد اللہ بن عمرو کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں عصف (زرد رنگ) سے ہلکا رنگا ہوا کپڑا پہنے دیکھا تو فرمایا ”یہ تو نے کیسا کپڑا پہنا ہوا ہے؟“ عبد اللہ کہتے ہیں، میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ فوراً گھر آیا تنور جل رہا تھا۔ میں نے کپڑا اسی میں جھونک دیا۔ پھر جب دوسرے دن حاضر ہوا تو فرمانے لگے ”عبد اللہ کپڑے کی کیا خبر ہے؟“ میں نے واقعہ بیان کر دیا، فرمانے لگے ”اپنی بیوی کو کیوں نہ دیدیا؟ عورتوں کے لئے اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔“

سیاہ رنگ کا کپڑا بھی پہنا ہے، فردہ (یعنی پوتین) بھی کہ جس کے کناروں پر ریشمی گوٹ لگی تھی پہنا ہے جیسا کہ امام احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ خف (چرمی موزے) اور جو تا پہنا ہے صحیح مسلم میں اسامی رضی اللہ عنہما بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک طیلسی خسروانی (کپڑے کی ایک قسم ہے) جبہ نکالا جو دیباچ کی طرح نرم تھا، اور جس میں ریشمی گوٹ لگی ہوئی تھی، پھر فرمایا ”یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، ان کے انتقال پر میں نے لے لیا، آنحضرت ﷺ اسے پہنا کرتے تھے۔“

آپ ﷺ کا کرتہ سونٹ کا ہوتا، طول میں کم اور آستینیں تنگ اور چھوٹی ہوتی تھیں، محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ لمبی چوڑی تھیلیوں کی طرح کشادہ آستینیں نہ تو کبھی رسول اللہ ﷺ کے لباس میں ہوئیں نہ کسی صحابی کے۔ ان کا استعمال قطعاً خلاف سنت ہے بلکہ جواز میں بھی شبہ ہے، کیونکہ وہ منجملہ اس لباس کے ہیں جن سے غرور پیدا ہوتا ہے۔

سفید رنگ کا کپڑا حضور ﷺ کو بہت مرغوب تھا، چنانچہ فرمایا ہے۔ ”سفید کپڑا سب سے بہتر کپڑا ہے، خود پہنو اور مردوں کو اس میں کفناؤ۔“

لباس کے بارے میں آپ ﷺ کی سنت یہ تھی کہ جس قسم کا کپڑا میسر آجاتا، پہن لیتے، کسی خاص صنف پر اصرار نہ تھا، چنانچہ اونی، سوتی، کتان، ہر قسم کے کپڑے پہنتے، الا یہ کہ کوئی خاص عذر یا مانع ہوتا تو اجتناب کرتے، مثلاً ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے واسطے اونی جبہ تیار کیا، آپ ﷺ نے پہن لیا، لیکن جب پسینہ نکلا اور اون میں بدبو پیدا ہوئی تو فوراً اتار دیا۔

آپ ﷺ اچھے سے اچھا کپڑا بھی استعمال کرتے اور معمولی سے معمولی بھی، حتیٰ کہ پیوند تک لگا لیتے۔ ابو داؤد میں عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے جسم مبارک پر بہتر سے بہتر لباس دیکھا ہے۔

پس جو لوگ زہدہ عبادت کے خیال سے اچھے کپڑے اور اچھے کھانے کو منع کرتے ہیں، یا جو لوگ موٹے چھوٹے کھانے کپڑے کو غرور سے ناپسند کرتے ہیں، دونوں کے دونوں سنت نبوی ﷺ سے منحرف ہیں۔ سنت نبوی ﷺ میں ہر بات اعتدال پر مبنی ہے، افراط و تفریط کا وہاں گزر نہیں، اسی بنا پر علماء سلف نے حد سے زیادہ قیمتی اور حد سے زیادہ معمولی کپڑے کے استعمال کو ناپسند کیا ہے، کیونکہ دونوں لباس شہرت میں داخل ہیں۔

انہن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو کوئی دنیا میں لباس شہرت (۱) اختیار کریگا، آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے ذلت و خواری کا لباس پہنائیگا جس کے

(۱) ”لباس شہرت“ سے ہر وہ لباس مراد ہے جو نظروں کو متوجہ کر نیوالا، دلوں پر اثر ڈالنے والا اور صاحب لباس کیلئے عظمت و بزرگی قائم کر نیوالا ہو، عام اس سے کہ دنیا داروں کا لباس ہو یا مذہبی پیشواؤں کا، اس وقت جو خاص لباس صوفیوں اور پرانے مولویں میں رائج ہے، وہ بھی لباس شہرت محکم داخل ہے، کیونکہ اس میں وہ تمام باتیں باقی جاتی ہیں جو لباس شہرت میں ہوتی ہیں۔ (مترجم)

شعلوں میں وہ دوزخ کے اندر پھنسنے گا!“ صحیحین میں ہے کہ فرمایا ”جس کسی نے غرور سے اپنے لباس کا دامن دراز کئے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہ دیکھے گا!“ اس بارے میں کوئی خاص اصول بنایا نہیں جاسکتا، مختلف حالات میں مختلف لباس مناسب ہوتا ہے، چنانچہ شہرت و تکبر کے خیال سے ادنیٰ درجہ کا لباس بھی مذموم ہوتا ہے وراعلیٰ سے اعلیٰ لباس بھی حمد و شکر کی نیت سے محمود ہو جاتا ہے۔

لیکن اس باب میں ہم صحیح مسلم کی اس حدیث کو اصل قرار دے سکتے ہیں جس میں ہے کہ (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا ”جس کسی کے قلب میں ایک ذرہ بھی غرور کا ہو گا وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ اور جس کے دل میں ایک ذرہ بھی ایمان ہو گا وہ جہنم میں جایگا“ اس پر ایک شخص نے عرض کی :-

”لیکن یا رسول اللہ ﷺ! میری خواہش ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ میرا کپڑا اچھا ہو اور جو تا اچھا ہو، کیا یہ بھی غرور ہے؟“ فرمایا: ”نہیں، اللہ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے! غرور، حق کا ٹھکرانا اور مخلوق کی تحقیر ہے!“

## اکل و شرب

اکل و شرب میں سنت نبوی ﷺ یہ تھی کہ جو کھانا موجود ہوتا، اسی پر اکتفا کرتے، نہ موجود کو رد کرتے نہ غیر موجود کے لئے اہتمام فرماتے۔ طبیبات میں سے جو کچھ بھی پیش کر دیا جاتا، تناول فرمالیے، الا یہ کہ طبیعت کراہت کرتی تو ہاتھ اٹھالیے، مگر نہ تو اس کی مذمت کرتے نہ اسے حرام قرار دیتے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی، جو مرغوب ہو ا کھالیا ورنہ خاموشی کے ساتھ چھوڑ دیا، جیسا کہ گوہ، کے معاملہ میں ہوا کہ اسے کبھی نہ کھایا تھا اس لئے تناول کرنے سے اجتناب کیا، لیکن امت پر حرام نہ کیا، بلکہ خود آپ ﷺ کے دستر خوان پر لوگوں نے اسے کھایا اور آپ ﷺ دیکھتے رہے۔<sup>(۱)</sup> بارہا ایسا ہوا کہ گھر میں بالکل کھانا نہ رہا، مگر آپ ﷺ نے نہ تو کسی سے مانگا، نہ

(۱) یہ واقعہ حضرت خالد بن الولید کا ہے۔

شکایت کی، بلکہ صبر و شکر کئے رہے، بسا اوقات بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر تک باندھ لئے ہیں، اور تین تین دن بغیر غذا کے بھوکے رہے ہیں، مگر اف تک نہیں کی۔ سفر میں کھانا عموماً زمین پر رکھا جاتا، اللہ تعالیٰ کے اس وسیع فرش سے دسترخوان کا کام لیتے تھے۔

پانی ہمیشہ بیٹھ کر پیتے، لیکن کھڑے کھڑے پینا بھی ثابت ہے، چنانچہ ایک مرتبہ چاہ زمزم پر تشریف لائے، لوگ پانی پی رہے تھے، آپ ﷺ نے بھی طلب فرمایا، ڈول بڑھا دیا گیا اور آپ ﷺ نے بے تکلفی سے کھڑے کھڑے ہی پی لیا۔ ایک سانس میں پانی پینے یا برتن کے اندر سانس لینے سے منع کیا ہے، فرمایا ”پانی پیو، تو چوس کر پیو۔“ اور فرمایا پانی پیتے ہوئے برتن میں سانس مت لو بلکہ پیالہ ہٹا کر سانس لے لو۔

صحیح مسلم میں ہے کہ جب پانی پیتے تو پیالہ ہٹا کے تین مرتبہ سانس لیتے اور فرماتے :-  
 ”اس طرح پینا زیادہ خوشگوار اور مفید ہے۔“ ترمذی میں ہے کہ فرمایا: ”ایک سانس میں غٹ غٹ پانی نہ پیو، بلکہ دو اور تین دفعہ کر کے پیو! بسم اللہ سے شروع کرو اور جب پی چکو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو۔“ کھانے میں بھی یہی دستور تھا کہ بسم اللہ سے شروع کرتے اور الحمد للہ پر ختم کرتے۔ پانی پی چکتے اور برتن میں کچھ رہ جاتا تو دائیں طرف والے کو بڑھا دیتے اگرچہ بائیں جانب زیادہ سن رسیدہ لوگ موجود ہوتے۔

## ازواج مطہرات کے ساتھ برتاؤ

حضرت انسؓ سے حدیث صحیح میں مروی ہے کہ فرمایا: ”تمہاری اس دنیا میں سے میرے لئے عورتیں اور خوشبو پسندیدہ مادی گئی ہیں، لیکن نماز میں میری دلی مسرت ہے۔“ تمام ازواج کے ساتھ شب باشی، رہن سہن اور نان نفقہ میں برابر کا سلوک کرتے، رہی محبت میں کمی بیشی، تو وہ انسان کے بس کی چیز نہیں، اسی لئے اکثر فرمایا کرتے: ”اللہ تعالیٰ جو کچھ میرے اختیار میں ہے اس میں برابر کا سلوک کرتا ہوں، لیکن جو میرے بس میں نہیں اس پر ملامت نہ کیجیو!“ آپ ﷺ نے طلاق بھی دی ہے، رجوع بھی کیا ہے، ایک مہینہ کے لئے ایلا<sup>(۱)</sup> بھی کیا ہے لیکن ظہار<sup>(۲)</sup> کبھی نہیں کیا۔

(۱) و (۲) ان دونوں لفظوں کے معنی آگے بیان ہوئے۔

تمام ازواج کے ساتھ نہایت ہی اچھا برتاؤ تھا، ہمیشہ خوش خلقی سے پیش آتے، حضرت عائشہؓ کم عمر تھی، اس لئے انصاری لڑکیاں کھیلنے کے لئے بلا دیتے، اگر وہ کسی ایسی بات کے لئے ضد کرتیں جو نامناسب نہ ہوتی تو فوراً پوری کر دیتے، محبت کا یہ عالم تھا کہ جب وہ پانی پیتیں تو برتن میں ٹھیک اسی جگہ پر لب مبارک لگا کر باقی پانی خود نوش فرما لیتے جہاں ان کے لب لگے ہوتے! اکثر ان کی گود میں ٹیک لگاتے، اگر لیام سے ہوتیں تو بھی ان کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ جاتے اور قرآن پڑھتے، روزہ کی حالت میں انہیں پیار بھی کرتے۔

ایک مرتبہ مسجد میں حبشی تماشہ کر رہے تھے، آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو دکھایا، اور اس طرح کہ وہ آپ ﷺ کے شانوں پر جھکی کھڑی تھیں۔ دو دفعہ سفر میں مذاق ان سے دوڑ بھی کی ہے، اور ایک دفعہ گھر سے نکلتے ہوئے دروازہ میں ان سے کشمکش بھی ہوئی ہے۔

قاعدہ تھا کہ سفر میں لگتے تو ازواج میں قرعہ ڈالتے، جس کا نام نکل آتا، اسی کو ہمراہ لے جاتے، حاضرین سے کبھی کبھی فرمایا کرتے ”سب سے اچھا آدمی وہی ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہو، میں اپنے اہل کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا ہوں۔“ دوسری ازواج کی موجودگی میں کبھی کسی ایک کی طرف ہاتھ بھی بڑھاتے۔ عموماً نماز عصر کے بعد سب بیویوں کے ہاں ایک ایک کر کے جاتے اور حالات معلوم کرتے۔ جب رات ہو جاتی تو اس بیوی کے گھر تشریف لے جاتے جس کی باری ہوتی، اس بارے میں کسی کو کسی پر کوئی ترجیح نہ تھی، خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنے جانے اور رہنے سہنے میں ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے۔

نویسویوں میں سے آٹھ کی باری ہوتی تھی، کیونکہ حضرت سودہؓ نے کبر سنی کی وجہ سے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تھی، اس لئے ان کے ہاں دورات رہتے تھے اور باقی سب کے ہاں ایک ایک رات۔ اول اور آخر شب جب چاہتے مقاربت کرتے، اگر اول شب ہوتی تو کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی صرف وضو پر اکتفا کرتے، کبھی ایک غسل

سے تمام ازواج کے ہاں جاتے اور کبھی کبھی ہر ایک کے ہاں الگ الگ غسل کرتے۔ جب کبھی سفر سے رات کو لوٹتے تو اس رات ازواج کے گھر نہ جاتے، اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع فرماتے۔<sup>(۱)</sup>

## سواری

آپ ﷺ کی سواری میں گھوڑے، اونٹ نچر اور گدھے رہے ہیں، کبھی زین کے ساتھ سوار ہوتے کبھی ننگی پیٹھ پر، اکثر تنہا بیٹھے، لیکن کبھی آگے یا پیچھے کسی اور کو بھی شریک کر لیتے، عموماً مردوں کو بٹھاتے، کبھی کبھی ازواج مطہرات میں سے بھی کسی کو لے لیتے، سواری زیادہ تر گھوڑے اور اونٹ کی تھی، نچر کا وجود عرب میں کم تھا اسی لئے جب ایک نچر بطور تحفہ کے آیا اور لوگوں نے عرض کی کیوں نہ گھوڑے اور گدھے سے نسل لی جاوے، تو جواب میں فرمایا: ”یہ فعل جاہلوں کا ہے۔“

## ہتھیار اور گھر گری

آپ ﷺ کے پاس نو تلواریں تھیں، جن میں سب سے زیادہ مشہور ذوالفقار تھی، یہ نہایت محبوب تھی، ہمیشہ ساتھ رہتی تھی، اس پر جا بجا چاندی چیزھی ہوئی تھی۔ سات زرہیں تھیں، چند ڈھالیں تھیں، جن میں ایک کا نام ”فتق“ اور دوسری کا ”زلوق“ تھا۔ پانچ نیزے تھے۔ تین لوہے کی چھڑیاں (حرے) تھیں، جن میں سے کوئی ایک اکثر ساتھ رہتی تھی، کبھی اسے خود ہاتھ میں لے کر نکلتے، عید کے موقعوں پر کوئی دوسرا لے کر آگے آگے چلتا، اور کبھی بطور سترہ کے سامنے نصب کر کے نماز پڑھتے۔ دو خود تھے، ایک کا نام ”موخ“ رکھا تھا اور دوسرے کا مسبوغ۔ تین جے تھے، جنہیں جنگ کے موقعوں پر زیب تن فرماتے، کہا گیا ہے کہ ان میں سے ایک جبہ مہیں سبز کپڑے کا تھا۔ متعدد زرد، سیاہ، اور سفید جھنڈے تھے۔ ایک چھوٹا سا خیمہ بھی تھا، جس کا نام ”کن“ تھا۔ ایک خمیدہ

(۱) یہ اس لئے، تاکہ عورت کو اپنی تیاری کا موقع مل جائے، رات کو اچانک شوہر کے پہنچ جانے سے عورت کو کلفت ہوتی ہے۔ (مترجم)

جریب تھی جسے لے کر چلتے، اس پر سہارا دے کر سوار ہوتے اور اونٹ پر سامنے لٹکا دیتے تھے۔ دو پیالے تھے، ایک میں چاندی کی زنجیر لگی ہوئی تھی، دوسرا شیشہ کا تھا۔ ایک تیل دانی تھی، ایک تھیلی تھی جس میں آئینہ کنگھا، قینچی اور مسواک رہتی تھی۔ بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ چارپائی کے پائے لکڑی کے تھے۔ ایک بہت بڑا کوٹھا تھا، جس کا نام ”غراء“ تھا اس میں چار کنڈے لگے ہوئے تھے اور چار آدمی مل کے اٹھاتے تھے۔ ایک فرش تھا۔ ایک لکڑی کا برتن تھا جو چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا اور آپ ﷺ اس میں رات کو پیشاب کرتے تھے۔

ان چیزوں کے علاوہ آپ ﷺ کی ملکیت میں سو بکریاں تھیں، جن کی تعداد اس سے زیادہ بڑھنے نہ دیتے، جب کوئی زیادہ بچہ پیدا ہوتا، ایک بکری ذبح کر ڈالتے۔ جنگ بدر میں آپ ﷺ کو مال غنیمت میں ابو جہل کا یمنی لونٹ حاصل ہوا تھا جسکی ناک میں چاندی کی گھنڈی لٹکی ہوئی تھی، حدیبیہ کے موقع پر اسی کو قربانی کے لئے مکہ بھیجا تھا تاکہ مشرکین جلیں۔

## صفائی

ہر کام میں یہی پسند تھا کہ دہنی طرف سے شروع ہو، جو تا پینٹا کنگھی کرنا، غسل کرنا، ینا لینا، سب کچھ داہنی طرف سے شروع ہوتا تھا۔ اسی طرح داہنا ہاتھ کھانے پینے اور دہرے کاموں کے لئے تھا، بائیں طرف استنجا، اور کشافتوں کے دور کرنے کے لئے تھا۔

## حجامت

حجامت کے بارے میں سنت یہ تھی کہ یا تو پورا سر منڈا دیا جائے یا بالکل نہ مونڈا<sup>(۱)</sup>

(۱) آپ ﷺ نے عمر بھر صرف ایک مرتبہ سر منڈایا ہے اور وہ بھی حج کے موقع پر، سر پر ہمیشہ بال رہتے تھے، جب کاندھوں تک دراز ہو جاتے تو ترشوا کر کانوں کی لو تک کر دیتے تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ سنت سر پر بال رکھنا ہے، نہ منڈانا، جیسا کہ جاہلوں میں مشہور ہو گیا ہے۔ علاوہ اس کے ذوق بھی یہی چاہتا ہے کہ سر پر بال ہوں، منڈانا، جیسا کہ جاہلوں میں مشہور ہو گیا ہے۔ علاوہ اس کے ذوق بھی یہی چاہتا ہے کہ سر پر بال ہوں، منڈا ہوا سر نہایت برا معلوم ہوتا ہے، انبیاء کا ذوق سب سے زیادہ صحیح ہوتا ہے، اسی لئے ان کے طریقوں میں کوئی چیز ایسی نہیں جسے ذوق سلیم ناپسند کرے۔ (مترجم)

جائے۔ آپ ﷺ موٹھے<sup>(۱)</sup> ترشواتے تھے، ترمذی کی حدیث ہے کہ فرمایا ”جو موٹھے نہیں کھاتا وہ ہم میں سے نہیں۔“ صحیح مسلم میں ہے ”موٹھیں ترشواؤ، داڑھیاں<sup>(۲)</sup> بڑھاؤ، اس طرح مجوسیوں کی مخالفت کرو۔“ صحیحین میں ہے کہ مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ، موٹھیں کم کرو۔“

## خوشبو

آنحضرت ﷺ کو خوشبو بہت پسند تھی اور اس کا استعمال بھرت کرتے تھے حتیٰ کہ بقول ایک جماعت علماء کے خوشبو کی کثرت استعمال سے آپ ﷺ کے بال سرخ ہو گئے تھے اور شبہ ہوتا تھا کہ شاید مہندی کا خضاب کیا گیا ہے۔

جلد بن سمرہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ کے سر مبارک میں سفید بال تھے؟ جواب دیا صرف چند بال مانگ پر سفید ہو گئے تھے مگر جب تیل لگا لیتے تو چکنائی میں چھپ جاتے تھے۔

(۱) بہت سے لوگ موٹھیں بالکل منڈا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اتباع سنت کر رہے ہیں حالانکہ سنت میں کہیں بھی موٹھے منڈانا مذکور نہیں، بلکہ بعض آئمہ نے تو ایسے لوگوں کی تعزیر کا حکم دیا ہے، کیونکہ وہ موٹھیں صاف کر کے اپنے چروں کو کھاڑتے اور اللہ کی صنعت کو بد نماتا ہے، اور واقعہ میں یہ درست بھی ہے کیونکہ لمبی داڑھی کے ساتھ منڈھی ہوئی موٹھیں چہرہ کو اس قدر بد ہیئت بنا دیتی ہیں کہ مشکل انسان اپنی نفرت چھپا سکتا ہے۔ (مترجم)۔

(۲) داڑھی کی درازی کے متعلق سنت میں کوئی تحدید نہیں، ایک مشت اور دو انگلی کی ناپ جو مشہور ہو گئی ہے، سنت میں اس کا کہیں ذکر نہیں درحقیقت یہ چیز بھی انسان کے ذوق سے تعلق رکھتی ہے اور کسی تحدیدی حکم کی محتاج نہیں، کیونکہ ہر انسان اگر ذوق سلیم رکھتا ہے تو جانتا ہے کہ کتنی بڑی داڑھی اس کے چہرہ اور قد کے لئے مناسب ہوگی، تمام صحابہ کی داڑھیاں برابر نہ تھیں اور نہ کوئی خاص ناپ تھی جس سے داڑھیاں ناپی جاتی ہوں۔ لہذا اس معاملہ میں زیادہ اصرار نہیں کرنا چاہیے اور لوگوں کو ان کے ذوق پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے، بہت سے لوگ ”خط“ ہواتے ہیں یعنی رخسار، ہونٹ اور گلے کے بال منڈاتے ہیں۔ جو بلاشبک ”داڑھی“ کے اندر داخل ہیں، یہ طریقہ بھی مسنون نہیں، معلوم نہیں یہ رسم کیونکر پھیل گئی؟ حالانکہ اس سے بھی چہرہ بد نما ہو جاتا ہے، اسی طرح گدی پر کے بال منڈانے سے بھی بد نمائی پیدا ہوتی ہے۔ مسلمان کے لئے زیبا نہیں کہ اپنی صورت کھائے، اللہ تعالیٰ جو خود جمیل ہے اور جمال کو



بخاری میں ہے کہ کبھی خوشبو واپس نہ کرتے، مسلم میں ہے کہ فرمایا: ”جس کسی کو پھول پیش کیا جائے، چاہئے کہ رد نہ کرے کیونکہ وہ اٹھانے میں ہلکا اور سونگھنے میں خوشگوار ہے۔“

## گھروں کی صفائی

بزار نے مسند میں روایت کی ہے کہ فرمایا: ”اللہ طیب ہے، طیب کو پسند کرتا ہے، صاف ہے، صفائی کو پسند کرتا ہے، سخی ہے سخوت کو پسند کرتا ہے، اپنے گھروں اور صحنوں کو صاف ستھرا رکھو اور یہودیوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو گھروں میں ہی کوڑا کرکٹ ڈھیر رکھتے ہیں۔“

حدیث میں ہے کہ ”ہر مسلمان پر اللہ کا یہ حق ہے کہ ہر ساتویں دن ضرور غسل کرے، اور خوشبو میسر ہو تو استعمال کرے۔“

## مسواک

آپ ﷺ کو مسواک بھی بہت مرغوب تھی، روزہ سے ہوں یا بے روزہ جب بیدار ہوتے، یا وضو کرتے، یا نماز کے لئے کھڑے ہوتے، یا گھروں میں جانے لگتے تو مسواک ضرور کرتے۔ صحیحین میں ہے کہ ”اگر امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز پر مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“ بخاری میں (تعلیقا) ہے مسواک منہ کی صفائی اور پروردگار کی خوشنودی ہے۔ ”! مسواک کے بارے میں بجز احادیث وارد ہوئی ہیں، قطع نظر اس کے اس میں بے شمار فوائد بھی ہیں، وہ منہ کو صاف کرتی ہے، مسوڑھے مضبوط کرتی ہے، دانتوں کے خلا اور سوراخوں کو دور کرتی ہے، قرآء قرآن اور ذکر الہی کی ترغیب دیتی ہے۔“

مسواک ہر حال میں مستحسن ہے خصوصاً وضو اور نماز کے وقت تو ضروری قرار دی گئی ہے، منہ کی بدبو کا زائل کرنا ہر وقت اور ہر شخص کے لئے ضروری ہے، عام اس سے کہ روزہ سے ہو یا بے روزہ، روزہ دار کے لئے تو مسواک اور بھی زیادہ ضروری ہے، کیونکہ خلوص معدہ کی وجہ سے اس کے منہ میں بوزیادہ ہو جاتی ہے، خود آنحضرت ﷺ کا بھی اس پر عمل تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## روزہ اور مسواک

چنانچہ سنن میں عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں بے شمار مرتبہ مسواک کرتے دیکھا ہے۔ البتہ بخاری نے ابن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ روزہ دار کو دن کے اول اور آخر حصہ میں مسواک نہ کرنا چاہیے۔

لیکن تمام امت کا اجماع ہے کہ روزہ دار جب چاہے کلی کر سکتا ہے، حالانکہ کلی، مسواک سے زیادہ دہن کو تری پہنچاتی ہے۔ بدبو سے روزہ دار کا ثواب نہیں بڑھتا، اللہ تعالیٰ کو کیا پڑی ہے کہ لوگ بدبو دار منہ لے کر اس کی عبادت کریں؟

بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو روزہ دار کے منہ کی بو بھلی معلوم ہوتی ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ قصداً منہ میں بو باقی رکھی جائے، یہ تو صرف روزہ کی ترغیب کے لئے فرمایا گیا ہے اور قیامت کے دن ہو گا نہ کہ دنیا میں۔ قیامت میں روزہ دار کے منہ کی بو اسی طرح مشک سے بہتر ہوگی جس طرح اس دن مجاہد کے زخموں کا خون، رنگ میں تو خون کی طرح لال ہوگا، مگر اپنی بو میں مشک کی طرح ہوگا، حالانکہ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اس دنیاوی زندگی میں مجاہد کو اپنے جسم سے خون ضرور دور کرنا چاہیے، یہی حال روزہ دار کے دہن کی بو کا بھی ہے۔ پھر مسواک سے روزہ کی اصلی بو تو دور بھی نہیں ہو سکتی، جب تک معدہ خالی ہے تو ضرور باقی رہیگی، بلکہ ابن سے مقصود صرف یہ ہے کہ دانتوں اور مسوڑھوں پر کی کثافت دور ہو جائے اور منہ لئے بو نہ اڑے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام باتیں امت کو تادی ہیں جن سے روزہ مکروہ ہوتا ہے، مگر مسواک کا ان میں کہیں ذکر نہیں، حالانکہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ لوگ مسواک کرتے اور کریں گے اور خود آپ بھی کیا کرتے اور بہت زیادہ وسیع الفاظ میں اس کے استعمال کی ترغیب دلایا کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا کہ روزہ میں مسواک اس وقت نہیں، اس وقت کرو۔<sup>(۱)</sup>

(۱) اس میان سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو صفائی کا کتنا خیال تھا، اب مسلمان سوچیں کہ ان کی حالت کیا ہے؟ کہا جا سکتا ہے کہ حیثیت مجموعی موجودہ زمانہ میں مسلمان شاید دنیا کی کثیف ترین قوم ہیں۔ عوام سے زیادہ علماء کرام کو صفائی کی جانب توجہ کرنا چاہیے، طہارت کے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

## قضائے حاجت

جب قضائے حاجت کے لئے جاتے تو فرماتے :-

”اللهم انى اعوذبك من الخبث والخبائث الرجس النجس  
الشیطان الرجیم.“

”الہی! مجھے اپنی پناہ میں رکھ خبث سے خبائث سے، نجس شیطان رجیم سے۔“  
جب فارغ ہو کر لوٹتے تو فرماتے :-

”غفرانک“

”تیری مغفرت مطلوب ہے۔“

کبھی پانی سے استنجا کرتے، کبھی پتھر سے اور کبھی دونوں سے۔ جب سفر میں ہوتے تو  
قضائے حاجت کے لئے دور چلے جاتے، یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے، کبھی  
کوئی آڑ سامنے رکھ لیتے، کبھی جھاڑیوں اور درختوں کی آڑ میں بیٹھتے۔ اگر سخت زمین پر پیشاب  
کرنا ہوتا تو چھینٹیں اڑنے کے خوف سے پہلے کسی لکڑی سے کرید کر زمین نرم کر لیتے۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) معنی صرف یہ نہیں کہ انسان صحیح طور پر استنجا کر لیا کرے یا غسل جنات میں دو  
لوٹے اوپر انڈیل لے بلکہ طہارت سے مقصود جسم اور لباس کی میل پچیل اور بو سے پاکی ہے، جسکی  
افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں بہت کمی ہے مسلمانوں کی مجلسوں اور مسجدوں میں ہمیشہ دیکھا جاتا  
ہے کہ لوگ اس حالت کے ساتھ جمع ہوتے ہیں کہ ان کے کپڑوں سے سخت تعفن آتی ہے، اکثر  
مسلمان جمعہ سے پہلے غسل ہی نہیں کرتے اور نہ کپڑے بدلتے ہیں اگرچہ کتنے ہی میلے ہو جائیں، اسی  
کثافت کا نتیجہ ہے کہ ہمارا دل و دماغ بھی کثیف اور ست ہو گیا ہے اور اگلی سی نشاط و ہمت باقی نہیں۔  
مساک کا میان پڑھ چکے ہو مگر ہماری حالت کیا ہے؟ بہت سے لوگ بالکل دانت صاف ہی نہیں  
کرتے، بہت سے اوپر اوپر مساک کر لیتے ہیں منہ کے اندر صفائی کی ضرورت نہیں سمجھتے، نتیجہ یہ  
ہوتا ہے کہ منہ سے سخت تعفن آتی ہے اور ساتھ بیٹھنے والا پریشان ہو جاتا ہے، خصوصاً مساجد میں  
جبکہ صفیں کھڑی ہوتی ہیں اور لوگ بے پروائی سے جمائیاں لیتے ہوتے ہیں تو اس قدر بو پھیلتی ہے کہ  
سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ جب ہمارے منہ اور جسم کی یہ حالت ہے تو مکانوں کی صفائی کا سوال ہی  
فضول ہے، کتنے مسلمان ہیں جن کے مکان ان یودیوں کے سے نہیں جن کے مثل ہونے سے  
حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ (مترجم)

عموماً بیٹھ کر پیشاب کرتے، لیکن امام مسلم نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے کھڑے بھی پیشاب کیا ہے۔ مگر یہ صرف ایک مرتبہ کا واقعہ ہے جبکہ ایک گڑھے کی طرف سے گزرے اور جگہ کے بے موقع ہونے کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے پر مجبور ہوئے۔ بیت الخلا سے نکلنے کے بعد بھی قرآن پڑھتے تھے۔

استنجا ہمیشہ بائیں ہاتھ سے کرتے تھے اور ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ کرتے تھے جو عموماً شکی لوگ کیا کرتے ہیں۔<sup>(۱)</sup> پیشاب کرتے ہوئے سلام کا جواب نہیں دیتے تھے۔

صحیح مسلم میں ابن عمرؓ کا قصہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے ابن عمرؓ ادھر سے گزرے اور سلام کیا، آپ ﷺ نے انہیں جواب تو دے دیا مگر فراغت کے بعد فرمانے لگے: ”میں نے صرف اس خیال سے جواب دے دیا ہے کہ تمہیں یہ خیال نہ گزرے کہ تمہارے سلام کا جواب میں نے نہیں دیا، لیکن آئندہ سے خیال رکھو کہ جب اس حالت میں ہوں تو سلام نہ کرنا، کیونکہ جواب نہیں دوں گا۔“

استنجا کے بعد زمین پر ہاتھ مارتے تھے۔ جب قضائے حاجت کے لئے بیٹھتے تو اس وقت تک کپڑا نہ اٹھاتے جب تک زمین سے بالکل قریب نہ ہو جاتے۔

(۱) اس بارے میں متداول کتب فقہ میں بڑی بڑی مجلس لکھی ہوئی ہیں اور طرح طرح کی شرطیں بیان کی گئی ہیں جن کے بغیر بقول ان کے استنجا درست نہیں ہوتا، پھر ان لوگوں نے جو اپنے کو پرہیزگار کہتے ہیں عجیب عجیب طریقے اس کے لئے اختیار کر رکھے ہیں جنہیں کبھی ”احتیاط“ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی للذمہ طہارت قرار دیتے ہیں، اور جو ان کی پیروی نہ کرے اسے غیر متقی یا مذہب سے بے پرواہ سمجھتے ہیں، حالانکہ سنت نبوی ﷺ میں ان کے ان توہمات کا کہیں پتہ نہیں، پھر سب سے زیادہ عجیب بات اس باب میں وہ ہیئت استنجا ہے جو ڈھیلا کرنے والوں نے ضروری قرار دے رکھی ہے۔ یہ لوگ ڈھیلا لیکر دیر تک ٹہلتے ہیں کھکارتے ہیں، ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ کے آگے جھکتے ہیں اور اپنے شرمناک منظر کے ساتھ بلا کسی حیا کے راستوں، بازاروں اور مسجدوں میں دیکھے جاتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ طریقہ سخت شرمناک اور مذموم ہے، جلد سے جلد اس

## چلنا، بیٹھنا اور ٹیک لگانا

ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار<sup>(۱)</sup> میں نے کسی کو نہیں دیکھا، جب چلتے تو معلوم ہوتا کہ زمین سامنے سے تہ ہوتی چلی جاتی ہے، ہم دوڑتے دوڑتے خستہ ہو جاتے تھے، مگر آپ ﷺ کو کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ جب چلتے تو اس طرح گویا ڈھلوان پہاڑی سے اتر رہے ہیں۔

دستور تھا کہ جب صحابہؓ ساتھ ہوتے تو انہیں آگے کرتے اور خود پیچھے چلتے اور فرماتے مجھے ملائکہ کیلئے اپنے پیچھے رہنے دو۔ “آپ جو تاپن کے بھی چلتے اور برہنہ پاؤں بھی، بعض غزوات میں چلے جا رہے تھے انگشت مبارک میں زخم آگیا اور خون بہنے لگا، اس پر یہ شعر زبان مبارک پر رواں ہوا:-

هل انت الا اصبح دميت وفي سبيل الله ما لقيت  
”تو کیا ہے؟ صرف ایک انگلی ہی تو ہے جو زخمی ہو گئی ہے، اللہ کی راہ میں تجھے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے!“

سفر میں اپنے صحابہؓ کا مؤخرۃ الخیش خود ہوتے، کمزوروں کو سہارا دیتے، پیدل چلنے والوں کو اپنے ساتھ سوار کر لیتے، ان کے حق میں دعاء فرماتے۔

نشست میں بھی کچھ اہتمام نہ تھا کبھی فرش پر بیٹھتے، کبھی چٹائی پر اور کبھی خود زمین ہی پر۔ جب عدی بن حاتم آئے تو آپ ﷺ انہیں اپنے گھر لے گئے، کینر نے وہ گدا لا کر ڈال دیا جس پر اکثر بیٹھا کرتے تھے، مگر اس پر تنہا بیٹھنا گوارا نہ کیا اور اپنے اور عدی کے پیچ میں رکھ کے خود زمین پر رونق افروز ہو گئے۔

عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس بات کا مجھ پر بہت اثر پڑا اور میں جان گیا کہ :

(۱) ہمارے ہاں بہت سے لوگ خراباں خراباں چلنے کو علامات زہد و اتقا سے قرار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اور صدر اول کے مسلمان ہمیشہ چاق چومد رہتے اور سپاہیانہ زندگی بسر کرتے تھے، یہ چیز ان کے خیال میں مانع زہد نہ تھی، لیکن آج ان سے زیادہ پرہیزگار بن گئے ہیں اور اس زندگی کو دنیا داروں کی زندگی قرار دیتے ہیں، سچ ہے جب پستی آتی ہے تو کسی چیز کو بھی عام اس سے کہ دنیا ہو یا دین، محکم خلائل علی بن اسماعیل بن عبد بن بختنوع و منفرد موضوعات پر کھشتمل المفصم ان الاثر (مکتبہ

”یہاں بادشاہی نہیں ہے!“

لینے میں بھی کوئی خاص اہتمام نہ تھا کبھی کبھی ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھ لیا کرتے تھے، تکیہ سے ٹیک بھی لگاتے تھے، کبھی داہنی سمت اور کبھی بائیں سمت، اگر ضرورت پڑتی تو کمزوری کے باعث کبھی کسی صحابی پر بھی ٹیک لگالیتے تھے۔

**گفتگو، خاموشی، ہنسی، رونا**

آپ ﷺ از حد فصیح اور شیریں بیان تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، تمہاری طرح بڑبڑاتے نہ تھے۔ ٹھہر ٹھہر کر بولتے اور ایک ایک فقرہ اس طرح الگ الگ کر کے کہتے کہ مخاطب پوری طرح کھنکھویاد کر لیتا۔ اکثر جملہ کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ خوب ذہن نشین ہو جائے۔

ہمیشہ خاموش رہتے، بلا ضرورت کبھی نہ بولتے، جب بولتے تو منہ بھر کے بولتے، کٹے پھٹے لفظ نہیں بلکہ صاف صاف اور پورے پورے لفظ بولتے۔ زبان پر ہمیشہ جوامع الکلم جاری ہوتے تھے، جچے تلے لفظ ہوتے تھے، مطلب سے ایک لفظ بھی کم زیادہ نہ ہوتا تھا۔

اگر کوئی بات ناگوار ہوتی تو چہرہ کارنگ بدل جاتا تھا اور مخاطب سمجھ جاتا کہ یہ بات بری معلوم ہوئی ہے۔ بد خلقی، سخت کلامی، فحش گوئی اور شور و غل کا وہاں گزر نہ تھا۔

ہنسی بس یہاں تک تھی کہ لبوں پر مسکراہٹ ظاہر ہو جاتی، اگر بہت زیادہ ہنستے تو باچھیں کھل جاتیں، وہاں قہقہے نہ تھے۔ آپ ﷺ کو بھی انہیں باتوں سے ہنسی آتی تھی جن سے سب ہنستے ہیں۔

اسی طرح رونا بھی تھا، دھاڑیں مارنا یا ہچکیوں سے رونا نہ تھا، صرف آنکھوں سے آنسو ڈبڈبا آتے تھے، اگر بہت ہوا تو آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور گریہ کی آواز سینہ سے نکلتی معلوم ہوتی۔ آپ ﷺ کا رونا کبھی میت کے لئے ہوتا، کبھی اپنی امت کے لئے، کبھی خشیت الہی سے، کبھی قرآن سننے سے جس میں شوق، محبت، خوف اور خشیت کی آمیزش ہوتی۔

جب آپ ﷺ کے فرزند ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اور زبان سے صرف اس قدر فرمایا:-

”تدمع العين ويحزن القلب ولا نقول الا ما يرضى ربنا وانا بك

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یا ابراہیم لمخزونون۔“

”آنکھ روتی ہے، قلب رنجیدہ ہے لیکن ہم وہی کہیں گے جس سے پروردگار راضی ہو، ابراہیم! تیرے لئے ہم غمزدہ ہیں!“

اسی طرح اپنی ایک صاحبزادی کو حالت نزع میں دیکھ کر روئے۔

ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعودؓ نے سورہ نساء سنائی اور جب آیت :-

”فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا۔“ (النساء: ۴۱)

”پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک احوال کہنے والا بلا دینگے اور تجھ کو ان لوگوں پر احوال کہنے والا بلا لیں گے۔“

پر پہنچے تو رقت طاری ہوگئی۔ ایک مرتبہ سورج گرہن پڑا تو آپ ﷺ نے صلاۃ الکسوف پڑھی اور نماز میں بہت روئے۔ رات کی نمازوں میں اکثر کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی اور آپ ﷺ رویا کرتے تھے۔

## مرغوبات و مکروہات

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا ”جس عمدہ کو اللہ کی طرف سے نعمت حاصل ہوئی عام اس سے کہ اہل و عیال میں ہو یا مال و متاع میں، اور اس نے کہا ”ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ“ تو اس پر موت کے سوا کوئی مصیبت نہ آئیگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

”ولو لا اذ دخلت جنتك قلت ما شاء الله لا قوۃ الا باللہ۔“

جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا کیوں نہ کہا ”یہ اللہ کی مشیت ہے اور بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کے ہاں کوئی طاقت نہیں ہے۔“

حدیث میں ہے کہ رؤیائے صالحہ اللہ کی طرف سے ہے اور برے خواب شیطان کی طرف سے، پس جو کوئی برا خواب دیکھے تو چاہیے کہ بائیں جانب تھوک دے، شیطان سے پناہ مانگے اور کسی سے بیان نہ کرے، لیکن اگر اچھا خواب دیکھے تو چاہیے کہ خوش ہو اور جس سے چاہے بیان کرے۔

## عملی زندگی

### گھر میں کس طرح داخل ہوتے تھے؟

گھر میں اس طرح داخل ہوتے کہ گھر والوں کو پیشتر سے اطلاع ہو جاتی، اچانک نہ گھس جاتے کہ لوگ بے خبری کے عالم میں ہوں جب اندر پہنچتے تو سلام کرتے، پھر کبھی فرماتے ”تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟“ اور کبھی خاموش رہتے یہاں تک کہ ماحضر پیش کر دیا جاتا۔

ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت انسؓ سے فرمایا ”جب گھر میں جاؤ تو سلام کرو تاکہ اللہ کی برکت تم پر اور تمہارے اہل عیال پر نازل ہو۔“ اور فرمایا ”جب آدمی گھر آتا ہے اور اندر جاتے اور کھانے پر بیٹھتے ہوئے اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے اب میرے لئے یہاں رہنا اور کھانا نہیں، لیکن اگر اللہ کو یاد نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے لو میرے لئے شب باشی کا سامان ہو گیا، پھر اگر کھانے پر بھی اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے اب مجھے کھانا بھی مل گیا۔“ (مسلم)۔



## گھر میں جانے کے لئے اجازت چاہنا

جب کسی کے ہاں تشریف لے جاتے تو سیدھے دروازہ کے سامنے نہ آجاتے بلکہ دائیں یا بائیں پہلو سے آتے اور فرماتے ”السلام علیکم“ حدیث میں ہے کہ فرمایا ”جب کسی کے گھر جاؤ تو اندر جانے کے لئے تین مرتبہ اجازت طلب کرو، اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ واپس چلے آؤ۔“

ایک مرتبہ ایک شخص آپ ﷺ کے حجرہ میں سوراخ سے جھانک رہا تھا، آپ ﷺ اٹھے اور اس کی آنکھ پھوڑ ڈالنے کا ارادہ کر لیا، پھر فرمایا ”اگر کوئی بغیر اجازت تمہیں جھانکے اور تم کنکری ماد کے اس کی آنکھ پھوڑ ڈالو تو یہ کوئی الزام کی بات نہیں۔“ نیز فرمایا ”جو کوئی کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جھانکے اور صاحب خانہ اس کی آنکھ پھوڑ ڈالے تو نہ دیت ہے نہ قصاص۔“ ایک شخص حاضر ہوا اور اندر آنا چاہا، آپ ﷺ نے فرمایا ”کہو السلام علیکم، کیا میں آؤں۔“<sup>(۱)</sup>

### خطبہ

آپ ﷺ نے زمین پر کھڑے ہو کر بھی خطبہ دیا ہے، منبر پر سے بھی اور اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر بھی۔ جب خطبہ دیتے تو آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی، غیظ و غضب از حد بڑھ جاتا، اور ایسا معلوم ہوتا گویا کسی فوج کو لٹکار رہے ہیں۔

خطبہ اس طرح شروع فرماتے تھے :-

”اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدی ہدی

محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة.“

”سب سے بہتر گفتگو کتاب اللہ ہے، سب سے بہتر ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت

ہے، سب سے بری چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

(۱) یہ اسلامی ادب تو مسلمانوں سے تقریباً مفقود ہو گیا ہے، لوگ دوسروں سے ملنے آتے ہیں اور اگر دروازہ پر دربان موجود نہ ہو تو بلا تکلف اندر چلے آتے ہیں، اجازت لینے کی ضرورت نہیں سمجھتے، گویا خود اپنا گھر ہے۔ (مترجم)

ہر خطبہ روٹنا سے شروع کرتے تھے بہت سے فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ خطبہ انعام کے بجائے استغفار سے، اور خطبہ عید تکبیر سے شروع کرنا چاہئے بلا دلیل دعویٰ ہے سنت نبوی ﷺ میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ملتا بلکہ عمل نبوی اس کے سراسر خلاف ہے۔ آپ ﷺ ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔

مراہیل عطا میں ہے کہ جب منبر پر کھڑے ہو جاتے تو لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ”السلام علیکم“ شععی کا قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی سنت بھی یہی تھی۔ بسا اوقات خطبہ صرف قرآن سے مرکب ہوتا تھا، صحیح مسلم میں ام ہشامؓ بنت حارثہ کی روایت ہے کہ سورہ قاف میں نے خود آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے سن سن کر یاد کی ہے، کیونکہ آپ ﷺ ہر جمعہ میں اسے منبر پر بطور خطبہ کے پڑھا کرتے تھے۔

یو داؤد کی روایت ہے کہ خطبہ میں جب شہادت پر پہنچتے تو یوں فرماتے :-

”الحمد لله نستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا  
من يهد الله فلا مضل له ومن يضل فلا هادي له و اشهد ان لا  
اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله ارسله بالحق بشيرا و نذيرا  
بين يديه الساعة و من يطع الله ورسوله فقد رشد و من يعصهما  
فانه لا يضره الا نفسه و لا يضر الله شيئا.“

حمد اللہ کے لئے ہے۔ ہم اسی سے اعانت و مغفرت چاہتے، اور اپنے نفسوں کے شر سے اسی سے پناہ مانگتے ہیں، جسے اللہ ہدایت یاب کرے اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں اور جسے ادھر سے ہدایت نہ ملے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ محض اس کا بندہ اور رسول ہے جسے اس نے قرب قیامت پر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی، ہدایت پائی، اور جو ان دونوں کا نافرمان ہو اوہ خود اپنے تئیں نقصان پہنچائے گا، اللہ کا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔“

خطبہ کا موضوع، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، اس کے اوصاف و کمالات کا بیان، اصول اسلام کی تعلیم، حالات جنت، دوزخ کی تشریح، تقوائے الہی کی ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی و خوشنودی کے اسباب کی تفصیل ہوتا تھا۔ ہر موقع پر خطبہ کے مطالب ایسے ہوتے جو مخاطبین کی حالت و ضرورت کے مناسب ہوتے۔<sup>(۱)</sup>

آپ ﷺ نے کوئی خطبہ نہیں دیا جس میں شہادت کے دونوں کلموں کا اعادہ اور اپنے خاص نام (محمد ﷺ) کا ذکر نہ کیا ہو۔ خطبہ کبھی طویل ہوتا تھا، کبھی مختصر، عید کے موقعوں پر عورتوں کے لئے علیحدہ خطبہ دیتے، جس میں انہیں صدقہ کی ترغیب دلاتے۔ خطبہ دیتے وقت کبھی عصا پر ٹیک دیتے اور کبھی کمان پر۔

## نام

الفاظ معانی کے قالب ہیں، اسم اور مسمیٰ میں ضرور کوئی معنوی مناسبت ہوتی ہے، اسی لئے آپ ﷺ ہمیشہ اچھے نام پسند فرماتے اور برے نام رکھنے سے روکتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام: ”عبداللہ“ اور ”عبدالرحمن“ ہیں، سب سے زیادہ درست نام: حارث (ماہریا کا شکر) اور ہمام (شجاع - سخی) ہیں، سب سے زیادہ مکروہ نام حرب (جنگ) اور مرہ (تلخ) ہیں۔ نیز فرمایا ”اپنے غلام کا نام بیار (زری، کشادگی) رباح (نفع) حجاج (کامیاب) اقلح (نہایت کامیاب) نہ رکھو، کیونکہ کبھی اس کا نام لیکر پکارو گے کہ فلاں وہاں ہے؟ اگر وہ نہ ہو تو جواب ملیگا نہیں!

اسی طرح آپ ﷺ نے عاصیہ (نافرمان) کا نام یہ فرما کر بدل دیا کہ ”تو عاصیہ نہیں، جلیلہ ہے“ اس بارے میں اس قدر خیال تھا کہ حکم دے دیا تھا کہ آپ ﷺ کے

(۱) ہندوستان میں خطبہ جمعہ محض رسماً ہوتا ہے، اس سے کسی کو فائدہ نہیں ہوتا، خطیب اسے قرآن کی طرح قراۃ کے ساتھ اور گاگا کے پڑھ جاتا ہے اور سامعین بیٹھے اونگھا کرتے ہیں، ایسے خطبہ سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے؟ پھر خود یہ مطبوعہ خطبے اعلیٰ مطالب سے خالی ہیں اور بجز رکیک قافیہ بندی کے ان میں کچھ نہیں۔ کاش عربی خطبہ کے ساتھ یا مستقل طور پر خطیب اردو میں تقریر کرے اور

پاس ڈاک لانے والے اچھی صورت اور اچھے نام<sup>(۱)</sup> کے لوگ ہوں۔ آپ ﷺ کا دستور تھا کہ لوگوں کی کنیت رکھ دیا کرتے تھے عام اس سے کہ صاحب اولاد ہوں یا نہ ہوں، چنانچہ حضرت علیؑ کی کنیت ”ابوالحسن“ اور صہیبؓ کی ”ابوسحی“ مقرر کر دی تھی۔

## سلام

تعمیر میں ہے کہ فرمایا ”سب سے افضل اور سب سے بہتر اسلام یہ ہے کہ آدمی مسکینوں کو کھانا کھلائے اور ہر کس و ناکس کو سلام کرے۔“ صحیح بخاری میں ہے ”تین باتیں جس کسی میں جمع ہو گئی ایمان جمع ہو گیا اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا، سب کو سلام کرنا، تنگی میں اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنا۔“

ایک مرتبہ لڑکوں کے ایک گروہ کی طرف سے گزرے تو انہیں سلام کرنے میں پیشقدمی کی (مسلم)۔ اسی طرح ایک دن عورتوں کی طرف گزر ہوا تو انہیں اشارہ سے سلام کیا (ترمذی)

صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا ”چھوٹا بڑے کو سلام کرے، راستہ جانے والا بیٹھے ہوئے کو، سوار پیدل کو، چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو۔“

آپ ﷺ کی سنت تھی کہ جب آتے تو سلام کرتے اور جب جاتے تو سلام کرتے حدیث میں ہے کہ جب مجلس میں آؤ تو سلام کرو، جانے لگو تو سلام کرو، یاد رکھو کہ پہلا سلام دوسرے سلام سے فضیلت میں زیادہ نہیں ہے۔“ اور فرمایا ”اگر کوئی سلام سے پہلے کچھ پوچھے تو جواب مت دو۔“

آپ کا سلام ”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ“ اور سلام کا جواب ”وعلیک السلام“<sup>(۲)</sup>

(۱) ہندوستان میں مسلمانوں نے عربی یا عربی ساخت کے نام ضروری قرار دے کر اپنے آپ کو معصکہ، ہالیایہ۔ بخت نام بے معنی ہوتے ہیں، جیسے تاج الدین، شمس الدین، محمد دین، دین محمد، طلا محمد وغیرہ۔ بہت سے نام مذہب نام ہوتے ہیں، مثلاً طلب علی، سڑک محمد، قرب محمد، وغیرہ پھر چند سو نام ہیں جو الٹ پلٹ کر رکھے جاتے ہیں۔ اس معاملے میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ (مترجم)

(۲) یہ ایک کے لئے ورنہ جماعت کے لئے ”وعلیکم السلام“۔

ہمیشہ زبان سے جواب دیتے، ہاتھ یا انگلی کے اشارہ، یا سر کی حرکت سے کبھی جواب نہ دیتے، البتہ نماز کی حالتیں اشارہ سے جواب دے دیتے تھے جیسا کہ حضرت انسؓ اور جاہلؓ وغیرہ کی روایتوں سے ثابت ہے۔ ایک مرتبہ ایسی مجلس کی طرف گزر ہوا جس میں مسلمان اور مشرک دونوں ملے جلے بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے ان سب کو سلام کیا۔ جب کوئی کسی دوسرے کا سلام آکر پہنچاتا تو سلام کرنے والے اور پہنچانے والے دونوں کو جواب دیتے تھے۔

اگر کوئی بڑی خطا کرتا تو اس سے صاحب سلامت ہمہ کر دیتے تھے یہاں تک کہ توبہ کر لے جیسا کہ کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا اور جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے دو مہینہ ترک کلام کر دیا تھا کیونکہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ حضرت صفیہؓ کو اپنا اونٹ دے دیں مگر انہوں نے جواب سختی سے دیا، کہنے لگیں ”ہاں میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ ضرور دے دوں گی!“ (ابوداؤد)

## چھینک

ابوداؤد میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ چھینک لیتے تو منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیتے جس سے یا تو آواز بالکل دب جاتی یا بہت کم ہو جاتی۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا ”اونچی جمائی اور بلند چھینک شیطان کی طرف سے ہے، اللہ ان دونوں کو ناپسند کرتا ہے۔“ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے سامنے چھینک لی آپ ﷺ نے قاعدہ کے مطابق ”یرحمک اللہ“ کہا ذرا دیر بعد پھر چھینک لی تو یرحمک اللہ نہ کہا فرمانے لگے ”اسے زکام ہے۔“

حدیث صحیح میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ چھینک کو دوست رکھتا ہے اور جمائی سے نفرت کرتا ہے، جب چھینک آئے تو ”الحمد لله“ کہا کرو، دوسرے کو چھینکتے اور یہ کہتے سنو تو۔“ ”یرحمک اللہ“ کہو۔ لیکن خمائی شیطان کی طرف سے ہے لہذا حتی الوسع روکو کیونکہ جب انسان منہ پھاڑ کے جمائی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔“ (بخاری)

نیز فرمایا ”جب چھینک آئے تو ”الحمد لله“ کہو، سننے والا ”یرحمک اللہ“ کہے، تم جواب میں ”یہدیکم اللہ ویصلح بالکم“ کہو، (بخاری)

صحیح مسلم میں ہے ”مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں: جب باہم ملو تو سلام کرو، دعوت قبول کرو، نصیحت چاہے تو نیک نصیحت کرو، چھینک لے کر ”الحمد لله“ کہے تو ”یرحمک اللہ“ کہو، بیمار ہو جائے تو عیادت کرو، مر جائے تو جنازہ میں ساتھ جاؤ۔“

### خواب اور بیداری

کبھی بستر پر سوتے، کبھی چٹائی پر، کبھی چارپائی پر، کبھی زمین پر۔ بستر کے اندر کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ جب سونے کے لئے بستر پر جاتے تو فرماتے:-

”اللهم قنی عذابك يوم تبعث عبادك.“

”اے الہی! جس دن مدے جلانے جائیگے، مجھے اپنے عذاب سے بچاؤ!“

جب بیدار ہوتے تو فرماتے:-

”الحمد لله الذى احيانا بعد ما اماننا واليه النشور.“

”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی اور اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔“

پھر مسواک کرتے۔

دستور تھا کہ اول رات ہی میں سو جاتے اور پچھلے پہر سے اٹھ بیٹھتے، لیکن اگر مسلمانوں کے کچھ کام رات ہی میں کرنے کے ہوتے تو دیر میں سوتے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں مگر قلب ہمیشہ بیدار رہتا تھا، اسی لئے جب سو جاتے تو کوئی نہ اٹھاتا یہاں تک کہ خود اٹھ جاتے۔

## فصل ۵

### حکومت کی زندگی

#### آپ ﷺ کے محرر

ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، عامرؓ، بن فہیرہ، عمروؓ، بن العاص، اہلیؓ، بن کعب، عبد اللہؓ، بن الارقم، ثابتؓ، بن قیس، حظلہؓ، بن الربیع، مغیرہؓ، بن شعبہ، عب داللہؓ، بن رواحہ، خالدؓ بن الولید، خالدؓ بن سعیدؓ بن العاص، معاویہؓ، بن سفیان، زیدؓ، بن ثابت۔ (خاص طور زیدؓ ہی، کتلت کرتے تھے)۔

#### آپ ﷺ کی شرعی تحریریں

صدقات کے بارے میں آپ ﷺ کی ایک تحریر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، کے پاس تھی جسے انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ، کو بحرین بھیجتے وقت نقل کر کے دیا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک تحریر اہل یمن کو بھیجی تھی جسے ابن حزم، حاکم اور نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے، یہ ایک عظیم الشان تحریر ہے جس میں بہت سے مسائل آگئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک تحریر قبیلہ زہیر کو روانہ کی تھی۔ زکوٰۃ کے باب میں آپ ﷺ کی ایک تحریر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔

#### خطوط اور قاصد

حدیبیہ سے واپس آکر بادشاہوں کے نام خطوط لکھے اور قاصدوں کے ہاتھ روانہ کئے شاہ روم کا خط جب لکھا جا چکا تو لوگوں نے عرض کیا کہ بادشاہ بغیر مہر کے خط قبول نہیں کرتے چنانچہ مہر تیار کرائی۔ مہر میں تین سطریں کندہ تھیں سب سے نیچے ”محمد“ کی سطر تھی، اس کے اوپر ”رسول“ کی، اور سب سے اوپر ”اللہ“ کی خطوں پر مہر کر دی گئی اور ماہ محرم ۷ھ میں ایک ہی دن چھ قاصد، چھ بادشاہوں کی طرف روانہ ہوئے :

(۱) عمرو رضی اللہ عنہ، بن امیہ الضمری، شاہ حبش نجاشی<sup>(۱)</sup> کے دربار میں گئے۔ جس کا نام ”اصمہ“ (جس کا ترجمہ عربی میں ”عطیہ“ یعنی بخشش ہے) تھا، اور انجیل کا جید عالم تھا، اس نے رسول اللہ کے خط کی از حد تعظیم کی اور مشرف باسلام ہوا۔ اسی لئے اس کے انتقال کے دن آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی اور مغفرت کی دعا مانگی۔ یہ ایک گروہ کا خیال ہے جس میں ابن سعد واقدی وغیرہ شامل ہیں، لیکن یہ خیال صحیح نہیں، کیونکہ جس نجاشی پر آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی وہ، وہ نہ تھا جسے خط بھیجا تھا، جیسا کہ امام مسلم نے اپنی ”صحیح“ میں روایت کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے قیصر، کسری اور نجاشی کو خطوط لکھے، لیکن یہ نجاشی وہ نہیں ہے جس کے جنازہ کی نماز آپ ﷺ نے پڑھی تھی ”محمد ابن حزم کی رائے اس بارہ میں صحیح ہے کہ جس نجاشی کے دربار میں آنحضرت کا قاصد گیا تھا وہ اسلام نہیں لایا۔

(۲) وحیہ بن خلیفۃ الکلبی قیصر روم کو خط بھیجنے لگے تو حاضرین سے فرمایا ”کون ہے جو میرا یہ خط قیصر کے پاس لے جائے اور معاوضہ میں جنت لے ایک شخص نے سوال کیا اگرچہ وہ منظور نہ کرے؟ فرمایا ”اگرچہ وہ منظور نہ کرے“؟ چنانچہ وحیہ خط لے کے روانہ ہو گئے۔ قیصر بیت المقدس کی زیارت کے لئے آ رہا تھا، راستہ میں ملاقات ہو گئی، انہوں نے خط، فرش پر سامنے پھینک دیا اور خود ایک جانب ہو گئے۔ قیصر نے پکار کے کہا ”خط کون لایا ہے؟ سامنے آئے، میں پناہ دیتا ہوں“ وحیہ رضی اللہ عنہ، سامنے آ گئے اور کہا ”میں لایا ہوں“۔ قیصر نے کہا ”جب قیام کروں حاضر ہونا“ روایت ہے کہ پھر وحیہ رضی اللہ عنہ، پہنچے، قیصر نے محل کے پھانک بند کر دئے اور حکم دیا کہ منادی کر دو: قیصر نے عیسائیت سے منہ موڑا اور محمد ﷺ کی پیروی قبول کر لی،،! یہ سنتے ہی لوگ ہتھیار اٹھا کر دوڑ پڑے اور محل کا محاصرہ کر لیا۔ قیصر نے وحیہ رضی اللہ عنہ سے کہا ”تم نے دیکھا! مجھے اپنی بادشاہی کا خوف ہے“ پھر

(۱) حبش کے بادشاہوں کا لقب ”نجاشی“ ہوتا تھا، جسے شامان روم کا ”قیصر“ (مترجم) محکم دولوں و برابریں سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



اعلان کرایا: ”لوگو! قیصر تم سے راضی ہو گیا“ ساتھ ہی رسول اللہ کی خدمت میں لکھا کہ ”میں مسلمان ہوں“ نیز بطور نذر کچھ دینار بھیجے۔ تمام ماجرا سن کر آپ ﷺ نے فرمایا دشمن خدا جھوٹا ہے، ہر گز مسلمان نہیں، اپنی عیسائیت پر جما ہوا ہے“ اور دینار تقسیم کر دئے۔

(۳) عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن حذافہ السہمی کسری کے دربار میں گئے جس کا نام ابردیز (پرویز) ان ہر مزین انوشروان تھا۔ اس نے رسول اللہ کا نام گرامی چاک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، حضور کو خبر پہنچی تو صرف اس قدر فرمایا ”اللہ! اس کی سلطنت بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال“ چنانچہ زیادہ مدت نہیں گزری کہ اس کی اور اس کی قوم کی پوری سلطنت پارہ پارہ ہو کر معدوم ہو گئی۔

(۴) حاملب رضی اللہ عنہ ابن ابی بلتعہ، مقوقس شاہ مصر کے دربار میں گئے، اس کا نام جرتح بن مینا تھا، یہ اسکندریہ کا نواب اور مصر کے قبطیوں کا سردار تھا۔ اس نے پڑے تپاک سے قاصد کا خیر مقدم کیا، فطرت کا نور چمکا معاگل ہو گیا، اسلام لاتے لاتے رہ گیا، لیکن رسول اللہ کی خدمت میں بہت سے ہدیے بھیجے، جن میں ماریہ قبطیہ اور ان کی دو بہنیں ”سیرین“ و ”قیسیرین“ بھی تھیں، ماریہ کو حضور ﷺ نے اپنی خدمت کے لئے قبول فرمایا اور سیرین، حسان ابن ثابت کو دیدی۔ ان کے علاوہ ایک اور کثیر، سو مشقال سونا، بیس مصری چادریں، ایک بھورا نخر (دلہل) ایک بھورا گدھا (عفیر) ایک خواجہ سرا (ماپور) کہ جسے ماریہ کا چچیرا بھائی بتایا گیا ہے، ایک گھوڑا (لزاز) ایک کالج کا پیالہ اور بہت سا شہد بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سب دیکھ کر فرمایا: خبیث نے سلطنت کو ترجیح دی، حالانکہ وہ رہنے والی نہیں!“

(۵) شجاع بن وہب الاسدی کو شاہ بلقار، حارث بن ابی شمر الغسانی کے ہاں۔ اور  
(۶) سلیط بن عمرو کورمیس یمامہ ہوزہ بن علی الحنسی کے ہاں بھیجا، آخر الذکر نے قاصد کا پرتپاک خیر مقدم کیا مگر اسلام قبول نہ کیا، اسی کے کہنے سے سلیط ایک دوسرے سردار ثمامہ بن اثال الحنسی سے ملنے گئے اور وہ انہیں کے اثر سے بعد کو اسلام لے آیا۔

یہ وہ چھ قاصد ہیں جنہیں آنحضرت ﷺ نے ایک ہی دن چھ مختلف بادشاہوں اور سرداروں کے پاس بھیجا تھا۔

اس کے بعد ماہ ذوالقعدہ ۸ھ میں آپ نے چند اور قاصد دوسرے اطراف میں روانہ فرمائے، عمرو بن العاص کو جیفر و عبد ابن جندی کے ہاں عمان بھیجا، دونوں کے دونوں مسلمان ہو گئے، آخر تک ثلاث قدم رہے اور صدقہ و قضاء کے انتظامات میں عمرو کو ہر طرح کے اختیارات دیدے، چنانچہ عمرو ان کے ہاں برابر مقیم رہے یہاں تک کہ وفات نبوی ﷺ کی خبر پہنچی۔

فتح مکہ سے پہلے علاء بن الحضرمی کو شاہ بحرین منذر بن ساوی کے دربار میں بھیجا جو فوراً اسلام لایا اور برابر قائم رہا۔

مہاجر بن ابی امیہ الجرمی کو حارث بن عبد کلال الحمیری کے پاس یمن بھیجا جس نے کہا میں غور کر کے کچھ فیصلہ کرونگا۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جنگ تبوک کے بعد تبلیغ و اشاعت کے لئے یمن بھیجا، جہاں کے باشندوں کے دل اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دئے اور سب کے سب بلا کسی جبر و اکراہ جنگ کے جوق در جوق مسلمان ہو گئے۔ یہ معلوم کر کے حضرت علیؓ کو ان کی طرف روانہ فرمایا اور خود بھی جتہ الوداع میں بہت سے یمنیوں سے ملے۔

جریر بن عبد اللہ الحنظلی کو ذوالکلاع الحمیری اور ذوعمر کے پاس دعوت اسلام دیکر روانہ کیا، دونوں کے دونوں مشرف باسلام ہوئے اور آخر تک ثلاث قدم رہے۔

عمرو بن امیہ الضمری کو خط دیکر مسلمانہ کذاب کے پاس بھیجا، پھر دوسرا خط سائب بن عوام (حضرت زبیرؓ کے بھائی) کے ہاتھ بھیجا، مگر وہ مسلمان نہ ہوا۔

فروہ بن عمرو بن عمرو الجذامی (جو معان پر رومیوں کی طرف سے گورنر تھا) کے پاس بھی ایک قاصد روانہ فرمایا جس نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور بہت سے ہدیے بارگاہ نبوت میں بھیجے۔

## مؤذن

آپ ﷺ کے مؤذن چار تھے، دو مدینہ میں رہتے تھے، ایک قبا میں اور ایک مکہ میں۔ مدینہ میں بلال بن رباح حبشی، جو اسلام میں سب سے اول مؤذن ہیں، اور عمرو بن ام مکتوم القرشی (ناپیتا)۔ قبا میں سعد القراط (عمار بن یاسر کے غلام) اور مکہ میں اوس بن مغیرہ الحنفی (ابو محذورہ) تھے۔

## عمال

آپ ﷺ نے متعدد عمال (گورنرز) سے کام لیا ہے: باذان بن ساسان، کسری کی طرف سے یمن کے گورنر تھے ”اسلام لے آئے تو آپ ﷺ نے عمدہ پر برقرار رکھا۔ باذان سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ گورنر بنائے گئے اور سب سے پہلے عجمی سردار ہیں جو مسلمان ہوئے۔ ان کے انتقال پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لڑکے کو ضعاء کا حاکم مقرر کیا اور جب وہ شہید ہو گئے تو خالد بن سعید بن العاص کو روانہ فرمایا۔

ہماجر بن ابی امیہ الحزومی کو ”کندہ“ اور ”صدف“ کا حاکم مقرر کیا، مگر روانہ ہونے سے پہلے ہی حضرت ﷺ کا وصال ہو گیا، اس لئے روانگی ملتوی ہو گئی اور حضرت ابو بکرؓ کے حکم سے مرتدین کے قتال پر مامور ہوئے۔

زیاد بن امیہ انصاری کو ”حضر موت“ کا۔ ابو موسیٰ اشعری کو زبید، عدن، زمع اور ساحل کا، ابو سفیان صدخمی بن حرب کو نجران کا، ان کے چھٹے یزید کو تیماء کا، عتاب بن اسید کو مکہ اور موسم حج کا حاکم مقرر کیا حالانکہ اس وقت ان کی عمر کل بیس سال کی تھی۔ پھر حضرت علیؓ کو یمن کے خمس کی تحصیل اور منصب قضا پر مقرر کیا عمرو بن العاص کو عمان اور اس کے حوالی کی حکومت سپرد کی۔ ان کے علاوہ بئثرت آدمیوں کو صدقہ و زکوٰۃ وصول کرنے پر متعین کیا، ہر قبیلہ میں ایک ایک شخص اس کام کے لئے ہوتا تھا۔ ۹ھ کے موسم حج کا والی حضرت ابو بکرؓ کو بنایا، پھر فوراً حضرت علیؓ کو سورہ ”برآۃ“ سنانے کے لئے مکہ بھیجا۔

## محافظ

متعدد صحابی آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے متعین تھے۔ سعد بن معاذ نے جنگ بدر میں پہرہ دیا جبکہ آپ ﷺ سو گئے تھے۔ محمد بن مسلمہ نے جنگ احد میں حفاظت کی، زبیر بن العوام نے جنگ خندق میں، عباد بن بشر آپ ﷺ کے محافظوں کے سردار تھے لیکن جب آیت :-

و الله يعصمك من الناس. (المائدہ: ۶۷)  
 ”اللہ تمہاری لوگوں سے حفاظت کریگا۔“

نازل ہوئی تو آپ ﷺ برآمد ہوئے، لوگوں کو اطلاع دی اور محافظین کو رخصت کر دیا۔

## حدی خوان

سفر میں آپ ﷺ کے حدی خوان (اونٹ کے سامنے گانے والے) عبداللہ بن رواحہ، انجشہ، عامر بن الاکوع اور ان کے چچا مسلم بن الاکوع تھے صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس انجشہ نامی خوش آواز حدی خوان تھا، ایک مرتبہ اس نے گانا شروع کیا اور اونٹ تیزی سے چلنے لگے، عورتیں بھی ساتھ تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا ”انجشہ! ہوئے ہوئے کہیں شیشے ٹوٹ نہ جائیں۔“ شیشوں سے عورتوں کو مراد لیا۔

## شعراء

آپ ﷺ کے شعراء: کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، اور خطیب ثابت بن قیس بن شماس ہیں۔

## فصل ۶

### معاملات و اخلاق

#### کاروبار

آپ ﷺ نے تجارت کی ہے، خرید و فروخت کی ہے ٹھیکہ لیا ہے اور دیا ہے، نبوت سے پہلے گلہ بانی کی مزدوری کی ہے اور حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لیکر شام کا سفر کیا ہے۔ لوگوں کے سامنے میں بھی کام کیا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کا ایک پرانا شریک حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا ”آپ ﷺ نے مجھے نہیں پہچانا؟“ فرمانے لگے ”کیوں نہیں، تم تو میرے شریک تھے اور بہت اچھے شریک تھے۔ تم نے نہ تو کبھی حق مارا اور نہ ٹکرا و حجت کی۔“

#### وکالت

آپ ﷺ دوسروں کے وکیل بھی بنے ہیں اور دوسروں کو اپنا وکیل بھی بنایا ہے، ہدیہ لیا ہے، دیا ہے اور ہدیہ لانے والے کو انعام بھی دیا ہے۔

#### ہبہ

ہبہ قبول کیا ہے اور دوسروں سے آپ نے ہبہ کر لیا بھی ہے، چنانچہ سلمہ بن الاکوع کے حصہ میں ایک مرتبہ ایک کنیز آئی، آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ مجھے ہبہ کر دو۔“ انہوں نے فوراً منظور کر لیا، آپ نے ﷺ وہ کنیز مکہ بھیج دی اور چند مسلمان قیدیوں کو معاوضہ میں رہا کر لیا۔

#### قرض

آپ ﷺ قرض بھی لیتے تھے، کبھی رہن رکھ کے اور کبھی بغیر رہن کے، ضروریات زندگی بھی عاریۃً لیتے تھے اور کبھی ادھار خریدتے تھے۔ آپ ﷺ کا اعلان عام

تھا کہ ”میں تمام مسلمانوں کے قرض کا ضامن ہوں، جو مسلمان قرضہ چھوڑ مرے اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔“

## وقف

آپ ﷺ نے اللہ کی راہ میں اپنی ایک زمین وقف کی اور مسلمانوں کے لئے اسکی آمدنی صدقہ کر دی تھی۔

## سفارش

آپ ﷺ نے دوسروں کی سفارش کی ہے ار اپنے لئے سفارش چاہی بھی ہے چنانچہ ”بریرہ“ سے اس کے شوہر کے بارہ میں سفارش کی کہ اس کی زوجیت میں رہنا منظور کر لے، جب اس نے انکار کر دیا تو اس پر کچھ ناراض بھی نہیں ہوئے۔

## قسم کھانا

آپ ﷺ قسم بھی کھاتے تھے، کبھی اس میں کوئی شرط لگا دیتے، کبھی بغیر شرط کے رکھتے، کبھی اسے توڑ کے کفارہ ادا کرتے اور کبھی اسے آخر تک پورا کرتے<sup>(۱)</sup>۔

## مذاق

آپ ﷺ مذاق بھی کرتے تھے، لیکن اس میں بھی بجز حق کے اور کچھ نہ کہتے۔ تو یہ بھی کرتے مگر اس میں بھی حق و صدق ملحوظ رہتا چنانچہ جنگ کے موقعوں پر اکثر ایسا ہوتا کہ جس سمت میں جانے والے ہوتے اسکے مخالف سمت کے حالات، راستے اور منزلیں دریافت فرماتے تاکہ دشمن کو اصلی ارادہ کے متعلق غلط فہمی ہو جائے۔

## عامیانہ کاروبار

آپ ﷺ مشورہ بھی دیتے اور قبول بھی کرتے۔ ہماروں کی عیادت کرتے، جنازوں

(۱) یہ سب اس لئے کہ امت کے لئے اسوہ و نمونہ ہوں۔ (مترجم)

میں شرکت کرتے، دعوت (۱) قبول کرتے، بیواؤں، مسکینوں اور لاچاروں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ان کے ساتھ جاتے اور کبھی کسی کی مدد سے درلغ نہ کرتے، شعر بھی سنتے اس پر انعام بھی دیتے۔ آپ ﷺ نے پیدل دوڑ بھی کی ہے۔ کشتی بھی لڑی ہے۔ اپنا جوتا اپنے ہاتھ سے گانٹھا ہے۔ کپڑے اور چرمی ڈول میں پیوند لگائے ہیں۔ اپنی بھری اپنے ہاتھ سے دوہی ہے۔ کپڑوں سے جوں نکالے ہیں۔ اہل وعیال کا اور خود اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا ہے۔ مسجد کی تعمیر میں صحابہؓ کے ساتھ ایشیٹیں ڈھوئی ہیں۔ مہمان بھی ہوئے ہیں اور میزبانی بھی کی ہے۔

### طرز معاملات

معاملات میں آپ ﷺ کا طریقہ بہترین تھا، قرض لیتے تو قرض سے زیادہ ادا کرتے اور قرض خواہ کے حق میں دعا فرماتے :-

”بارک اللہ فی اہلک و مالک، انما جزاء السلف، الحمد والاداء.“

”اللہ تیرے مال و اولاد میں برکت عطاء فرمائے، قرض کا معاوضہ یہ ہے کہ ادا کیا جائے اور شکر گزاری ظاہر کی جائے۔“

ایک مرتبہ ایک شخص سے اونٹ ادھار خریدا، وہ قیمت لینے آیا اور سخت کلامی کرنے لگا، صحابہؓ تنبیہ کے لئے اٹھے، آپ ﷺ نے منع فرمایا اور فرمانے لگے: ”رہنے دو، حقدار کو کہنے سننے کا حق ہے۔“

ایک مرتبہ کچھ ادھار خریدا، پھر فروخت کیا تو نفع ہوا نفع کو خاندان عبدالمطلب پر صدقہ کر دیا اور فرمانے لگے: ”آئندہ سے ہم کوئی چیز بھی ادھار نہ خریدیں گے۔“ (ابوداؤد) ایک مرتبہ قرضخواہ تقاضے کے لئے آیا اور سخت ست بجے لگا، حضرت عمرؓ مارنے

(۱) دعوت کے معاملہ میں آجکل ہمارے مولوی بہت بدنام ہو رہے ہیں اور اس سے اسلام کی تضحیک ہوتی ہے، کیا اچھا ہو کہ کچھ مدت کے لئے علماء دعوت قبول کرنے سے اجتناب کریں، اس سے سنت کی مخالفت نہ ہوگی، کیونکہ اسکے مقابلہ میں ایک بڑا شرعی عذر (یعنی اسلام کی عزت کا پاس)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چلے، آپ ﷺ نے روکا اور فرمانے لگے ”عمر! تمہارے لئے یہ زیادہ مناسب تھا کہ مجھے ادا کرنے کی نصیحت کرتے اور اسے صبر کی!“

## ایک یہودی کا قصہ

ایک یہودی سے کچھ مال خریدا، وہ قیمت لینے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابھی وعدہ کا دن نہیں آیا۔“ وہ شوخ چشبی سے بولا ”تم خاندان عبدالمطلب کے لوگ بہت ٹال مٹول کیا کرتے ہو!“ اس پر صحابہؓ کو غصہ آگیا اور دوڑ پڑے، آپ ﷺ نے سب کو روک دیا، اور یہودی جتنا سخت ہوتا گیا، آپ ﷺ اتنے نرم ہوتے گئے، یہاں تک کہ وہ ”لا الہ الا محمد رسول اللہ پکار اٹھا، اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ، نبوت کی تمام باتیں مجھے آپ ﷺ میں نظر آتی تھیں، صرف آپ ﷺ کے حلم کا امتحان باقی تھا، اس وقت مجھے وہی کرنا تھا، اب میں سچے دل سے مسلمان ہوتا ہوں۔“



## باب دوم عبادات کا بیان

### فصل اول

#### ضروریات عبادت

#### وضو

آنحضرت ﷺ ہر نماز کے لئے اکثر الگ وضو کرتے تھے، کبھی ایک ہی وضو سے کئی کئی نمازیں پڑھ لیتے، کبھی ایک مد<sup>(۱)</sup> پانی سے وضو کرتے، کبھی دو ٹکٹ سے، امت کو ہمیشہ وضو میں بھی اسراف سے منع کرتے اور فرماتے ”وضو کا بھی ایک شیطان ہے جس کا نام ”ولمان“ ہے لہذا پانی کے دوسوسوں سے چھو۔“

وضو میں کبھی اعضا ایک ایک مرتبہ دھوتے، کبھی دو دو اور کبھی تین تین مرتبہ، پھر کبھی ایسا بھی کرتے کہ کوئی عضو دو مرتبہ دھوتے اور کوئی تین مرتبہ، لیکن سر کا مسح ہمیشہ ایک ہی مرتبہ کرتے۔ یہ ثابت نہیں کہ کبھی سر کے بعض حصہ پر مسح کیا ہو اور بعض کو چھوڑ دیا ہو بلکہ ہمیشہ پورے سر کا مسح کرتے تھے حتیٰ کہ اگر کبھی عمامہ بندھا ہونے کی وجہ سے اول سر کا مسح کرتے تو باقی سر کا عمامہ ہی پر سے ہاتھ پھیر کے مسح کر لیتے۔

#### مسح

اس باب میں سنت یہ تھی کہ کبھی سر پر مسح کرتے کبھی عمامہ پر، کبھی سر کے اگلے

(۱) مد، قریباً ایک سیر کا وزن ہوتا ہے۔

حصہ پر اور باقی عمامہ پر ہر وضو میں کلی اور استسحاق (ناک میں پانی لینا) ضرور کرتے، کبھی اس کے خلاف عمل کرنا ثابت نہیں۔ کبھی کلی اور استسحاق ایک ایک چلو سے کرتے، کبھی دو سے اور کبھی تین سے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ دونوں ایک ہی چلو سے اس طرح کر لیتے کہ آدھا کلی میں لے لیتے اور آدھا ناک میں جیسا کہ صحیحین میں عبد اللہ ابن زید نے روایت کیا ہے۔ ناک میں پانی داہنے ہاتھ سے لیتے تھے۔ اور چھینکتے بائیں ہاتھ سے تھے۔ سر کے مسح کے ساتھ اندر باہر کانوں کا بھی مسح کر لیتے تھے، کانوں کے لئے علیحدہ پانی لینا ثابت نہیں۔ اگر خف (چرمی موزے) یا جرابیں پہننے نہ ہوتے تو پیر دھوتے ورنہ مسح کرتے تھے، سفر و حضر دونوں حالتوں میں مسح کیا ہے اور وفات تک کبھی اسے منسوخ نہیں بتایا۔ مقیم کے لئے مسح کی مدت ایک دن رات قرار دی ہے اور مسافر کے لئے تین دن رات۔

آپ ﷺ نے خف پر بھی مسح کیا ہے، جرابوں پر بھی اور جوتوں (۱) پر بھی۔ وضو ہمیشہ مسلسل اور اپنی پوری ترتیب کے ساتھ ہوتا تھا، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خلاف ترتیب ایک عضو پہلے دھولیا ہو اور دوسرا پیچھے داڑھی اور انگلیوں میں خلال پاندی سے نہ کرتے تھے۔

## طریقہ وضو

جب وضو کرنے بیٹھتے تو بسم اللہ کہتے اور جب ختم کرتے تو کلمہ شہادت پڑھتے، اس کے علاوہ آگے یا پیچھے کچھ کہنا ثابت نہیں۔ کہنیوں سے اوپر ہاتھ اور ٹخنوں سے اوپر پیروں کا دھونا منقول نہیں۔ امام ترمذی کا قول ہے کہ وضو کے بعد اعضا کا خشک کرنا بھی ثابت

(۱) اس باب میں لوگوں نے طرح طرح کی شرطیں بیان کی ہیں، مثلاً یہ کہ موزے اور جرابیں ایسے ہوں، اتنے دھیر ہوں، پھٹے نہ ہوں.....، لیکن شریعت میں ان میں سے کوئی بھی شرط موجود نہیں۔ موزے چمڑے کے ہوں یا اون کے یا سوت کے، سب پر مسح کیا جاسکتا ہے، اسی طرح جوتے پر بھی مسح کرنا جائز ہے، اس باب میں اصلی مصلحت، رفع تکلیف ہے، اگر جوتا ایسا ہے کہ پہننے اور اتارنے میں زحمت ہوتی ہے تو اس پر مسح کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ہر قسم کے موزوں اور جرابوں پر مسح ہو سکتا ہے، اگرچہ سوتی ہوں، باریک ہوں، جاچا سے پھٹے ہوں، کیونکہ سنت نبوی میں لوگوں کی خود ساختہ شرطوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ (مترجم)۔

نہیں۔ کبھی وضو خود کر لیتے اور کبھی کوئی دوسرا پانی ڈال دیا کرتا تھا۔ جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے ایک سفر میں وضو کر لیا تھا (صحیحین)

## تیمم

صرف ایک مرتبہ ہاتھ مار کے چہرہ اور ہتھیلیوں کا تیمم کر لیتے تھے، دو مرتبہ ہاتھ مارنا یا کہنیوں تک تیمم کرنا ثابت نہیں، امام محمدؒ کا قول ہے جو کوئی تیمم کہنیوں تک بتاتا ہے وہ دین میں اپنے دل سے اضافہ کرتا ہے تیمم ہر اس زمین پر کرتے جس پر نماز پڑھ سکتے تھے، عام اس سے کہ مٹی ہو ”چونا ہو“ ریت ہو، فرمایا ”جہاں کہیں میری امت کے آدمی کو نماز کا وقت آجائے تو اس کے پاس اس کی مسجد اور اس کی طہارت کا سامان موجود ہے، ہر نماز کے لئے تیمم نہ کرتے اور نہ اس کا حکم ہی دیتے، بلکہ تیمم کو بالکل وضو کا قائم مقام قرار دیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱) تیمم وضو اور غسل جنت کا قائم مقام ہے اگر پانی میسر نہ ہو یا حالت مرض و سفر ہو، قرآن میں ہے :-  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِينَ سَبِيلًا حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ. (النساء: ۴۳)  
 مسلمانو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس بھی نہ جاؤ یہاں تک کہ جو کچھ تم کہتے ہو اسے سمجھنے لگو، اسی طرح جب نہانے کی حاجت ہو تو بھی نماز کے، پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ غسل کر لو، مگر ہاں سفر کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔ اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضاے حاجت سے فارغ ہو کر آئے یا عورت کے پاس گیا ہو اور پانی میسر نہ آئے تو پاک مٹی سے تیمم کرو اس طرح کہ چہرہ اور ہاتھ کا اس سے مسح کر لو۔

## فصل ۲

### احکام اذان

#### ترجیع اور تکرار

اذان میں ترجیع اور عدم ترجیع، نیز اقامت میں تکرار اور افراد دونوں ثابت ہیں، بجز (اقامت میں) ”قد قامت الصلاة“ کے جو ہمیشہ مکرر ہی کہا جاتا تھا، نیز اذان میں تکبیر ”اللہ اکبر“ کہ جس کا ہمیشہ چار مرتبہ اعادہ کرنا ثابت ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ عمد نبوی میں اذان کے الفاظ دو مرتبہ اور تکبیر کے ایک ایک مرتبہ کہے جاتے تھے بجز ”قد قامت الصلاة“ کے جسے مکرر کہتے تھے۔ یہ تمام صورتیں جائز ہیں، کسی میں کوئی کراہت نہیں اگرچہ، بعض، بعض سے افضل ہیں۔

#### اذان کے دوران میں اور اس کے بعد کیا کہا جائے؟

اس کے بارے میں پانچ طریقے مروی ہیں :-

(۱) مؤذن کے الفاظ کا اعادہ بجز ”حی علی الصلوٰۃ“ اور ”حی علی الفلاح“ کے، جن کے بجائے ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کہنا چاہیے۔

(۲) یہ کہا جائے :-

”رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد رسولاً.“

”میں اللہ کو رب بنانے، اسلام کو بطور دین قبول کرنے، اور محمد ﷺ کو رسول

ماننے سے راضی ہوں۔“

(۳) مؤذن کے الفاظ کا اعادہ کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ پر وہ درود بھیجے جو آپ ﷺ نے

امت کو بتایا ہے اور جس سے بہتر کوئی درود نہیں اگرچہ لوگ کتنی ہی لفاظیاں کریں۔

(۴) درود کے بعد کے :-

”اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمد

الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته.“

”اے اللہ تعالیٰ، اس دعوت تامہ اور صلاۃ قائمہ کی مرئی محمد ﷺ کو وسیلہ اور

فضیلہ بخش اور اس مقام محمود میں انہیں اٹھا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

(۵) درود کے بعد اپنے حق میں دعا کرے اور فضل الہی کا ملتمس ہو، کیونکہ اذان کے بعد

دعا مقبول ہوتی ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے فرمایا ”اذان اور اقامت کے

درمیان دعا مسترد نہیں ہوتی۔“ صحابہؓ نے عرض کیا تو ہم کیا دعا مانگا کریں؟ فرمایا

”دنیا و آخرت میں عافیت طلب کرو۔“

یہ بھی مروی ہے کہ ”قد قامت الصلوة“ سن کر فرمایا کرتے تھے :-

”اقامها الله و ادامها.“

”اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے۔“

## فصل ۳

### احکام نماز <sup>①</sup> ہجگانہ

#### تکبیر و نیت

جب نماز شروع کرتے تو صرف ”اللہ اکبر“ کہتے اس سے پہلے اور کچھ نہ کہتے حتیٰ کہ نیت بھی زبان سے کچھ کہہ کر نہ کرتے، مثلاً نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز کی قبلہ رخ ہو کر یا مقتدی اور امام ہو کر، یا فرض نماز کی یا سنت کی، یا قضا کی یا ادائیگی، غرض کہ اس طرح کی کوئی بات نہ کہتے بلکہ یہ تمام الفاظ بدعت ہیں جن میں سے کسی ایک لفظ کو بھی کسی شخص نے روایت نہیں کیا، نہ صحیح اسناد سے نہ ضعیف سے، بلکہ کسی صحابی یا تابعی سے بھی مروی نہیں، حتیٰ کہ اہمہ اربعہ میں سے بھی کسی نے اس کی تحسین نہیں کی۔

(۱) نماز کے فوائد بے شمار ہیں، اس سے لوگوں میں نظم پیدا ہوتا ہے، چستی و چالاکی آتی ہے، مثلاً پابندی اوقات اور ایفائے عہد کی عادت پڑتی ہے، نماز کی صفوں کا اتحاد، دلوں میں اتحاد پیدا کرتا ہے، اور جنگ کی صفوں کو طاقت دیتا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ نمازی اپنے بھائیوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر اپنے تئیں ایک بڑی برادری کا فرد، اور طاقتور جسم کا عضو سمجھتا ہے، پھر اس کے ذریعے جماعت سے انس پیدا ہوتا ہے جو ہر قسم کی ترقیوں اور نیکیوں کی بنیاد ہے، علاوہ ازیں نماز ہی کے ذریعہ ہمدردی اور اللہ تعالیٰ میں محسوس تعلق پیدا ہوتا ہے، ہمدردی اپنے مولا کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے، اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے، ان میں غور و فکر کرتا ہے، اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے اور نماز کے جملہ ارکان میں احساس کے ساتھ ادا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا اور میری ہر حرکت کا نگران ہے تو اس احساس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے قلب میں خشیت و محبت الہی کو نشوونما ہوتی ہے اور ہر رتبہ نماز اس کے لئے زندگی کا سب سے زیادہ پسندیدہ مشغلہ اور برائیوں سے بچنے کے لئے ایک مضبوط سپر بن جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

## طریقہ تکبیر

آپ ﷺ تکبیر کے لئے اپنے دونوں ہاتھ کاندھوں یا کانوں تک اس طرح اٹھاتے کہ انگلیاں پھیلی رہتیں، پھر داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے اور نماز شروع کر دیتے۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) واقم الصلوة ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنکر، ولذکر اللہ اکبر، واللہ یعلم ما تصنعون. (العنکبوت: ۴۵)

نماز کو قائم کرو، نماز فواحش اور برائیوں سے روکتی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑی چیز ہے اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔

پس نماز سے اخلاق درست ہوتے ہیں، جسم پاک ہوتے ہیں، لباس، جگہ اور ماحول کی صفائی رہتی ہے، لوگوں میں ہمت و نشاط پیدا ہوتی ہے، نیکی کی ترغیب، بدی سے نفرت، باہمی اتحاد و قلب میں اعلیٰ جذبات اور اعلیٰ خیالات کی نشوونما فرماتا ہے شمار دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

و استعینوا بالصبر والصلوة وانہا لکبیرة الا علی الخاشعین، الذین یظنون انہم ملقوا ربہم وانہم الیہ راجعون (البقرة: ۴۵)

صبر و صلوة سے اپنے معاملات میں استعانت حاصل کرو نماز بڑا بوجھ ہے لیکن ان لوگوں کے لئے نہیں جن کے اندر خشیت الہی ہے اور جو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے اور اس کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔

ان الصلاة كانت علی المؤمنین کتابا موقوتاً (النساء: ۱۰۳)

نماز مومنوں پر وقت کی قید کے ساتھ فرض ہے۔

اور فرمایا:-

اقم الصلوة لدلوك الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہوداً. (بنی اسرائیل: ۷۸)

آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو، نیز فجر کے وقت کا قرآن (نماز) بھی، کیونکہ فجر کا قرآن دیکھا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے)

اور فرمایا:-

واقم الصلوة طرفی النهار وزلفا من اللیل ان الحسنات یدھبن السيئات، ذلک ذکری الذاکرین. (ہود: ۱۱۴)

دن کے دونوں طرف اور لوائے شب میں نماز پڑھا کرو، نیکیاں، بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ

کیا وہ تم کو اللہ کے لئے نصیحت ہے (تیسرا صفحہ) مؤصحات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## نماز شروع کرنے کی دعائیں

نماز کا آغاز مختلف دعاؤں سے کرتے تھے، کبھی فرماتے :-

”اللهم باعدینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق  
والمغرب.“

”الہی میری اور میری خطاؤں کے مابین اتنی ہی دوری کر دے جتنی مشرق اور  
مغرب کے مابین ہے۔“

(بقیہ پچھلا صفحہ) اور فرمایا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ  
مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَصَلُّونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظُّهْرِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ  
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَكُمْ. (النور: ۵۸)

اے ایمان والو! تمہارے گھر کے لوٹری غلام اور تمہارے گھر کے بتالیغ بچے اندر آتے ہوئے تین  
مرتبہ تم سے اجازت لیا کریں: نماز فجر سے پہلے، دوپہر کو جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور نماز عشا  
کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردے کے وقت ہیں۔

اور فرمایا :-

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ، وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًا  
وَحِينَ تَضَعُونَ. (الروم: ۱۷، ۱۸)

جب شام ہو اور جب صبح ہو، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو، آسمان و زمین میں صرف وہی تو تعریف کے لائق  
ہے، نیز دوپہر اور تیسرے پہر کو اس کی تقدیس کرو۔

اور فرمایا :-

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْوَا  
النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى. (طہ: ۱۳۰)

آفتاب کے نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے پروردگار کی تسبیح کرو، نیز رات کے وقتوں میں اور ان کے لگ  
بھگ بھی اسکی تسبیح کرو۔

اور فرمایا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.  
(الحج: ۷۷)

مسلمانو! رکوع کرو، سجدہ کرو، اور نیکی کرو، تاکہ فلاح یاب ہو۔  
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



کبھی کہتے :-

انى و جهت و جهى للذى فطر السموات والارض حنيفا وما انا  
من المشركين. (الانعام: ۲۹)

میں نے اپنا رخ ہر طرف سے پھیر کر اس ذات کی طرف کر دیا جس نے آسمانوں  
اور زمین کو بنایا ہے، پس میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔  
کبھی کہتے :-

ان صلاتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العالمين، لا  
شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين.

میری دعا، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے  
لئے ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے  
اول فرمانبردار ہوں۔

اصحاب سنن کی روایت ہے کہ نماز اس تسبیح سے شروع کرتے تھے :-

”سبحانك الله وبحمديك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك.“  
”تقدیس ہو یا اللہ تیری، شکر ہو تیرے لئے، بڑا ہو گیا نام تیرا اور بلند ہو امر تیرا“

(بقیہ پچھلا صفحہ) اور فرمایا :-

واقیموا الصلاة وآتوا الزکوة وارکعوا مع الراکعین (البقرة: ۴۳)  
مسلمانو! رکوع کرو، سجدہ کرو، اپنے پروردگار کی پرستش کرو، اور نیکی کرو، تاکہ فلاح یاب ہو۔  
اور فرمایا :-

حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى وقوموا لله قانتين. (البقرة: ۲۳۸)  
نمازوں کی پابندی کرو، خصوصاً درمیانی نماز کی، اور اللہ تعالیٰ کے لئے سکوت و خشوع سے کھڑے ہو۔  
قرآن نے نماز کی پوری تفصیل اس لئے نہیں بیان کی کہ یہ چیز سراسر عمل سے تعلق رکھتی ہے،  
زبانی سمجھانے سے نہ تو سمجھ آسکتی ہے اور نہ سمجھانا کچھ مفید ہی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے  
نبی ﷺ کو زندہ شریعت بنا کر بھیجا ہے تاکہ اپنے عمل سے دنیا کو ہدایت کرے، چنانچہ آپ ﷺ  
نے عمل کر کے دکھایا کہ اس طرح نماز پڑھنا چاہیے، امت نے اسے یاد کر لیا اور شروع سے اب تک  
برابر اسی پر عمل پیرا ہے۔ (ابوزید و مترجم)

تیرا تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“

حضرت عمرؓ بھی آنحضرت ﷺ کے مصلے پر کھڑے ہو کر اسی آخری دعا سے نماز شروع کرتے اور اسے باواز بلند کہتے (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے ۹ اس کے بعد کہتے :-  
اعوذ بالل من الشیطان الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم.  
جو کبھی باواز بلند ہوتی کبھی آہستہ سے۔ پھر سورۃ الفاتحہ پڑھتے، ہر آیت پر ٹھہرتے اور آخری حرف کو کھینچ کر پڑھتے۔

## آمین

جب الحمد ختم ہو جاتی تو اگر نماز ایسی ہوتی جس میں قرأت آواز سے کی جاتی ہے تو ”آمین“ بھی آواز سے کہتے ورنہ آہستہ سے۔ مقتدی آپ ﷺ کی آمین سن کر خود بھی بلند آواز سے اس کا اعادہ کرتے تھے۔

پہلی رکعت میں دو سکتے کرتے تھے، ایک تکبیر اولی کے بعد اور دوسرا سورۃ الفاتحہ کے خاتمہ پر، پھر کوئی سورت شروع کرتے جو کبھی طویل ہوتی اور کبھی مختصر، لیکن عموماً متوسط درجہ کی سورتیں پڑھتے تھے، الا یہ کہ سفر ہو یا اور کوئی عذر پیش آجائے تو مجبوراً چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔

## قرأت

نماز فجر میں قرأت اور سب نمازوں سے زیادہ لمبی ہوتی تھی، جمعہ میں اکثر ”آلَم السجده اور ”هل اتی علی الانسان“ عیدین اور کبھی جمعہ میں سورہ ”قی“، اقتربت الساعة، سبح اور الغاشیة پڑھتے تھے، یہ اس لئے کہ ان سورتوں میں خلق کائنات، خلق آدم، حالات جنت و دوزخ، غرضیکہ متعدد مہم بالشان مطالب آگئے ہیں جن کا جمعہ و عیدین جیسے جموں میں دہرانا ہر طرح انبہ ہے۔ جمعہ اور عیدین کے علاوہ باقی نمازوں میں معین کر کے سورتیں نہ پڑھتے تھے بلکہ مختلف موقعوں پر مختلف سورتیں تلاوت کرتے تھے،

چنانچہ ابوداؤدؒ میں عمرو بن شعیبؒ کی روایت ہے کہ ”مفصلات میں کوئی چھوٹی بڑی سورت ایسی نہیں جو میں نے آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے فرض نمازوں میں نہ سنی ہو۔“

## طریقہ ادائے نماز

پہلی رکعت ہمیشہ دوسری رکعت سے بڑی ہوتی تھی، قرآنہ ختم ہو جاتی تو اتنا توقف کرتے کہ دم لے لیں، پھر ہاتھ اٹھا کے تکبیر کہتے اور رکوع میں چلے جاتے، رکوع کی صورت یہ تھی کہ ہاتھوں کے دونوں پنج گھٹنوں پر اس طرح رکھتے تھے گویا انہیں پکڑے ہوئے ہیں، دونوں ہاتھ پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے، پیٹھ بالکل سیدھی رہتی تھی، سر نہ بہت اٹھا ہوا ہوتا تھا اور نہ بہت جھکا ہوا، بلکہ پیٹھ کی سیدھ میں رہتا تھا۔ رکوع میں :-

سبحان ربی العظیم سبحانک اللہم وبحمدک اللہم اغفر لی۔

پاک ہے تو اے ہمارے پروردگار! اور پاک ہے تو اپنی تحمید و تقدیس کے ساتھ۔  
الہی! مجھے بخش دے۔

## رکوع و سجود

رکوع و سجود اتنا دراز ہوتا تھا کہ آدمی دس مرتبہ ”سبحان ربی العظیم“ کہہ سکے۔ اصحاب سنن کی روایت ہے کہ حضرت انسؓ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیچھے نماز پڑھی تو کہنے لگے ”اس نوجوان کی نماز آنحضرت ﷺ کی نماز سے اس قدر مشابہ ہے کہ میں نے اور کسی کی نہیں دیکھی۔“ راوی کہتا ہے کہ اس پر ہم نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے رکوع و سجود کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر ایک دس تسبیحوں کے برابر ہے۔

## قومہ کے ارکان

جب رکوع ختم ہو جاتا تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سر اٹھاتے نیز رفع یدین کرتے، رکوع سے پہلے اور پیچھے رفع یدین کرنا نہایت صحیح اور بھرت احادیث سے ثابت ہے۔ تقریباً تیس صحابہؓ نے اسے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی داخل  
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں، پھر اس کے خلاف ایک حدیث بھی ثابت نہیں۔<sup>(۱)</sup>

رکوع سے اٹھ کر جب پوری طرح کھڑے ہو جاتے تو کہتے ”ربنا وک الحمد“ کبھی کہتے ”اللهم ربنا لک الحمد“ اس میں ”وک الحمد“ واؤ کے ساتھ نہ کہتے تھے۔ یہ قیام بھی اتنا ہی دراز ہوتا تھا جتنا رکوع و سجود، اثنائے قیام میں یہ دعاء پڑھتے :-

سمع الله لمن حمدہ، اللهم ربنا لک الحمد مل السموات ومل الارض ومل ما شئت من شی بعد اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد، اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد

سن لی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی تعریف جس نے اس کی تحمید و تقدیس بیان کی، اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لائق ہے تعریف آسمانوں کے برابر اور زمین کے برابر اور اس چیز کے برابر جو تو زمین و آسمان کی وسعت کے بعد بھی پسند کرے۔ تیرے لئے ہی تعریف و بزرگی شایاں ہے جو ایک بندہ کہہ سکتا ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں۔ الہی! تیری عنایات کو کوئی روک نہیں سکتا اور جو چیز تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔

اور دولت مند کو اسکی دولت تیرے عذاب سے روک نہیں سکتی۔

نیز یہ دعاء بھی ثابت ہے :-

اللهم اغسلنی من خطایای بالماء والثلج والبرد ونقنی من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابيض من الدنس وبعاد بین و بین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب الہی! تو میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولے سے دھو ڈال اور مجھے میرے

(۱) جب اللہ تعالیٰ کا رسول پابندی سے رفع یدین کیا کرتا تھا تو ہمارا اس کے خلاف پابندی سے عمل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ (مترجم)

گناہوں اور خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اور الہی! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری کر دے جیسے مشرق اور مغرب دور دور ہیں۔

واعوذک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنت علی نفسک۔  
 الہی! پیٹک میں پناہ مانگتا ہوں تیرے غصہ سے تیری رضا جوئی کا واسطہ دیکر، اور پناہ مانگتا ہوں تیرے عذاب سے تیری معافی اور درگزر کا واسطہ دیکر، اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری شخصیت سے تیری ہی ذات کا واسطہ دیکر، نہیں گن سکتا میں تیری تعریف، تیری ذات ویسی ہی ہے جیسی تو نے اپنی شخصیت کی تعریف کی ہے۔  
 اور فرماتے :-

اللہم اغفر لی خطیبتی وجہلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ من اللہم اغفر لی جدی وهزلی وخطائی وعمدی وکل ذلک عندی، اللہم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما استترت وما اعلنت انت الہی لا الہ الا انت۔

الہی! تو مجھے میری خطا اور نادانی بخش دے اور میری زیادتی میرے کام میں معاف کر دے، اور میرا وہ گناہ بھی بخش دے جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے کہ وہ میرا گناہ ہے۔ الہی! میری کوشش، میری ہنسی، میری چوک اور میرا ارادہ اور ہر ایک عیب جو مجھ میں موجود ہے بخش دے۔ الہی! میرا وہ گناہ بھی بخش دے جو میں نے پہلے کیا اور پیچھے کیا اور جو میں نے ظاہر کیا اور چھپا کر کیا۔ تو ہی میرا معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

### سجدہ کی دعاء کے متعلق ہدایت

سجدہ کی دعا کے متعلق ہدایت فرمائی ہے کہ خوب گڑ گڑا کر مانگو۔ جب قیام دراز ہوتا تو رکوع و سجود بھی دراز کرتے اور جب مختصر ہوتا تو اسے بھی اسی مناسبت سے مختصر کر دیکھتے لائن جوہر ہے نگیں کہتے ہوتے اٹھتے پھر بالیاد ہر چھادھتے اور اس بار اٹھ جاتے،

داہنا پیر کھڑا رہتا، ہاتھ رانوں پر اس طرح رکھتے کہ کہیں بھی رانوں پر رہتیں، بچے گھٹنوں پر ہوتے۔

## سجدہ کے آداب

قومہ کی دعاء کے بعد تکبیر کہتے اور سجدہ میں بغیر رفع یدین کئیے چلے جاتے، سجدہ کا طریقہ یہ تھا کہ زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے تھے، پھر ہاتھ، پھر پیشانی اور ناک، یہی طریقہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور اس کے خلاف کوئی روایت موجود نہیں۔

وائل بن حجرؒ کی حدیث میں ہے کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح سجدہ کرتے دیکھا ہے کہ پہلے گھٹنے ٹیکتے، پھر ہاتھ، اور جب اٹھنے لگتے تو ہاتھ پہلے اٹھاتے اور گھٹنے اس کے بعد۔“

سجدہ میں پیشانی اور ناک پوری طرح زمین پر رکھ دیتے، ہاتھ پہلوؤں سے الگ رہتے اور بچے شانوں اور کانوں کی سیدھ میں ہوتے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا ”جب سجدہ کرو تو ہتھیلیاں زمین پر رکھو اور کہیں اٹھائے رہو۔“ سجدہ میں پیٹھ سیدھی رہتی، دونوں پیروں کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف ہوتے، ہتھیلیاں اور انگلیاں پھیلا دیتے، انگلیاں نہ باہم ملی ہو تیں نہ بالکل الگ۔ لیکن ابن حبان کی روایت میں ہے کہ رکوع میں انگلیاں کھول دیتے تھے اور سجدہ میں ملائے رہتے تھے۔

## سجدہ کی دعاء

سجدہ میں کہتے :-

سبحان ربی الاعلیٰ، سبحانک اللہم ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی۔  
میرا پروردگار سب سے برتر اور پاک ہے، پاک ہے تو اے ہمارے پروردگار اپنی  
تحمید و تقدیس کے ساتھ الہی! مجھے بخش دے۔  
اور فرماتے :-

## رفع سببہ

سجدہ سے اٹھ کر تشہد کے لئے بیٹھے تو دو انگلیاں مٹھی میں لے لیتے اور حلقہ بنا کر انگشت شہادت اٹھاتے، ہلاتے اور دعا کرتے۔ وائل بن حجرؓ کی روایت اسی طرح پر ہے۔

## قعدہ

دونوں سجدوں کے بائیں اتنی دیر بیٹھتے جتنی دیر سجدہ میں لگتی اور اس جلوس میں فرماتے :-

اللهم اغفر لی وارحمنی واجبرنی واهدنی وارزقنی.

یا اللہ! میری مغفرت کر مجھ پر رحم کر، میری مدد کر، مجھے ہدایت بخش اور رزق عطا فرما۔

پھر کھڑے ہوتے تو پیر کے پنجوں اور گھٹنوں پر اس طرح اٹھتے کہ بوجھ رانوں پر

رہتا، زمین پر ہاتھ ٹیک کے اٹھنے کی عادت نہ تھی۔

## تشہد کے آداب

جب کھڑے ہوتے تو بلا توقف قرآۃ شروع کر دیتے، دوسری رکعت پہلی رکعت

سے چھوٹی ہوتی تھی۔ جب التحیات کے لئے بیٹھے تو بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور داہنا داہنی

ران پر رکھتے، پھر انگشت شہادت سے اشارہ کرتے، اسے خم کرتے، حرکت دیتے، چھنگلیا

اور اس کے بعد کی انگلی مٹھی میں ہوتی، پچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا لیتے، صرف شہاد

کی انگلی باہر نکلی رہتی، اس پر نظر جمادیتے، آہستہ آہستہ ہلاتے اور دعا کرتے۔ بایاں ہاتھ اور

اس کی انگلیاں بدستور اپنی حالت پر رہتیں۔ اس موقع پر نشست بالکل ویسی ہوتی جیسی

سجدہ کے بعد۔ لیکن میں ہے کہ ”جب دوسری رکعت میں بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھاتے اور

داہنا کھڑا کرتے، لیکن جب آخری رکعت میں بیٹھے تو داہنا پاؤں مثل سابق کے کھڑا کر

دیتے، لیکن بایاں پاؤں اب کی دفعہ اس کے نیچے سے باہر نکال دیتے اور جسم کو زمین پر

رکھ کے بیٹھ جاتے۔

## پہلے تشہد کی دعا

پہلے تشہد کی نشست میں یہ دعا پڑھتے:

التحيات لله والصلوة والطيبات السلام عليك ايها النبي  
ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين،  
اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله.

تمام کی تمام عبادتیں (زبانی، بدنی اور مالی) سب اللہ کے لئے ہیں۔ اے نبی  
سلام ہو تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی برکتیں۔ ہم پر اور سب اللہ تعالیٰ کے  
نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا  
کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اس تشہد کو بہت جلد کر کے تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے ہوئے کھڑے ہو  
جاتے۔ باقی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے علاوہ اور کوئی سورت نہ پڑھتے۔

## دوسرا تشہد

چوتھی رکعت میں بیٹھے تو التحیات میں کلمہ شہادت کے بعد اپنے اور اپنی آل پر  
درود بھیجتے، قبر اور دوزخ کے عذاب، موت و حیات اور مسیح الدجال کے فتنوں سے پناہ  
مانگتے، پھر دائیں اور بائیں جانب یہ کہتے ہوئے سلام پھیرتے:-

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت نازل ہو۔

## نماز کے عام آداب

امام احمدؒ کی روایت ہے کہ نماز میں سر جھکا کے کھڑے ہوتے تھے، آنکھیں بند نہ  
(۱) بخاری شریف میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد ہم  
(صحابہ) السلام عليك ايها النبي کی جائے السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے۔ (ناشر)۔



کرتے تھے، نظر سجدہ گاہ پر رہتی تھی، صرف التحیات میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت انگشت شہادت کو دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی دلی مسرت نماز میں تھی، بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے ”بلال! نماز کے لئے آذان دے کر ہمیں تسکین دو۔“

## اختصار و طوالت نماز

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ طویل نماز کے ارادہ سے نیت باندھتے، مگر درمیان میں چپ کے رونے کی آواز آجاتی تو نماز مختصر کر دیتے، مبادا صاف میں اس کی ماں کو تکلیف ہو رہی ہو۔ کبھی امامہ رضی اللہ عنہ بنت ابی العاص (اپنی نواسی) کو کاندھے پر اٹھائے اس طرح نماز پڑھتے کہ جب کھڑے ہوتے انہیں اٹھالیتے، اور جب رکوع و سجود میں جانے لگتے تو اتار کے زمیں پر بٹھادیتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حسن یا حسین (علیہما السلام) کھیلتے کھیلتے آجاتے، آپ ﷺ سجدہ میں ہوتے، وہ پشت مبارک پر سوار ہو جاتے، ان کے گرنے کے ڈر سے آپ ﷺ سجدہ دراز کر دیتے۔

## حضور قلب کی عجیب مثال

ایک مرتبہ یہ ہوا کہ ایک سوار کو کوئی خبر لانے کے لئے بھیجا، پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے، مگر برابر اس گھاٹی کی طرف پھر پھر کر دیکھتے رہے جس سے سوار واپس آنے والا تھا۔ لیکن اس سے نہ خشوع و خضوع میں فرق آیا اور نہ جماعت کے کسی رکن میں کوئی خلل پڑا۔ یہ حضور قلب اور توجہ الی اللہ تعالیٰ کی عجیب مثال ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت عائشہؓ باہر گئی ہوتیں، دروازہ بند ہوتا، آپ ﷺ نماز پڑھتے ہوتے، اس اثنا میں وہ واپس آتیں تو آپ چل کے دروازہ کھول دیتے اور نماز کی نیت بدستور بندھی رہتی۔

## نماز میں سلام کا جواب

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ نماز میں ہوتے اور کوئی سلام کرتا تو اشرہ سے جواب دے دیتے۔

صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”مجھے آنحضرت ﷺ نے ایک کام پر بھیجا، میں واپس آیا تو آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے، میں نے سلام کیا تو اشارہ سے جواب دے دیا۔“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے جواب دے دیا۔“

عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ آپ ﷺ ہاتھ کے اشارہ سے جواب دیتے تھے۔  
بعضی میں عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ میں جہش سے ایسے وقت واپس پہنچا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں تھے، میں نے سلام کیا تو سر کے اشارہ سے جواب دیا۔

## مزید توضیح

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ رات کو حجرہ میں نماز پڑھتے، حضرت عائشہؓ سامنے سجدہ گاہ پر سوئی ہوتیں، آپ ﷺ سجدہ میں لگتے تو ان کے پہلو میں انگلی مارتے، وہ پیر سمیٹ لیتیں اور جب کھڑے ہو جاتے تو وہ پھیلا دیتیں۔ کبھی منبر پر نماز شروع کرتے، رکوع بھی اسی پر کرتے، صرف سجدہ کے لئے نیچے اتر آتے اور پھر اوپر چلے جاتے۔

ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے، دیوار سامنے تھی، ایک بکری آئی اور سامنے سے گزرنے لگی، آپ ﷺ اسے برابر روکتے، ٹالتے اور پھسلاتے رہے، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے بالکل دیوار سے جا لگے اور بکری پیچھے سے نکل گئی۔

امام احمد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے آپ ﷺ نے دو لڑکیوں کو باہم لڑتے دیکھا، فوراً آگے بڑھے، انہیں پکڑ کر الگ الگ کر دیا اور پھر بدستور نماز پڑھنے لگے۔  
حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا میرے لئے ایک وقت مقرر تھا، میں جاتا اور اجازت چاہتا، اگر نماز میں ہوتے تو کھار دیتے اور میں اندر آجاتا، اگر خالی ہوتے تو زبان سے اجازت دے دیتے۔ (احمد و نسائی)

## پاپوش سمیت نماز

کبھی برہنہ پاؤں نماز پڑھتے، کبھی جو تاپسن کر، بلکہ حکم دیا ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کے لئے جو تاپسن کے نماز پڑھو۔<sup>(۱)</sup>

## دعائے قنوت

مصیبت کے وقت نماز میں دعائے قنوت پڑھتے تھے، جس میں اپنی امت کے لئے دعاء اور دشمنوں کے حق میں بد دعاء کرتے تھے، جب ضرورت رفع ہو جاتی تو قنوت بھی ترک کر دیتے تھے (بخاری و مسلم) عموماً فجر اور مغرب کی نمازوں میں قنوت کرتے تھے۔

(۱) فقہاء نے ان باتوں کی ایک لمبی چوڑی فہرست دی ہے جن سے نماز باطل یا مکروہ ہو جاتی ہے، مثلاً ان کے ایک قصہ آکھکارنا اور اشارہ کرنا بھی ہے، مگر نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ان افعال کی وہ کیا تاویل کریں گے؟ بہت سے مولوی جو تاپسن کے نماز پڑھنے کی ممانعت کرتے ہیں اور اسے ایک بدعت قرار دیتے ہیں، حالانکہ وہ بدعت نہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے جو تاپسن کے نماز پڑھی ہے اور دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کتب حدیث میں بالصریح موجود ہے (بلکہ ائمہ نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو تاپسن کے نماز پڑھنا ہی سنت ہے۔ (مترجم) حتیٰ کہ تفسیر ماثور کے ناقولوں نے آیت :-

یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد (الاعراف: ۳۱)

اے بنی آدمی! مسجدوں میں پوری زینت کے ساتھ آیا کرو۔

میں ”زینت“ سے مراد نماز میں جو تاپسننا بتایا ہے۔ بعض لوگ جو تاپسن کے ساتھ نماز پڑھنے کو اس لئے ناپسند کرتے ہیں کہ جو تاپسن وقت بیوقت نجاست لگی رہتی ہے، لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ زمین پر رگڑ دینے سے جو تاپناک ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ”جب مسجد میں آؤالٹ کے جو تاپ دیکھ لو، اگر نجاست لگی ہو تو زمین پر رگڑ دو اور انہیں پسن کر نماز پڑھو۔“ (ابوداؤد و احمد) دوسری حدیث میں ہے، ”اگر جو تاپسن نجاست لگ جائے تو اس کے لئے مٹی طہارت ہے۔“ (ابوداؤد) ابو زید۔ (لوگوں کو حیرت ہوگی کہ جب تمام باتیں حدیث میں موجود ہیں تو علماء ان پر عمل کیوں نہیں کرتے لیکن یہ حیرت بالکل بے جا ہے کیونکہ کتنے عالم جنہوں نے صحیح طور پر حدیث پڑھی ہے؟ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج کل عالم ہونے کے لئے بس یہ کافی ہے کہ فقہ کی چند کتابیں پڑھ لی جائیں۔“ (مترجم)

امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کامل ایک ماہ تک ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازوں میں دعائے قنوت پڑھی، آخری رکعت میں سبح اللہ لمن حمدہ کے بعد دعاء شروع کرتے تھے، جس میں بنی سلیم کے ایک قبیلہ کو بد دعا دیتے اور مقتدی آمین کہتے تھے۔ ابو داؤد وغیرہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، اور یہی ثامت بھی ہے کہ کسی خاص ضرورت ہی پر نمازوں میں اس طرح کی قنوت کرتے تھے اور نہ دائمی طور پر جو دعائے قنوت پڑھتے تھے اس سے صرف حمد و ثنا مقصود ہوتی تھی۔

## نماز کے بعد کی دعائیں

سلام کے بعد تین مرتبہ استغفار کرتے اور فرماتے :-

اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال  
والاكرام.

الہی! تو ہی سلامتی والا ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے، اے صاحب بزرگی و عزت، تو ہی بلند کرت ہے۔

یہ الفاظ قبلہ رخ کہتے تھے، پھر فوراً مقتدیوں کی جانب متوجہ ہو جاتے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو بار بار بائیں پہلو سے مڑتے دیکھا ہے (صحیحین) انسؓ کی روایت میں ہے کہ داہنے پہلو سے مڑتے تھے (مسلم) ابن عمرؓ کا قول ہے کہ کبھی بائیں پہلو سے مڑتے تھے اور کبھی دائیں سے۔ جب مقتدیوں کی طرف گھومتے تھے تو پوری طرح گھومتے تھے، یہ نہ ہوتا تھا کہ ایک گروہ کی طرف پھرتے اور دوسروں کو محروم رکھتے۔ ہر فرض نماز کے خاتمہ پر فرماتے :-

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على  
كل شئ قدير.

اللہ تعالیٰ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لئے ہر طرح کی تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

صحیح ابن حبانؒ میں ہے کہ دست مرتبہ اس دعا کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔  
ابو حاتمؒ کی روایت ہے کہ ہر نماز کے بعد فرماتے :-

اللهم اصلح لي ديني الذي جعلته عصمة امري واصلح لي  
دنياي التي جعلت فيها معاشي، اللهم اني اعوذ برضاك من  
سخطك واعوذ بعفوك من نقمتك واعوذ بك منك لا مانع لما  
اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجند منك الجند.

یا اللہ! میرے لئے میرا دین درست کر دے کہ جسے تو نے میرے لئے پناہ بنایا ہے  
اور میرے لئے میری دنیا بھی درست کر دے کہ جس میں تو نے میری روزی رکھی  
ہے، یا اللہ! میں تیرے غصہ سے تیری رضا مندی کے دامن میں پناہ لیتا ہوں،  
تیرے انتقام سے تیرے غفور رحم کا پھلو ڈھونڈتا ہوں اور تجھ سے خود تیری ہی  
طرف بھاگ کے پناہ چاہتا ہوں، جو تو دے اسکا روکنے والا کوئی نہیں، جو تو نہ دے  
اس کا دینے والا کوئی نہیں، تیرے مقابلہ میں رتبے والے کا رتبہ کام نہیں آسکتا۔

حضرت معاذؓ کو وصیت فرمائی کہ ہر نماز کے خاتمہ پر کہا کرو :-

اللهم اعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك.

یا اللہ! اپنے ذکر، شکر اور حسن عبادت میں میری مدد کر۔

نماز کے خاتمہ سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے (واللہ اعلم) کہ نماز کے آخر میں یعنی ختم  
ہونے سے پہلے، اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کے بعد۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس طرف  
گئے ہیں کہ خاتمہ سے مراد سلام سے پہلے ہے، یعنی یہ دعا سلام سے پہلے پڑھنی چاہیے۔

سترہ (آڑ)

جب دیوار کے سامنے نماز پڑھتے تو اس کے قریب ہی رہتے ”اگر لکڑی، ستون یا  
درخت کے پیچھے نماز پڑھتے تو اسے اپنی دائیں یا بائیں ابرو کے مقابل رکھتے میدان میں  
لوہے کی سلاخ سامنے گاڑ لیتے تھے جو اسی مقصد سے ساتھ رہتی تھی۔

## سنن و نوافل

اگر مقیم ہوتے تو شب و روز میں دس سنتیں ضرور پڑھتے، بخاری میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مقیم ہوتے تو گھر کے اندر دس رکعتیں ضرور پڑھتے تھے یعنی دو ظہر سے پہلے دو اس کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔ حضرت حصہؓ کی روایت ہے کہ نماز جمعہ کے بعد گھر آ کے دو رکعت نماز پڑھتے تھے (صحیحین)

## جائے ادائے سنن

سنت نبوی فرض نمازوں میں یہ تھی کہ ہمیشہ مسجد میں پڑھتے، لیکن سنتوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف تھا، سنتیں ہمیشہ گھر میں پڑھا کرتے تھے الا یہ کہ کوئی عذر پیش آجائے، حدیث میں ہے کہ فرمایا ”لوگو نماز (سنت) گھر میں پڑھا کرو کیونکہ فرض کے علاوہ نماز کا گھر میں پڑھنا ہی افضل ہے۔“

## سنت فجر و وتر

فجر کی دو سنتیں اور وتر نماز کبھی نہ چھوڑتے حتیٰ کہ سفر میں بھی ان کا ترک کرنا منقول نہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سنت فجر اور وتر نماز کی اس قدر پابندی اس لئے فرماتے تھے کہ سنت فجر بمنزلہ آغاز عمل کے ہے اور وتر بمنزلہ خاتمہ عمل کے، یعنی روزانہ زندگی شروع ہو تو نماز سے اور ختم ہو تو نماز سے اسی وجہ سے آپؐ ان دونوں نمازوں میں سورۃ الاخلاص اور قل یا ایہا الکافرون پڑھا کرتے تھے جو نہایت جامع سورتیں ہیں۔

## سورۃ الاخلاص کی فضیلت

سورۃ الاخلاص میں توحید اعتقاد اور معرفت ہے، ایسی توحید کامل جو شرک کی تمام صورتوں کے قطعی منافی ہے۔ پھر اس میں اثبات صمدیت ہے جو جملہ کمالات کی جامع اور اس کی ذات اعلیٰ و اشرف کو ہر قسم کے نقص سے مبرا کرنے والی ہے ولد و والد کی نفی ہے،

جو لو ازم محمدیت و احدیت میں سے ہے کفو و نظیر کی نفی ہے، جس سے ہر قسم کی تشبیہ و تمثیل تک نفی ہوتی ہے۔

غرضیکہ سورۃ الاخلاص میں توحید اعتقادی کے وہ بنیادی اصول آگئے ہیں جن کے تسلیم کو لینے کے بعد انسان تمام گمراہ فرقوں سے الگ ہو کر موحد کامل ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ تنہا توحید اعتقادی کافی نہیں، توحید عملی کا وجود بھی ضروری ہے جو بسا اوقات مفقود ہو جاتی ہے، کیونکہ جس طرح علم کے باوجود انسان اکثر مضر عمل کرتا ہے، اسی طرح توحید علمی و اعتقادی کی موجودگی میں بھی شرک عملی کا غلبہ ہو جاتا ہے، منہ میں ضروری ہوا کہ توحید عملی کی بھی بنیادیں مضبوط کر دی جائیں اور شرک عملی کی بھی جڑیں اکھاڑ پھینکی جائیں چنانچہ سورۃ قل یا ایہا الکافرون میں یہ بات صاف کر دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ توحید علمی و عملی کی یہ دونوں جامع سورتیں اپنی اولین و آخرین نمازوں میں پڑھا کرتے تھے، نیز طواف کے نفلوں اور حج میں ان کی تلاوت فرماتے تھے۔

## رات کی نماز

امام مالک نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ رات میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں ایک رکعت بوتر کی ہوتی تھی، ان سے فارغ ہونے کے بعد دائیں کروٹ سے لیٹ جاتے تھے یہاں تک کہ مؤذن، فجر کی اذان دیتا تو اٹھتے اور دو مختصر رکعتیں پڑھتے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہ لیٹنا کچھ سنت کے طور پر نہ تھا بلکہ رات کو آپ ﷺ تھک جاتے تھے، اس لئے ذرا آرام لینے کے لئے لیٹ جاتے تھے، دائیں کروٹ سے لیٹنے میں یہ مصلحت بتائی گئی ہے کہ چونکہ قلب بائیں جانب ہے اس لئے بائیں کروٹ سونے سے نیند اچھی نہیں آتی، آپ چونکہ فجر کی نماز میں نیند کے غلبہ سے چٹنا چاہتے تھے اس لئے دائیں کروٹ پر سوتے تھے تاکہ تھوڑے وقت میں نیند پوری ہو جائے۔

صحیحین میں قاسم بن محمد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رات میں آپ دس رکعتیں پڑھتے تھے پھر ایک رکعت وتر کی ادا کرتے تھے اس کے بعد فجر کے وقت دو رکعت سنت فجر ادا کرتے تھے شب کی ان نمازوں میں قرأت باواز بلند کرتے تھے اور کبھی آہستہ سے جب کھڑے ہو کر پڑھتے تو قیام کبھی دراز کرتے اور کبھی مختصر۔ وتر نماز اکثر آخر رات میں پڑھتے تھے، لیکن کبھی درمیانی اور اول رات میں بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

### سفری نماز

سفر میں نفل نمازیں سواری پر بیٹھے بیٹھے پڑھ لیتے، اس حالت میں قبلہ رخ نہ ہوتے تھے بلکہ جدھر بھی سواری کا رخ ہوتا اسی طرف نماز پڑھ لیتے، رکوع و سجود اشارہ سے کرتے تھے، سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ خم نہ ہوتے تھے۔ احمد والوداؤد کی روایت ہے کہ جب سواری پر نماز پڑھنا ہوتی تو پہلے اس کا منہ قبلہ کی طرف کر کے نیت باندھتے پھر لگام ڈھیلی کر دیتے کہ اپنے راستہ پر چلی جائے۔

### سفر سے واپسی کی نماز

سفر سے واپس آتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے، اسی نماز کو بعض لوگوں نے ”صلوة الضحیٰ“ کا نام دے دیا ہے، کیونکہ دو مرتبہ ایسے ہی وقت ہیں آپ سفر سے لوٹے اور نماز پڑھی چنانچہ فتح مکہ سے واپسی بھی اسی وقت ہوئی تھی۔ لیکن اس نماز کو صلوة الضحیٰ قرار دینا غلطی ہے، کیونکہ آپ نے ہمیشہ اس کی پابندی نہیں کی جیسا کہ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور دیگر مرفوع احادیث و آثار صحابہ سے ثابت ہے۔



## فصل چہارم

### سجدہ سہو شکر و قرآن

#### نماز میں بھول

صحیح حدیث میں ہے کہ فرمایا ”میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں، بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو، اگر کبھی بھولوں تو یاد دلا دو۔“

آپ ﷺ کئی بار نماز میں بھول گئے ہیں اور سجدہ سہو کیا ہے، جس کی صورتیں مختلف تھیں کبھی سلام سے پہلے کرتے اور کبھی سلام کے بعد۔

#### سجدہ سہو کی صورت

حدیث میں ہے کہ سجدہ سہو کی صورت یہ تھی کہ سلام سے پہلے بیٹھے یا آواز بلند تکبیر کہتے پھر دو سجدے کرتے (متفق علیہ)

#### پانچ مواقع سہو

- (۱) گھٹن میں ہے کہ نماز ظہر کی دوسری رکعت میں تشہد بیٹھنا بھول گئے تو چوتھی رکعت میں سلام سے پہلے سہو کے دو سجدے کئے۔
- (۲) ایک مرتبہ ظہر یا عصر کی نماز میں بھولے سے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا، پھر گھٹنگو میں مشغول ہو گئے، لیکن جب معلوم ہو گیا کہ سہو ہو گیا ہے تو باقی دو رکعتیں پوری کیں اور سلام کے بعد دو سجدے کئے۔
- (۳) ایک دن نماز میں ایک رکعت رہ گئی اور سلام پھیر کے مسجد کے باہر چلے گئے حضرت طلحہؓ نے بڑھ کر یاد دلایا تو لوٹے، بلالؓ کو تکبیر کا حکم دیا، پھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ (احمد)

(۴) ایک مرتبہ ظہر میں پانچ رکعتیں پڑھ گئے، سلام کے بعد لوگوں نے یاد دلایا تو سہو کے دو سجدے کر لئے۔ (متفق علیہ)

(۵) ایک مرتبہ عصر میں تین رکعتیں پڑھ گئے، گھر تشریف لائے تو لوگوں نے یاد دلایا فوراً مسجد میں واپس آئے اور جماعت کے ساتھ باقی رکعت پوری کی، سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کئے اور پھر دوبارہ سلام پھیرا۔  
یہ پانچ مواقع ہیں جن میں آپ سے سہو ہونا ثابت ہے۔

## سجدہ شکر

خوشی کے موقع پر سجدہ کرتے، مصیبت کے دور ہونے پر سجدہ کرتے، جیسا کہ مسند احمد میں ابن ابی بجرہ کی روایت میں ہے اور جیسا کہ ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ خوشخبری آئی تو رسول اللہ ﷺ سجدہ میں گر پڑے۔

## سجدہ قرآن

جب تلاوت میں آیت سجدہ آجاتی تو تکبیر کہتے ہوئے سجدہ<sup>(۱)</sup> کرتے اور اکثر اس میں فرماتے: ”سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشفق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ“  
”میرا چہرہ اس ذات کے لئے سجدہ میں جس نے اسے پیدا کیا، یہ صورت بخشی، اور اپنی قدرت و طاقت سے اس میں سماعت و بصارت پیدا کی۔“  
یہ ثابت نہیں ہے کہ سجدہ سے اٹھتے ہوئے کبھی تکبیر کہی ہو، یا اس کے بعد سلام پھیرا ہو یا التحیات پڑھی ہو۔

(۱) لیکن بلا ترمیم ہر آیت سجدہ پر سجدہ نہ کیا کرتے تھے، چنانچہ زید بن ثابت کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورہ النجم سنانی، مگر آپ نے سجدہ نہیں کیا (اخرجہ الحدیث) صحابہ کا عمل بھی یہی تھا کہ کبھی سجدہ کرتے اور کبھی نہ کرتے، جیسا کہ سجدہ نخل میں حضرت عمر کا واقعہ مروی ہے اور جیسا کہ بخاری و مالک کی روایت میں سے (ابو زید) محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## فصل ۵

### نماز جمعہ کا بیان

#### پہلا جمعہ

ہجرت کے وقت جب مدینہ تشریف لائے تو پہلے قبا میں عمرو بن عوف کے ہاں دو شنبہ سے جمعہ تک قیام فرمایا اور ان کے لئے مسجد کی بنیاد ڈالی، جمعہ کے دن وہاں سے روانہ ہوئے تو نماز جمعہ کا وقت بنی سالم میں آگیا، چنانچہ اس مسجد میں جماعت سے نماز ادا کی جو اس وقت تک وادی میں موجود ہے، یہ پہلا جمعہ تھا جو مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے مدینہ میں ادا فرمایا۔

#### خطبہ جمعہ

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ اس موقع کے خطبہ میں علاوہ حمد و ثنا کے آپ ﷺ نے فرمایا:-

اما بعد ايها الناس قدموا لانفسكم والله ليضعنكم احدكم ثم  
ليدعن غنمه ليس له راع ثم ليقولن له ربه ليس له ترجمان  
ولا حاجب يحجبه دونه، الم ياتك رسولي فبلغك و اتيتك مالا  
وافضلت عليك فما قدمت لنفسك، فلينظرن يمينا وشمالاً  
فلا يرى شيئا ثم لينظرن قدامه فلا يرى غير جهنم، فمن استطاع  
ان يتقى بوجهه من النار و لو بشق من تمره فليفعل، و من لم يجد  
فبكلمة طيبة فانها تجزى الحسنة امثالها الى سبع مائة ضعف،  
والسلام عليكم و رحمة الله و بركاته.

لوگو! اپنے لئے توشہ تیار کرو، خدا تم میں سے کوئی اچانک مرجائیگا، اچانک بغیر

سے فرمائے گا: کیا میرے رسول ﷺ نے آکر تجھے میرا پیغام دیا تھا، کیا میں نے تجھے مال متاع نہیں دیا تھا؟ اب بتا تو اپنے لئے کیا توشہ لایا ہے؟ اس وقت وہ مسکین دائیں بائیں دیکھے گا تو جہنم کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا! پس جو شخص آدھی کھجور دے کر بھی دوزخ سے بچ سکتا ہے، چاہئے کہ دروغ نہ کرے، جسے یہ بھی میسر نہ آئے تو اچھی بات کہہ کر دوزخ سے بچے، کیونکہ نیکی کا بدلہ دس سے سات گناہ تک ملتا ہے۔ والسلام!

## جمعہ کے آداب

سنت نبوی ﷺ یہ تھی کہ اس دن (جمعہ) کو نہایت اہمیت دیتے، اس کے فجر میں سورہ آلہ السجدہ اور ہل اتی علی الانسان پڑھتے۔ امام احمد کی روایت ہے کہ فرمایا ”جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اگر میسر ہوا خوشبو لگائی، اپنا اچھے سے اچھا لباس پہنا، پھر سکون و وقار کے ساتھ چل کر مسجد آیا، تحیۃ المسجد ادا کی، اس دوران میں کسی کو تکلیف نہ پہنچائی، امام کا خطبہ توجہ سے سنا، پھر نماز پڑھی، تو اس کی یہ نماز آئندہ جمعہ کی نماز تک اس کے حق میں کفارہ ہوگی۔

سنن میں ہے کہ فرمایا ”اگر مقدرت رکھتے ہو تو کیا نقصان ہے کہ روز کے لباس کے علاوہ خاص جمعہ کے لئے ایک لباس بنا لو۔“<sup>(۱)</sup>

(۱) اس سے یہ مطلب نہیں کہ جمعہ کے علاوہ باقی دنوں میں صفائی کا خیال نہ رکھا جائے۔ بہت سے لوگ میلے اور بدبو دار کپڑے پہن کر مسجد میں آتے ہیں جس سے نمازیوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے، حالانکہ مسلمان کو ہمیشہ صاف سحر اور کم سے کم ایسا رہنا چاہئے اگر کوئی ایسے دیکھ کر نفرت نہ کرے۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کے منہ میں پیاز یا لسن کی بو محسوس کی تو فرمایا ”جو کوئی اس طرح کی چیزیں کھائے اسے نہیں چاہئے کہ ہمیں تکلیف دے، بلکہ بہتر ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھے۔“ اس سلسلہ میں ایک اور بات قابل ذکر ہے جس کا لوگ خیال نہیں کرتے بہت سے لوگ خیال نہیں کرتے بہت سے لوگ مجلس میں ایسے تیل اور عطر لگا کر آتے ہیں جن کی بو اگرچہ خود انہیں بھلی معلوم ہوتی ہے مگر مجلس میں ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو اس بو کو پسند نہیں کرتے اور سخت تکلیف اٹھاتے ہیں، لہذا انہایت احتیاط کی ضرورت ہے، اس چیز کا تعلق سر اسر دماغ سے ہے۔

## جمعہ کے لئے مجمع کا انتظار

جمعہ کے دن نماز میں لوگوں کے جمع ہونے کا انتظار کرتے، یہاں تک کہ جب مجمع ہو جاتا تو برآمد ہوتے مگر ساتھ نہ کوئی نقیب پکارتا چلتا اور نہ جسم مبارک پر لمبے چوڑے جبے ہوتے، سادگی سے تشریف لاتے، سلام کرتے اور منبر پر جاتے، فوراً بلالؓ اٹھتے، اور اذان دیتے جو صرف ایک مرتبہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ فوراً خطبہ کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

## جمعہ سے پہلے سنن نماز

اس وقت کوئی شخص سنت نماز نہ پڑھتا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ بھی عید کے مثل ہے جس سے پہلے سنت نماز نہیں، اور یہ جو مشہور ہے کہ بلالؓ کی اذان کے بعد سب لوگ سنتوں کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے تو بالکل باطل اور سنت نبوی سے جمالت پر مبنی ہے۔

## غلط فہمی کا ازالہ

اسی طرح جاہلوں کا یہ خیال بھی بے جیاد ہے کہ آپ تلوار پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے اور نہ کہ ایسا کرنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اسلام کا قیام تلوار سے ہوا ہے اس طرح کی کوئی روایت بھی موجود نہیں ہے، حتیٰ کہ یہ بھی منقول نہیں کہ آپ تلوار یا کمان یا کسی اور چیز کے سہارے منبر پر چڑھتے ہوں، البتہ منبر بننے سے پہلے عصا یا کمان پر ٹیک دے کر خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے تھے، تلوار کا اس حالت میں بھی لینا مروی نہیں۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بہت لوگ تیل لگانے کے بعد ہاتھ نہیں دھوتے، بلکہ تیل کو ہاتھوں میں مل لیتے ہیں، پھر بلا تکلف مصافحہ شروع کر دیتے ہیں، جس سے دوسروں کے ہاتھ بھی چکنے ہو جاتے ہیں۔ یہ سب معاشرت کے بالکل ابتدائی آداب ہیں، ہر شخص پر ان کی پابندی لازمی ہے۔ (مترجم)

## الخطبة الاربعة

## ضروریات خطبہ جمعہ

خطبہ میں سربراہ وقت باتیں ہوتی تھیں جن کی مجال میں کو ضرورت ہوتی اثناء خطبہ میں اگر کوئی ضرورت پیش آجاتی تو بغیر متعلق گفتگو میں کر لیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور بیٹھے لگا، آپ خطبہ دے رہے تھے، نظر اڑ گئی، تو اسے مخاطب کر کے فرمایا ”لگے“ ”عجیبتہ المسجد“ لدا کر دتا اسی طرح ایک آدمی لوگوں کو بھانڈا کرنا اگلی صف کی طرف آ رہا تھا، آپ نے دیکھا تو منع فرمایا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔

بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ اثناء خطبہ میں کوئی آگیا ہے تو ”آؤ بیٹھو“ اور اسی طرح کے مختصر جملے کہہ دیئے ہیں۔ خطبہ کے دوران میں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آجاتا تو دعا فرماتے تو انگلیت شہادت کے اشارہ کیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت بڑی تاکید تھی کہ لوگ قریب ہو کر بیٹھیں اور پوری خاموشی سے سنیں۔

## باطلاات جمعہ

حدیث میں ہے کہ فرمایا ”جس نے جمعہ کے دن آکر شور مچایا، اس کا جمعہ نہیں ہوا۔“ امام احمد کی روایت ہے کہ فرمایا ”جمعہ میں جب امام خطبہ دے رہا ہو اور کوئی بولے تو اس کی مثال اس گدھے کی ہے جس کی پیٹھ پر کتاب کا بوجھ لاد دیا جائے، جو کوئی اپنے سامنے سے کتا ہے ”خاموشی“ اس کا جمعہ نہیں۔“

## طریقہ ادا کے جمعہ

جب خطبہ ختم ہو جاتا تو بلال اقامت کہتے۔ آپ جمعہ کی نماز ہمیشہ دراز کرتے تھے۔ بعد میں سنیں مسجد میں نہ پڑھتے بلکہ گھر پہنچ کر صرف دو رکعت ادا فرماتے تھے، جیسا کہ صحیحین میں ابن عمر کی حدیث سے ثابت ہے کہ جمعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ گھر آ کے دو رکعت سنت پڑھتے تھے۔

(۱) بہت سے لوگ جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت یا علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں حالانکہ یہ ایک بدعت ہے اور سنت نبوی میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جمعہ اور ظہر کی نماز میں ایک ہی دن میں نماز نہیں کیں، جمعہ کے بعد ظہر نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ مجھے ثواب کے بدعت ہونے کی وجہ سے موجب عقاب ہو سکتی ہے۔ (ابوزید)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## فصل ہشتم

### عیدین کا بیان

#### آداب عیدین

عیدین کی نماز اس عید گاہ میں ادا فرماتے تھے جو مدینہ کے مشرقی پھاٹک پر واقع ہے۔ ان دونوں تقریروں پر بہت سے بہتر لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کھجور کے چند دانے تناول کرتے جو شکر میں طاق ہوا کرتے تھے۔

عید الاضحیٰ میں جانے سے پہلے کچھ نہ کھاتے بلکہ واپسی پر اپنی قربانی کے گوشت پھینکے سے کچھ نوش فرماتے۔

عید الفطر کی نماز دیر سے شروع کرتے اور عید الاضحیٰ میں جلدی کرتے تھے جب عید گاہ پہنچ جاتے تو نماز شروع ہو جاتی، اس کے لئے نہ اذان دی جاتی تھی نہ اقامت کہی جاتی تھی اور نہ الضلوة جامعہ وغیرہ کے الفاظ پکارے جاتے تھے۔

ترکیب نماز دو رکعت تھی، پہلی رکعت میں پہلی تکبیر کے بعد ہی سات تکبیریں آتیں تھیں جن میں سے ہر تکبیر کے بعد کسی قدر سکوت ہوتا تھا اس سکوت میں کیا فرماتے

تھے کچھ ثابت نہیں، لیکن عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت میں ہے کہ حمد و ثنا اور درود پڑھتے تھے۔ تکبیروں کے بعد سورۃ الفاتحہ، پھر قرآن المجید پڑھتے تھے، کبھی اس کے بجائے سبح اسم ربك الاعلیٰ بھی پڑھی ہے، اس کے بعد تکبیر کہتے اور رکوع و سجود کرتے، پھر سورۃ الفاتحہ اور اقتربت الساعة وانشق القمر پڑھتے، کبھی اس کی جگہ هل اتاك حدیث الغاشیة، بھی تلاوت کرتے تھے۔ یہ ثابت نہیں کہ تکبیروں سے پہلے کچھ پڑھتے ہوں بلکہ ہمیشہ کا طریقہ یہی تھا کہ دونوں رکعتیں تکبیروں سے شروع کرتے تھے۔ ترمذی نے کثیر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عیدین کی نماز پڑھی تو پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق میں نے محمد البخاری (صاحب صحیح البخاری) سے دریافت کیا تو فرمانے لگے: ”اس باب میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے، اور خود میرا بھی یہی مسلک ہے۔“

## خطبہ عیدین

جب نماز ختم ہو جاتی تو اٹھ کے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے جو اپنی صفوں میں بدستور بیٹھے ہوتے، پھر خطبہ دیتے اور وعظ و نصیحت فرماتے۔ جاہر کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی، بلا اذان و اقامت کے نماز شروع کی پھر فارغ ہو کر بلال پر ٹیک لگا کے کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا جس میں تقویٰ و طہارت کی ترغیب تھی، پھر عورتوں کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں بھی نصیحت کی۔ ”(متفق علیہ) عیدین کے خطبہ میں تکبیریں زیادہ کہتے تھے جیسا کہ ابن ماجہ میں آپ ﷺ کے مؤذن سعد کی روایت میں مذکور ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خطبہ کا آغاز بھی



تکبیر سے کرتے تھے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خطبہ ہمیشہ الحمد لله ہی سے شروع کرتے تھے، خطبہ عید کے موقع پر آپ ﷺ نے لوگوں کو بغیر خطبہ سے گھر چلے جانے کی بھی اجازت دی ہے۔

## جمعہ اور عیدین کا اجتماع

نیز اگر عید جمعہ کے دن پڑے تو اختیار دیا ہے کہ جمعہ میں شریک نہ ہوں۔ آپ عید کی نماز سے پہلے یا پیچھے سنت یا نوافل کی کوئی نماز نہ پڑھتے تھے۔ عید گاہ ایک راستہ سے جاتے تھے اور دوسرے سے لوٹتے تھے تاکہ دونوں طرف کے لوگوں سے صاحب سلامت کر سکیں۔

## ایام تشریق

ہمیشہ کی سنت تھی کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر فجر یوم عرفہ (نویں ذی الحج) سے آخر ایام تشریق (تیرہویں ذی الحج) کے عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر کہتے، جس میں یہ الفاظ ہوتے تھے :-

اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد

## فصل ہفتم

### صلوٰۃ کسوف کا بیان

#### ترکیب نماز

ایک مرتبہ سورج گرہن پڑا تو تیزی سے مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز ادا کی، پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور ایک طویل سورت باآواز بلند پڑھی، پھر طویل رکوع کیا، پھر اٹھے تو دیر تک وقوف کیا اور ”سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد۔“ کہا، پھر دوبارہ قرأت شروع کر دی جو پہلی قرأت سے مختصر تھی، پھر رکوع کیا جو پہلے رکوع سے چھوٹا تھا، پھر کھڑے ہوئے اور سجدہ میں گئے جس میں دیر لگائی۔ اس کے بعد دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح پڑھی۔ اس طرح اس نماز کی ہر رکعت میں دو رکوع، دو سجدے اور دو مرتبہ قرأت کی۔

#### خطبہ کسوف

پھر نماز کے بعد خطبہ دیا جس کے یہ الفاظ روایت کئے گئے ہیں :-

ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ لا یخسفان لموت احد ولا لحياته<sup>(۱)</sup> فاذا رايتم ذلك فادعوا اللہ وکبروا وصلوا  
وتصدقوا ولقد اوحى الی انکم تفتنون فی القبور یؤتی احدکم  
فیقال له ما علمک بهذا الرجل؟ فاما المؤمن، او الموقن فیقول

(۱) یہ اس وجہ سے فرمایا کہ اسی وقت آپ کا صاحبزادہ ”نبراہیم“ فوت ہوا تھا اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ گمن اس کے مرنے کی وجہ سے پڑا ہے، آپ ﷺ نے اس بے بیادوہم کی تردید کی (مترجم)

محمد رسول الله جاء بالبينات فامنا و اتبعنا فيقال له نم صالحا  
فقد علمنا ان كنت لمؤمنا، واما المنافق او المرتاب، فيقول لا  
ادري سمعت الناس يقولون شيئا فقلته. <sup>(۱)</sup>

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے جینے سے  
گن میں نہیں پڑتیں، جب تم ایسی حالت (گھن) دیکھو تو اللہ کو پکارو، تکبیر کو،  
نماز پڑھو صدقہ دو۔ مجھ پر وحی آئی ہے کہ قبر کے اندر تمہارا امتحان ہوگا، تم سے  
پوچھا جائے گا ”اس شخص کے بارے میں تیرا کیا علم ہے؟“ مومن جواب دیدیگا  
”محمد رسول اللہ ہیں، ہدایت اور کھلی نشانیوں کے ساتھ آئے ہیں ہم نے ان کی  
تصدیق اور پیروی کی۔“ اس پر کہا جائیگا ”خیریت سے سو، ہم پہلے سے جانتے تھے  
کہ تو مومن ہے۔“ لیکن منافق اس سوال کے جواب میں کہے گا ”اس شخص کے  
متعلق میرا علم کچھ بھی نہیں، میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا خود بھی وہی کہنے لگا۔“  
صحیح طور پر اس قدر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے صلاۃ کسوف زندگی بھر میں صرف  
ایک مرتبہ پڑھی اور یہ اس دن جب آپ کے لڑکے ابراہیم کی وفات واقع ہوئی۔

(۱) یہ آخری جملہ نہایت قابل غور ہے، اندھی تقلید کا نتیجہ یہی ہوگا کہ اس نازک وقت میں ناکامی  
و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑے، مسلمان کے لئے روا نہیں کہ بلا سوچے سمجھے کوئی بات مان لے اور  
آنکھیں بند کر کے لوگوں کے پیچھے ہو لے، اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی ایمان و عمل میں معتبر ہے جو علم  
و یقین کے ساتھ ہو، تقلید کچھ بھی مفید نہ ہوگی۔ (مترجم)

## فصل ہشتم

### صلاة استسقاء<sup>(۱)</sup> کا بیان

#### طریقہ نماز استسقاء

صحیح حدیثوں میں ہے کہ آپؐ نے متعدد طریقوں سے استسقاء کیا ہے: ایک مرتبہ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ پانی کے لئے دعا کی۔

”اللهم اغثنا، اللهم اسقنا، اللهم اسقنا.“

”یا اللہ! ہمیں بچا، ہمیں پانی دے، ہمیں پانی دے۔“

دوسری مرتبہ خاص استسقاء کے لئے عید گاہ تشریف لے گئے، خطبہ دیا، جس میں ہاتھ اٹھا کے نہایت تضرع و زاری کے ساتھ دعا کی، پھر صلاۃ عیدین کی طرح بغیر اقامت و اذان کے دو رکعت نماز ادا کی۔ دونوں میں قرأت باواز بلند کی، پہلی میں فاتحہ کے بعد ”سبح اسم ربك الاعلیٰ.“ دوسری میں ”هل اتاك حدیث الغاشیة.“ پڑھی۔

تیسری مرتبہ جمعہ کے علاوہ ایک دن منبر پر سے استسقاء کیا مگر نماز نہیں پڑھی۔

چوتھی مرتبہ مسجد میں بیٹھے بیٹھے استسقاء کے لئے ہاتھ اٹھا کے دعا کی۔

(۱) پانی برسنے کے لئے نماز اور دعا۔

## فصل نہم

### صلاة خوف کا بیان

#### صلاة خوف کے قصر کی حکمت

جب خطرہ اور سفر دونوں درپیش ہوں تو نماز کے ارکان اور نماز کی تعداد دونوں میں کمی کرنے کی اجازت ہے۔ اگر صرف سفر ہو تو تعداد میں کمی ہوگی، صرف خطرہ ہو تو ارکان میں۔ رسول اللہ ﷺ کا اسی پر عمل تھا اور اسی سے آیت قصر کے سفر اور خوف سے مقید ہونے کی حکمت معلوم ہوگی۔<sup>(۱)</sup>

(۱) آیت یہ ہے:-

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوة، ان خفتم ان یفتکم الذین کفروا، ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا، واذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوة فلنقم طائفة منہم معک ولیاخذوا اسلحتہم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفة اخرى لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرہم واسلحتہم ود الذین کفروا لو تلافولن عن اسلحتکم وامتعکم فیمیلون علیکم میلة واحدة ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضی ان تصعوا اسلحتکم وخذوا حذرکم ان اللہ اعد للکافرین عذابا مہینا. واذا قضیتم الصلوة فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم، فاذا اطمانتم فاقیموا

الصلوة ان الصلوة کانت علی المومنین کتابا موقوتا. (المساء: ۱۰۱-۱۰۳)

مسلمانو! جب تم کہیں جاؤ اور ڈرو کہ کفار تمہیں ستائیں گے (لڑیں گے) تو کچھ ہرج نہیں کہ نماز میں قصر کرو، پشک کافر تمہارے دشمن ہیں۔ اے پیغمبر! جب تم مسلمانوں میں موجود ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو مسلمانوں کی ایک جماعت مقتدی بن کر تمہارے ساتھ کھڑی ہو اور اپنے ہتھیار لئے رہیں، پھر جب سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہٹ جائیں اور دوسری جماعت جو اب تک شریک نماز نہیں ہوئی، آکر تمہارے ساتھ نماز میں شریک ہو اور ہو شیار رہیں اور اپنے ہتھیار لئے رہیں، کافروں کی تو یہی خوشی ہے کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سازو سامان سے غافل ہو جاؤ تو یکبارگی وہ تم پر ٹوٹ پڑیں، اور اگر تم لوگوں کو مینہ کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو یا تم ہمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار رکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں، ہاں اپنی ہو شیاری رکھو، اللہ نے کافروں کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب نماز پوری کر چکو تو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے رہو، اور جب مطمئن ہو جاؤ تو نماز (معمول کے

مطابق) کو قائم کرو کیونکہ مومنین پر بقدر وقت فرض ہے۔ (مترجم)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## ترکیب ادا کی پہلی صورت

صلوٰۃ الخوف میں اسوہ نبوی ﷺ یہ تھا کہ اگر دشمن قبلہ کی طرف سامنے ہوتا تو آپ کے پیچھے تمام مسلمان صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ سب ساتھ تکبیر کہتے اور رکوع کرتے، لیکن سجدہ صرف اول صف کرتی اور دوسری صف دشمن کی نگرانی کے لئے کھڑی رہتی، یہاں تک کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے اس وقت دوسری صف سجدہ کرتی، پھر اگلی صف اپنی جگہ سے ہٹ جاتی اور یہ پچھلی صف اس کی جگہ پر آ جاتی تاکہ یہ رسول اللہ کے ساتھ سجدہ کرنے کی فضیلت حاصل کرے۔ چنانچہ دوسری رکعت میں صرف یہ صف سجدہ میں شریک ہوتی اور اول صف (جو کہ اس رکعت میں پچھلی صف ہے) دشمن کے سامنے کھڑی رہتی، یہاں تک کہ جب آپ تشد کے لئے جلوس فرماتے تو یہ بھی سجدہ کرتی اور تشد میں شریک ہو کر سب ساتھ سلام پھیرتے۔

## دوسری صورت

لیکن اگر دشمن قبلہ کسی سمت نہ ہوتا تو متعدد طریقوں سے نماز ادا کرتے :-

- (۱) کبھی یہ ہوتا کہ مسلمان دو گروہ میں ہو جاتے: ایک گروہ آپ کے ساتھ نیت باندھ کر کھڑا ہوتا اور پہلی رکعت پڑھ کر دوسرے گروہ کی جگہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جاتا، اور یہ دوسرا اپنی جگہ سے چل کر دوسری رکعت میں شریک ہو جاتا۔ جب آپ سلام پھیرتے تو دونوں گروہ باری باری ایک ایک رکعت پوری کر لیتے۔
- (۲) کبھی یہ ہوتا کہ آپ ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھتے، پھر اسے چھوڑ کر دوسرے گروہ کی طرف تشریف لے جاتے اور اس کے ساتھ دوسری رکعت شروع کرتے، لیکن اس وقت تک رکوع میں نہ جاتے جب تک اپنی باقی کی رکعت پوری کر کے سلام نہ پھیر لیتا، جب فارغ ہو جاتا تو دوسرے گروہ کے ساتھ رکوع و سجدہ کرتے اور تشد کے لئے بیٹھ جاتے، مگر جب تک یہ گروہ بھی اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری نہ کر لیتا، انتظار کرتے، اور پھر اسی کے ساتھ سلام پھیرتے۔

(۳) کبھی ایسا ہوتا کہ چار رکعت نماز شروع کرتے، پہلا گروہ دو رکعتیں ساتھ پڑھتا اور سلام پھیر کر چلا جاتا، پھر دوسرا گروہ آتا اور باقی دو رکعتوں میں شریک ہو کر سلام پھیر دیتا۔

(۴) کبھی یوں ہوتا کہ ایک گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھتے اور سلام پھیر کر نماز پوری کر دیتے، پھر دوسرا گروہ آیا اور اس کے ساتھ بھی دو رکعت نماز پڑھتے۔

(۵) کبھی یہ ہوتا کہ دونوں گروہ آپ کے ساتھ ایک ایک رکعت پڑھ کر چلے جاتے اور باقی رکعت پوری نہ کرتے۔

صلوة الخوف کی یہ تمام صورتیں ثابت ہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ اس باب کی تمام حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے۔

## فصل ۱۰

### سفر اور نماز قصر کا بیان

#### اقسام سفر

نبوت کے بعد چار طرح کے سفر کیے ہیں :-

- (۱) ایک دفعہ ہجرت کے لئے۔ (۲) بارہا جہاد کے لئے۔  
(۳) ایک مرتبہ عمرہ کے لئے۔ اور (۴) ایک دفعہ حج کے لئے۔

#### تیاری سفر

جب سفر پر تشریف لے جانے لگتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ ڈالتے، جس کا نام نکل آتا اسے ہمراہ لے جاتے۔ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو تمام ازواج کو ساتھ لے گئے تھے۔ دن کے اول حصہ میں سفر پر روانہ ہوتے اور دعا کرتے کہ خدا امت محمدؐ کے لئے اس کے سفر میں برکت دے! مسافروں کے بارے میں حکم تھا کہ اپنے میں سے کسی ایک کو دوران سفر میں سردار بنالیں، تن تنہا سفر کرنے کی ممانعت کی ہے۔

#### دعائے سفر

اللهم اليك توجهت وبك اعصمت، اللهم اكفني ما اهتمني وما لا اهتم به، الله زدني التقوى، واغفر لي ذنبي وجهني للخير اينما توجهت.  
الہی! تیری ہی طرف میرا قصد ہے، تجھی سے میری مضبوطی ہے، الہی! جس کی مجھے فکر ہو اور جس کی نہ ہو، سب سے بچا، الہی! توشہ میں تقویٰ دے میرے گناہ معاف کر، اور جدھر بھی میں جاؤں نیکی کے لئے مجھے لے جا۔



## سواری پر چڑھنے کی دعاء

جب سواری پیش کی جاتی تو رکاب میں پیر رکھتے ہوئے ”بسم اللہ“ کہتے اور جب جم کر بیٹھ جاتے تو فرماتے :-

”الحمد لله الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الي ربنا لمنقلبون.“  
 ”تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہمارے لئے اسے مسخر کر دیا، ورنہ ہم اسے زیر نہ کر سکتے تھے، ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔  
 نیز فرماتے :-

”اللهم هون علينا سفرنا واطو عنا بعده، اللهم انت الصاحب في السفر والخليفة في الاهل.“  
 ”یا اللہ! ہمارا سفر آسان کر دے اور اس کی دوری کم کر دے، یا اللہ! تو ہی سفر میں رفیق اور اہل و عیال کا نگہبان ہے۔“

## قصر نماز

سفر میں ہمیشہ چار رکعت والی نمازوں کا قصر کرتے، روانگی سے واپسی تک صرف دو رکعتیں پڑھتے رہتے۔ یہ ہرگز ثلاث نہیں کہ آپ نے سفر میں کبھی بھی ایسی نماز بغیر قصر کے پڑھی ہو۔ صحیح بخاری میں ابن عمر کی روایت ہے ”رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں نے سفر کیا اور کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز پڑھی ہو۔“  
 رہا وہ اختلاف جو عائشہؓ سے اس باب میں مروی ہے تو وہ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ باطل ہے، کیونکہ ام المؤمنین کی شان سے یہ بالکل بعید ہے کہ رسول اللہ اور تمام صحابہ سے اختلاف کریں، خصوصاً جبکہ خود ہی فرماتی ہیں :-

## قصر کی فلاسفی

شروع نماز میں دو ہی رکعت فرض تھیں، لیکن ہجرت کے بعد حضر میں دو رکعتیں زیادہ کر دی گئی اور سفر میں نماز اپنی اصلی حالت پر باقی رہ گئی۔“ (متفق علیہ)  
 محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن عباس کا قول ہے: ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبیؐ کی زبانی تم پر حضر میں چار رکعتیں سفر میں دو رکعتیں اور حالت خوف میں ایک ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔“ (مسلم)

حضرت عمر کا قول ہے: ”صلوٰۃ سفر دو رکعت، عیدین دو دو رکعت، جمعہ دو رکعت، پوری پوری نمازیں بغیر کسی کمی کے تمہارے نبی محمد ﷺ کی زبانی فرض ہوئیں، جو کوئی افتراء کرے اس کے لئے ہلاکت ہے۔“ حالانکہ حضرت عمرو ہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ ”یا رسول اللہ ﷺ! اب ہم کیوں قصر کرتے ہیں حالانکہ بخوف ہیں؟“ آپ نے جواب دیا ”یہ اللہ کا صدقہ ہے اور اس کے دین کی سہولت ہے اسے قبول کرو۔“

## جمع صلاتین

جب زوال سے پہلے سفر شروع کرتے اور تیز چلنا ہوتا تو ظہر کو عصر تک مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ منزل پر اترتے اور دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھتے۔ لیکن اگر زوال کے بعد سفر شروع کرتے تو ظہر پڑھ کے سوار ہوتے۔

غزوہ تبوک کے سلسلہ میں روایت کیا گیا ہے اگر سفر سے پہلے زوال ہو جاتا تو ظہر و عصر کو جمع کر لیتے، لیکن اگر زوال سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر میں تاخیر کرتے، یہاں تک کہ عصر کے لئے اترتے تو دونوں نمازیں ایک ساتھ ملا لیتے، یہی طریقہ مغرب و عشاء میں بھی تھا۔

## مسافت سفر

نماز کے قصر اور روزہ کے افطار کے لئے سفر کی مسافت محدود نہیں کی، بلکہ اسے لوگوں کے عرف پر چھوڑ دیا ہے، تمام وہ روایتیں جو مسافت کی تحدید کے متعلق وارد ہوئی ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی صحیح نہیں۔

## حضر میں جمع صلاتین

باقی رہا حضر میں جمع کرنا تو بجز عرفہ کے اور کہیں ثلاث نہیں، صرف عرفہ میں آپ نے ظہر و عصر کے مابین جمع تقدیم کی ہے اور یہ اس لئے کہ دعا میں مسلسل کھڑے رہتے تھے جیسا کہ امام شافعی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا ہے۔

## مدت سفر

آنحضرت ﷺ تبوک میں بیس دن مقیم رہے اور نماز برابر قصر کرتے رہے۔ آپ نے قصر کے لئے سفر کی کوئی مدت معین نہیں فرمائی اور نہ امت کو حکم دیا کہ بیس دن سے زیادہ اقامت ہونے کی صورت میں نماز پوری پڑھی جائے۔ آپ کا اتنی مدت قیام محض اتفاقی تھا، سفر بمر حال سفر ہے عام اس سے کہ کہیں قیام زیادہ ہو جائے یا کم، البتہ اگر اقامت کا عزم ہو جائے تو سفر سفر نہیں رہتا۔

## صحابہ کے چند واقعات

نافع کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر آذربائیجان میں چھ ماہ مقیم رہے اور نماز برابر قصر کرتے رہے۔ حفص بن عبید اللہ کی روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک شام میں دو سال مقیم رہے اور مسافر کی سی نماز پڑھتے رہے۔ حضرت انس کا قول ہے کہ ”رامر مز“ میں صحابہ سات مہینے ٹھہرے رہے اور قصر کرتے رہے۔ حسن کی روایت ہے کہ میں حضرت عبدالرحمن بن عمرہ کے ساتھ کابل میں دو سال رہا اور دیکھتا رہا کہ وہ برابر قصر نماز پڑھتے ہیں مگر جمع نہیں کرتے ابراہیم کا قول ہے کہ صحابہ ری اور سجستان میں سال سال دو دو سال رہتے اور قصر کرتے رہے۔

## آئمہ اربعہ

یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا اسوہ ہے اور یہی حق ہے آئمہ اربعہ بھی اسی پر متفق ہیں کہ اگر انسان کسی جگہ ٹھہر جائے اور روز خیال کرتا رہے کہ آج جاتا ہوں اور کل جاتا ہوں، تو وہ تمام عمر قصر کرتا رہیگا۔

## فصل ۱۱

### روزہ کا بیان

#### مقصود روزہ

روزہ سے مقصود، محبوبات نفس کا اللہ کی محبت اور خوشنودی کے لئے ترک کرنا ہے، گویا روزہ ایک معاہدہ یا راز ہے جو صرف بندہ اور آقا کے مابین اس طرح ہوتا ہے کہ درمیان میں کوئی محرم نہیں۔

#### فوائد روزہ

روزہ کے فوائد و اثرات عجیب و غریب ہیں، وہ ظاہری و باطنی تقویٰ کو جلا دیتا ہے، فاسد مادے دور کرتا اور ردی اخلاط سے جسم کو پاک کرتا ہے۔ روزہ، قلب اور دیگر تمام اعضاء کو وہ تمام قوتیں واپس دلاتا ہے جو مختلف طریقوں سے صرف ہو جاتی ہیں، روزہ کے ذریعہ انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ فقر و فاقہ کی تلخی کیسی ہوتی ہے، بھوکوں پر ترس آتا ہے، محتاجوں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ بناء بریں روزہ کو روحانیت میں ایک بڑا درجہ حاصل ہے، اور تقویٰ و طہارت حاصل کرنے کا وہ ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ

مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. (البقرة: ۱۸۳)

مسلمانو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔

## روزہ سپر ہے

حدیث میں ہے الصومۃ جنة (روزہ سپر ہے) رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کو جو وسائل کی عدم موجودگی کی وجہ سے شادی نہ کر سکتے، روزہ رکھنے کا حکم دیتے اور فرماتے روزہ اس خواہش کو دباتا ہے۔

## روزہ کی فرضیت

چونکہ محبوبات ولذائذ کا ترک، نفس پر بہت شاق گزرتا ہے اس لئے روزہ دیر میں فرض کیا گیا، سن ۲ ہجری میں اس کی فرضیت نازل ہوئی جبکہ دلوں میں توحید پوری طرح راسخ ہو چکی تھی، نماز کی عادت پڑ گئی تھی، قرآن اور احکام قرآن سے انس پیدا ہو گیا تھا اور مسلمان راہ اللہ تعالیٰ میں بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ روزہ فرض ہونے کے بعد نو سال تک زندہ رہے اور نو رمضانوں کے روزے رکھے۔

## اجازت اور معاوضہ

بوڑھوں اور عورتوں کے لئے اجازت ہے کہ اگر وہ روزہ نہ رکھ سکیں تو افطار کریں اور اس کے عوض میں رمضان بھر روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں، بیمار اور مسافر کے لئے بھی جائز ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور بعد میں قضا کریں۔

## قضاء روزہ

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں بھی اگر روزہ میں اپنے لئے نقصان سمجھیں تو قضا کریں، لیکن اگر خود اپنے لئے خطرہ نہ دیکھیں اور بچے کے لئے مضرات کا اندیشہ ہو تو قضا کے علاوہ روزانہ ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائیں، کیونکہ ان کا روزہ نہ رکھنا بیماری کے خوف سے نہیں ہے کہ قضا کافی ہو بلکہ ان کی مثال تندرست آدمی کی ہے جو روزہ نہیں

رکھتا اور اس پر قضا کے عذرہ مسکین کو کھلانا بھی واجب ہے۔<sup>(۱)</sup>

### ہلال عید اور افطار

جب دو شاہد آکر ہلال عید کے دیکھنے کی شہادت دے دیتے تو اگر نماز کا وقت گزر چکا

(۱) حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے متعلق ان قیام کا یہ قول غیر واضح ہے، عام مسئلہ تو یہ ہے کہ ان کا شمار بھی ان لوگوں میں ہے جن کے لئے روزہ کا قضا کرنا نہیں بلکہ صرف نذیہ (کھانا کھلانا) دینا کافی ہے، کیونکہ حمل و رضاعت کا سلسلہ تو سال بھر تک برآمد جاری رہیگا۔ اور عورت کو قضا کی مہلت ہی کہاں ملے گی؟ قرآن سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزہ نہ رکھنے کی صرف دو قسم کے لوگوں کو اجازت دی ہے، ایک تو مریض و مسافر ہیں جو قضا کریں گے، نذیہ نہ دیں گے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کے لئے روزہ رکھنا بہت دشوار ہے، ان کے لئے صرف نذیہ ہے قضا نہیں۔ قرآن میں ہے :-

فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر، وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين. (البقرة: ۱۸۴)

جو تم میں بیمار ہو یا مسافر، سو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ لے، اور جو لوگ سخت مشقت سے روزہ رکھ سکتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

حامل و مریض عورتیں بھی اسی گروہ میں داخل ہیں، جیسا کہ امام احمد و اصحاب السنن نے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حامل و مریض پر روزہ کا بار نہیں رکھا۔" نیز اسی جماعت میں بوڑھے اور سدا بھرا بھی داخل ہیں، کیونکہ انہیں قضا کا وقت کبھی نہیں مل سکتا۔ (شیخ عبدہ کے نزدیک ان مزدوروں کا بھی یہی حکم ہے جن کا پیشہ سخت محنت کے کام کرتا ہے، مثل کان کنی وغیرہ، آیت کا مقوم اس کا محتمل ہے، لیکن اس میں وہ عیش پسند کسی طرح بھی داخل نہیں ہو سکتے جو اپنی تنعم کی زندگی میں روزہ کی تکلیف برداشت کرنے کے نا قابل ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے تو روزہ اور بھی زیادہ ضروری ہے، کیونکہ ان کی اس کمزوری کا علاج ان کے موالد اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ پابندی سے روزے رکھیں۔ قرآن میں احکام روزہ کے متعلق ایک جامع آیت یہ بھی ہے۔

احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم، هن لباس لكم وانتم لباس لهن علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم وعفا عنكم، فالئن باسروهن وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر، ثم اتموا الصيام الى الليل. (البقرة: ۱۸۷)

روزہ کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کی طرف رغبت کرنا جائز ہے، وہ تمہارے لئے پردہ ہیں اور تم ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ تم اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے، پس معاف کر دیا تمہیں، اب ملا کرو ان سے اور کھاؤ پو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی کا تار ارات کی تاریکی میں محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوتا تو فوراً روزہ افطار کر دیتے اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھتے، روزہ کے افطار کرنے میں سنت یہ تھی کہ جلدی کرتے، عموماً تر کھجور سے کھولتے، اگر موجود نہ ہوتیں تو خشک سے، ورنہ پانی کے چند گھونٹوں سے۔ افطار کرتے وقت یہ دعاء پڑھتے :-

”اللهم لك صمت وعلى رزقك افطرت.“

”اللہ جل جلالہ! تیرے ہی لئے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر میں نے افطار کیا۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ اس وقت فرماتے :-

ذهب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله. (ابوداؤد)  
”پیارا پی پی گئی، رگ پٹھے تر ہو گئے اور ثواب ان شاء اللہ قائم ہو گیا۔“

## سفر میں اجازت

ایک مرتبہ رمضان میں سفر پیش آیا تو روزہ بھی رکھا اور افطار بھی کیا، صحابہ کو بھی اجازت دیدی تھی کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے، افطار کرے۔

## جنگ میں روزہ

لیکن جب کبھی دشمن کا سامنا درپیش ہوتا تو افطار کر نیکاً حتمی حکم دیدیتے تاکہ چستی و تازگی سے مقابلہ کر سکیں۔

حضرت عمر کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہم رمضان میں دو مرتبہ جنگ پر گئے اور دونوں مرتبہ افطار کیا، پہلا موقع بدر کا تھا اور دوسرا فتح مکہ کا۔

سفر کو کسی خاص مسافت کے ساتھ مقید نہیں کیا بلکہ ہر اس سفر میں روزہ افطار کرنا جائز ہے جو عرف عام میں سفر کہلاتا ہو، تعین مسافت کے بارے میں ایک بھی صحیح روایت موجود نہیں ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱) قرآن میں ہے ”اولیٰ سفر“ (یا سفر پر ہو) علی الاطلاق ”سفر“ فرمایا ہے، یہ نہیں کہا کہ اتنے میل مسافت ہو اور اتنے میل، ہر شخص سمجھتا ہے سفر کسے کہتے ہیں، کتب فقہ میں سفر کی جتنی تحدیدیں میان کی گئی ہیں سب فقہاء کے اقوال و اجتہادات میں، شریعت کے احکام نہیں۔ صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ حجج الوداع میں اہل مکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات میں نماز قصر کرتے تھے، حالانکہ مسافت بہت کم تھی، اتنی کم کہ اس مسافت کا دو سوال حصہ بھی نہ تھی جو کتب فقہ میں بتائی محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ گئی ہے اور جس پر اب تک خود فقہاء بھی باہم متفق نہیں۔ (ابوزید)

## اسوہ صحابہؓ

صحابہؓ جس وقت سے سفر شروع کرتے، روزہ افطار کر دیتے اور کہتے یہی سنت نبوی ﷺ ہے جیسا کہ عبید بن جبر کی حدیث میں موجود ہے (ابوداؤد و احمد اور جیسا کہ محمد بن کعب کی روایت میں ہے۔) میں رمضان میں حضرت انس بن مالک کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ سفر کے لئے بالکل تیار تھے، جب سواری آگئی اور کپڑے پہن چکے تو کھانا مانگا اور روزہ افطار کر کے کھایا، میں نے پوچھا یہ سنت ہے؟ فرمانے لگے ”ہاں، یہی سنت ہے۔“ (ترمذی)

## مقاربت اور روزہ

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شب میں مقاربت فرماتے، صبح ہوتی تو غسل کر لیتے تھے۔ اور بدستور روزہ رکھتے روزہ کی حالت میں کبھی ازواج کا لوسہ بھی لے لیتے تھے۔

## روزہ میں مسواک

روزہ میں مسواک کرنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے البتہ بہت زیادہ استنشاق (ناک میں پانی لینا) سے منع فرمایا ہے۔ فصد کھلوانا ثابت نہیں، لیکن سرمہ لگانا مروی ہے۔

## بھولے سے کھاپی لینا

اگر کوئی بھولے سے کھاپی لیتا تو اسے نہ روزہ افطار کرنے کا حکم دیتے اور نہ قضا کرنے کا، بلکہ بھول چوک کو معاف کر دیا ہے۔ رمضان میں تمام اوقات سے زیادہ نیکی کے کام کرتے، قرآن کی تلاوت و مزاولت بھی اور تمام مہینوں سے زیادہ ہوتی تھی۔

## نقلی روزہ

نقلی روزے کبھی اس طرح مسلسل رکھنے لگتے کہ خیال ہوتا اب نہیں چھوڑیں گے، اور کبھی چھوڑ دیتے تو معلوم ہوتا اب نہ رکھیں گے۔ رمضان کے علاوہ کسی مہینہ کے پورے روزے کبھی نہ رکھتے، تاہم ہر مہینہ میں چند روزے ضرور ہی رکھتے، اس کیلئے عموماً دو شنبہ اور پنجشنبہ کو منتخب کرتے تھے۔ بعض لوگ رجب، شعبان اور رمضان کے روزے لگاتار رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سنت ہے، حالانکہ سنت نہیں۔ رجب کے روزے آپ ﷺ نے کبھی



نہیں رکھے، نہ پسند فرمانے، بلکہ ان سے منع کیا ہے جیسا کہ ان ماجہ میں مذکور ہے۔

## یوم عاشورا

صحیحین میں ہے کہ جب مدینہ تشریف لائے اور یہودیوں کو یوم عاشورا کا روزہ رکھتے دیکھا تو وجہ دریافت کی، انہوں نے کہا یہ ایک متبرک دن ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی دن موسیٰ اور بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دی اور فرعون کو غرق کیا تھا، موسیٰ بھی یہ روزہ رکھتے تھے اور ہم بھی رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ”تو ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے حقدار ہیں۔“ چنانچہ عاشورا کا روزہ خود بھی رکھا اور صحابہؓ کو بھی اس کا حکم دیا صحیحین میں ہے کہ عرفات میں نہ خود آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور نہ صحابہؓ کو رکھنے کا حکم دیا۔

## معمول نبوی ﷺ

اکثر یہ ہوتا کہ گھر تشریف لاتے اور پوچھتے ”کچھ کھانے کو ہے؟“ اگر جواب ملتا ”نہیں“ تو فرماتے ”میں روزہ رکھے لیتا ہوں۔“ کبھی نفل روزہ کی نیت کر لیتے، پھر کچھ سو اور افطار کر ڈالتے اس کا ذکر حضرت عائشہؓ کی دو حدیثوں میں موجود ہے ایک حدیث مسلم نے روایت کی ہے دوسری نسائی نے۔

## اعتکاف رمضان

آپ ﷺ ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، ایک سال موقع نہ ملا تو شوال میں کیا۔ اعتکاف کے لئے مسجد میں چھوٹا سا خیمہ لگا دیا جاتا تھا اور تنہائی میں رب العزت کے حضور بیٹھے رہتے تھے۔ ہر سال دس دن اعتکاف ہوتا تھا مگر وصال کے برس بیس دن کیا، اسی طرح جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ سالانہ ایک مرتبہ قرآن کا مذاکرہ ہوتا تھا مگر اس سال دو مرتبہ ہوا۔

## آداب اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر نہ نکلتے، حتیٰ کہ گھر بھی بلا خاص ضرورت کے نہ

جاتے، لیکن یہ برابر ہوتا کہ سر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں کر دیتے، وہ باوجود لیا م سے ہونے کے اسے دھو دیتیں اور بالوں میں کنگھی کر دیتیں۔ ازواج میں سے بعض خیمہ میں بھی آتی تھیں مگر جذبات چیت کے ان سے اور کوئی سروکار نہ رکھتے واپسی پر ان کی مشابہت بھی کرتے تھے۔

## فصل ۱۲

### حج<sup>(۱)</sup> و عمرہ<sup>(۲)</sup> کا بیان

#### آپ ﷺ کے عمرے

صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبار چار عمرے کئے جو سب کے سب علاوہ عمرہ حج کے ماہ ذی القعدہ میں واقع ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے جتنے عمرے کئے سب مکہ میں داخل ہوتے ہوئے کئے، یہ ثابت نہیں کہ مکہ میں ہوں اور عمرہ کرنے کے لئے باہر گئے ہوں، جیسا کہ آجکل لوگ کرتے ہیں کہ حرم سے باہر چلے جاتے ہیں اور عمرہ کی نیت کر کے مکہ میں آتے ہیں۔

#### حج کب فرض ہوا؟

ہجرت کے بعد صرف ۱۰ ہجری میں ایک مرتبہ حج کیا کیونکہ سن ۹ ہجری (۱) حج کی تین صورتیں ہیں: قرآن، تمتع، افراد۔ ”قرآن“ وہ ہے جس میں حج و عمرہ کی ایک ساتھ نیت کی جاتی ہے اور حاجی کو اس وقت تک احرام باندھے رہنا پڑتا ہے جب تک تمام اعمال حج ادا نہ ہو جائیں۔ ”تمتع“ وہ ہے جس میں میقات سے صرف عمرہ کی نیت کی جاتی ہے، مکہ میں آکر ارکان عمرہ ادا کئے جاتے ہیں اور احرام اتار دیا جاتا ہے، پھر ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو حج کیلئے از سر نو احرام باندھا جاتا ہے۔ ”افراد“ وہ ہے جس میں صرف حج کی نیت کی جاتی ہے، پھر حج کے بعد عمرہ کیا جاتا ہے۔ (مترجم)

(۲) عمرہ کے ارکان تین ہیں: طواف کعبہ، سعی ما بین صفا و مروہ، سر منڈانا یا قصر کرنا (بال چھوٹے کرانا) عمرہ کی نیت کرنے والا جب مکہ میں آکر ان تینوں اعمال سے فارغ جائے تو حج کی پابندیوں سے آزاد ہو کر مکہ میں اس طرح رہتا رہتا ہے جس طرح عام باشندے رہتے ہیں، یعنی اس کے لئے خوشبو محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے پہلے حج فرض ہی نہ ہوا تھا۔ بلاشبہ آیت :-

واتموا الحج والعمرة لله. (البقرة: ۱۹۶)

”حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔“

سن ۶ھ ہجری میں نازل ہوئی، لیکن جیسا کہ صاف ظاہر ہے، اس سے فرضیت حج ٹھٹ نہیں ہوتی، اس میں صرف اس قدر فرمایا ہے کہ جب حج اور عمرہ کی نیت کر لو تو اسے پورا کرو۔

## حج کے آداب

جب حج کا عزم کیا تو اس کا عام اعلان کر دیا، روانگی کے دن خطبہ دیا اور احرام اور اس کے احکام تفصیل سے بیان فرمائے، ظہر کی نماز اپنی مسجد میں باجماعت پڑھی، پھر اندر تشریف لے گئے، تیل ڈالا، کنگھی کی، تہ بند باندھی، چادر اوڑھی اور ۶ ذیقعدہ کو عصر سے پہلے پہلے روانہ ہو گئے۔ پہلی منزل مقام ”ذوالخليفة“ میں ہوئی، نماز عصر کو قصر کیا، رات بھر یہیں رہے، ایک ایک کر کے تمام ازواج کے ہاں گئے، پھر غسل کیا، خوشبو لگائی، ازار رداء کا احرام باندھا، ظہر کی نماز میں بھی قصر کیا اور مصلیٰ پر سے ہی حج اور عمرہ کے لئے آواز بلند تلبیہ کیا۔ (یہ منقول نہیں کہ نماز ظہر کے علاوہ خاص احرام کیلئے کوئی نماز پڑھی ہو) جو اس طرح ٹھٹ ہے :-

لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک  
والملک لا شریک لک.

یا اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، ہر طرح کی ستائش اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں، حکومت بھی تیری ہی ہے، تیرا کوئی سا جھی نہیں ہے۔

یہ پورا سفر سواری کی پیٹھ پر طے کیا تھا نہ کہ کجاوہ اور ہودج وغیرہ میں بیٹھ کے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ کرتے ہیں۔

## حائض کا احرام

ذوالحلیفہ میں حضرت ابو بکر کے ہاں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، ان کی ماں کا نام اسماء تھا، ولادت کے بعد آپ نے حکم دیا کہ غسل کر کے احرام باندھ لیں۔ اس سے یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ حائض غسل کر کے احرام باندھ سکتی ہے۔

## غیر محرم کا شکار

ذوالحلیفہ سے تلبیہ کرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ مقام روحاء میں پہنچ گئے یہاں ایک شخص نے جو احرام باندھے ہوئے نہیں تھا گور خر کا گوشت تھہ پیش کیا، آپ نے قبول فرمایا اور ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ محرم کے لئے غیر محرم کا شکار کھانا جائز ہے بشرطیکہ خاص اس کے لئے شکار نہ کیا گیا ہو۔

## حائضہ اور مناسک حج

مقام سرف میں پہنچے تو حضرت عائشہؓ کو ایام شروع ہو گئے، آپ نے فرمایا ”وہ سب کرتی رہو جو حاجی کرتے ہیں صرف طواف نہ کرنا۔“

## تفریق عمرہ و حج

مکہ پہنچے تو حکم دیا، جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں، صرف عمرہ پر اکتفا کریں طواف نہ کریں، صفا و مروہ کے مابین سعی کریں اور احرام اتار دیں۔ اس پر سراقہ بن مالک نے دریافت کیا: ”یہ حکم صرف اسی سال کے لئے ہے یا کہ ہمیشہ کے لئے فرمایا ہمیشہ کے لئے ہے۔“ اس واقعہ اور حکم کو چودہ صحابیوں نے روایت کیا ہے جن کی احادیث نہایت صحیح ہیں، انہیں میں سے ایک حدیث ہے کہ فرمایا: ”اگر میرے ساتھ بھی قربانی کے جانور نہ ہوتے تو تمہاری طرح میں بھی احرام اتار دیتا، مگر اب قربانی کے وقت تک یہ نہیں ہو سکتا:“ صحابہ نے اس حکم پر عمل بھی کیا یہاں تک کہ یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) آیا تو حج کی نیت باندھی۔

## طواف کے آداب

کہ میں داخل ہونے کے بعد جوں ہی خانہ کعبہ پر نظر پڑی، جوش سے فرمانے لگے:

اللهم زد هذا البيت تشریفاً وتعظیماً و تکریماً و مہابة (طبرانی).

اے اللہ تعالیٰ! اس گھر کی بزرگی، عزت، حرمت، عظمت اور زیادہ کر دے۔

مسجد میں آئے تو سیدھے کعبہ کی طرف بڑھے (اور تحیۃ المسجد ادا نہ کی کیونکہ مسجد الحرام کی تحیۃ طواف ہے) حجر اسود کے مقابل ہوئے تو اسے چھوا مگر اس کے لئے نہ کشش کی، نہ پورے جسم سے اس کے محاذ میں کھڑے ہوئے نہ رکن یمانی کی طرف رخ کیا، نہ ہاتھ اٹھائے، نہ طواف کے لئے کوئی خاص نیت زبان سے کچھ کہہ کے کی اور نہ نماز کی طرح طواف کو تکبیر سے شروع کیا جیسا کہ جاہل کیا کرتے ہیں۔ بلکہ صرف یہ کیا کہ حجر اسود کی طرف کچھ یوں ہی سارخ کیا، اسے چھوا اور اپنے داہنی طرف سے طواف شروع کر دیا۔ کعبہ بائیں جانب تھا، رکنیں (حجر اسود اور رکن یمانی) کے مابین پہنچے۔ تو فرمایا:-

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار  
(البقرہ: ۲۰۱)

اے پروردگار! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

## طواف کا طریقہ

طواف کے پہلے تین چکروں میں اس طرح چلے کہ رفتار تیز تھی اور جسم جھومتا تھا باقی میں جھومنا موقوف کر دیا۔ مگر چھوٹے چھوٹے ڈگوں میں تیز چلتے رہے۔ چادر اس طرح اوڑھے ہوئے تھے کہ ایک سر ابغل نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال لیا تھا، جس سے ایک ہاتھ اور شانہ کھل گیا تھا، طواف کرتے ہوئے جب حجر اسود کے سامنے آتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے ہاتھ میں خمیدہ سر لکڑی تھی جس سے اسے مس کرتے اور پھر اس

لکڑی کا بوسہ لیکر آگے روانہ ہو جاتے۔ خود حجر اسود کا بوسہ لینا اور ہاتھ سے مس کرنا بھی ثابت ہے۔ رکن یمانی بھی چھوتے تھے مگر اس کا بوسہ نہ لیتے۔ طبرانی میں ہے کہ جب رکن یمانی کو چھوتے تو فرماتے بسم اللہ و اللہ اکبر اور جب اسود کے سامنے آتے تو کہتے اللہ اکبر۔

### مقام ابراہیم

طواف کعبہ سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پیچھے آئے اور یہ آیت پڑھی :  
واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی (البقرة : ۱۲۵)۔  
مقام ابراہیم میں نماز پڑھو۔

پھر دو رکعت نماز ادا کی جس میں فاتحہ کے بعد قل هو اللہ احد اور قل اعوذ برب الناس پڑھی۔

### سعی اور صفا اور مروہ

پھر کوہ صفا کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قریب پہنچے تو آیت :  
ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ (البقرة : ۱۵۸)  
صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔

پڑھ کے فرمایا جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی ہے، اسی سے میں بھی ابتدا کرتا ہوں۔  
چنانچہ صفا پر چڑھ گئے۔ جب کعبہ نظر آیا تو کہا :

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد و هو  
علی کل شیء قدید، لا الہ الا اللہ وحدہ، انجز وعدہ و نصر  
عبدہ و ہزم الاحزاب وحدہ۔

اللہ واحد کے سوا کوئی اللہ تعالیٰ نہیں، اسی کی عملداری ہے، اسی کے لئے ستائش ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، اللہ واحد کے سوا کوئی اللہ تعالیٰ نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا

کیا، اپنے ہندے کو فتح یاب کیا اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔  
پھر سعی کرتے ہوئے مردہ کی طرف چلے۔

ابن عباس کی روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے ہیبت بھوم کیا تو پیدل چلنے کے بجائے سوار ہو گئے مردہ پر بھی چڑھے اور جب کعبہ دکھائی دیا تو تکبیر و تحلیل کی پھر صفا کی طرف لوٹے یہاں تک کہ سعی کے سات دور پورے ہو گئے۔ لیکن طواف کے برخلاف اس میں جھوٹے نہیں۔

## عمرہ کے ارکان کی تکمیل

سعی کے بعد ان تمام لوگوں کی جن کے ہمراہ قربانی کے جانور نہ تھے۔ پھر ہدایت کی کہ اب احرام اتار دیں، کیونکہ عمرہ کے ارکان پورے ہو گئے، خود اپنی نسبت فرمایا اگر پہلے سے یہ معلوم ہوتا تو جانور ہرگز نہ لاتا، عمرہ کے بعد احرام اتار دیتا اور وقت پر جانور خرید لیتا۔

## روانگی منی

مکہ میں جب تک مقیم رہے، نماز برابر قائم پر پڑھتے رہے اور قصر کرتے رہے، پنج شنبہ کو تمام ہمراہیوں کے ساتھ منی کو روانہ ہوئے، راستہ میں ان لوگوں نے حج کا احرام پہن لیا جنہوں نے عمرہ کے بعد اتار دیا تھا۔ منی پہنچ کر ظہر و عصر کو جمع کیا اور جمعہ کی رات وہیں بسر کی جب صبح ہوئی اور آفتاب طلوع ہو گیا تو عرفات کو روانہ ہوئے۔ صحابہ میں سے بعض تلبیہ کرتے تھے اور بعض تکبیر، آپ دونوں کو سنتے تھے مگر کچھ نہ کہتے تھے۔

## میدان عرفات

جب عرفات میں پہنچے تو ناتہ پر بیٹھے بیٹھے ایک عظیم الشان خطبہ<sup>(۱)</sup> دیا اور کھڑے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا۔ بلال سے اذان دلائی اور نماز قصر کر کے دو رکعت ادا کی جس میں قرأت آہستہ کی حالانکہ وہ جمعہ کا دن تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کیلئے جمعہ

(۱) حجۃ الوداع میں آنحضرت نے متعدد خطبے دئے جن میں سب سے زیادہ مشہور اور اہم خطبہ بروایت

محکم دلائل سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نہیں ہے۔ ظہر کے بعد عصر کے لئے اقامت کسی گئی اور یہ نماز بھی قصر کر کے صرف دو رکعت پڑھی۔ اہل مکہ بھی ساتھ تھے اور مقتدی تھے انہوں نے بھی قصر و جمع کیا،

(بقیہ پچھلا صفحہ)

”ایہا الناس اسمعوا قولی فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی بھذا الموقف ابدا۔ ایہا الناس ان دماکم و اموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمة یومکم هذا و کحرمة شہرکم هذا وانکم ستلقون ربکم فیسالکم عن اعمالکم وقد بلغت، فمن کانت عنده امانة فلیؤدها الی من ائتمنه علیها، وان کل ربا موضوع ولكن لکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون قضی اللہ انه لا ربا وان ربا عباس بن عبدالمطلب موضوع کلہ۔ وان کل دم کان فی الجاهلیة موضوع وان اول دمانکم اضع دم ابن ربیعة الحارث بن عبدالمطلب (و کان مسترضعا فی بنی لیث فقتله هزیل) فهو اول ما ابده به من دماء الجاهلیة۔ اما بعد ایہا الناس فان الشیطان قد یس ان یبعد بارضکم هذه ابدا ولكنه ان یطع فیما سوی ذلك فقد رضی به مما تحقرون من اعمالکم فاحذروه علی دینکم..... ایہا الناس ان لکم علی نسانکم حقا ولهن علیکم حقا علیهن ان لا یوطین فرضکم احدا تکرهونه وعلیهن ان لا یاتین بفاحشة مبینة، فان فعلن فان اللہ قد اذن لکم ان تہجروهن فی المضاجع وتضربوهن ضربا غیر مبرح فان انتھین فلهن رزقهن وکسوتھن بالمعروف واستوصوا بالنساء خیرا فانھن عندکم عوان لا یملکن لانفسھن شیئا انکم انما اخذتموهن بامانة اللہ واستحللتم فروجهن بکلمات اللہ فاعقلوا ایہا الناس قولی فانی قد بلغت وقد ترکب فیکم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا: کتب اللہ وسنة نبیہ ”ایہا الناس اسمعوا قولی واعقلوه تعلمن ان کل مسلم اخ کل للمسلم وان المسلمین اخوة فلا یحل لامری من اخیه الا ما اعطاه عن طیب نفس منه فلا تظلمن انفسکم، اللھم هل بلغت الناس قالوا نعم، فقال رسول اللہ ﷺ اللھم اشھد“

”لوگو! میری بات سنو کیونکہ شاید اس سال کے بعد اس جگہ میں تم سے کبھی نہ مل سکوں۔ لوگو! تم پر تمہارا خون اور تمہارا مال (قتل اور غصب) قیامت تک کے لئے اسی طرح حرام ہے، جس طرح آج کے دن اور اس مہینہ میں خون بہانا حرام ہے، تم غنقریب اپنے پروردگار کے سامنے جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں باز پرس کریگا۔ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ پس جس کسی کے پاس امان ہو، اس کے مالک تک پہنچا دے، ہر قسم کا سود باطل ہے، تم اپنا اصلی مال لے لو، سود چھوڑ دو، اس طرح نہ تم پر ظلم ہوگا اور نہ تم دوسروں پر ظلم کرو گے، اللہ کا فیصلہ یہی ہے کہ سود جائز نہیں ہے عباس بن عبدالمطلب کا پورا سود چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام خون چھوڑے جاتے ہیں اور سب سے پہلا خون جو چھوڑتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب (آپ کے بچے) کا خون ہے، جاہلیت کے خونوں میں اسی خون سے ابتدا کرتا ہوں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



آپ ﷺ نے انہیں نہ تو پوری نماز پڑھنے کا حکم دیا، اور نہ جمع کرنے سے روکا۔ بعض لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے اور روایت پیش کرتے ہیں کہ آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ ”تم اپنی نماز پوری کر لو، ہم تو مسافر ہیں“ حالانکہ یہ سخت غلطی اور شدید جہالت کی بات ہے، کیونکہ یہ حدیث اس موقع کی نہیں بلکہ فح مکہ کے موقع کی ہے۔

## جائے وقوف

نماز کے بعد پھر اونٹ پر سوار ہو کر تشریف لائے اور دامن کوہ میں کھڑے ہو کر (بقیہ پچھلا صفحہ) لوگو! شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ اب تمہاری اس سر زمین میں اس کی پوجا کی جائے، لیکن اپنی جن باتوں کو تم معمولی سمجھتے ہو، اگر انہیں میں اس کی اطاعت کی جائے تو بھی وہ خوش رہیگا، پس اس کے مکر سے بچو، لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارا کچھ حق ہے اور عورتوں کا تم پر کچھ حق ہے۔ تمہارا حق یہ ہے کہ تمہارے ناموس کی حفاظت کریں اور ایسے لوگوں کو گھر میں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو، نیز کوئی کھلی ہوئی برائی نہ کریں، اگر وہ ایسا کریں تو اللہ کی طرف سے اجازت ہے کہ انہیں رات کو الگ پڑا رہنے دو اور مارو بھی مگر بہت سختی سے نہیں۔ اور جب باز آجائیں تو ان کا حق یہ ہے کہ اچھی طرح انہیں کھلاؤ پلاؤ اور پسنا اڑھاؤ۔ عورتوں سے ہمیشہ اچھا سلوک کرو، وہ تمہارے ہاتھ میں بے بس ہیں، تم نے اللہ کی ضمانت پر انہیں لیا ہے اور اللہ کے نام پر جائز کیا ہے، اے لوگو! میری بات خوب سمجھ لو، میں نے اچھی طرح بتا دیا ہے۔ میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے لئے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے یعنی: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔ لوگو! میری بات سنو اور خوب سمجھ لو، جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں، پس مسلمان کے لئے صرف وہی حلال ہے جو اس کے بھائی نے برضا و رغبت دیدیا ہے، ایک دوسرے پر زیادتی مت کرو، کیا میں نے بتا دیا؟ ”سب نے کہا، ہاں بتا دیا! اس پر فرمایا یا اللہ! گواہ رہو!“

ایک اور روایت میں ہے کہ ربیعہ بن امیہ بن خلف عرفات میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے تھے۔ آپ ان سے فرماتے کہ پکار کر کہو ”لوگو! رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ جانتے ہو نہ کونسا مینہ ہے؟ وہ پکارتے۔ لوگ جواب دیتے ”یہ حرام کا مینہ ہے۔“ آپ فرماتے کہو ”اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے تم پر تمہاری جان اور مال کو اسی طرح حرام کر دیا ہے، جس طرح تمہارے اس مینہ کی حرمت ہے۔“ پھر فرماتے کہو لوگو! رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں جانتے ہو یہ کونسا مقام ہے؟ ”لوگ جواب دیتے ”یہ بلد الحرام ہے“ آپ فرماتے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے تمہاری جان اور مال کو اسی طرح حرام کر دیا ہے جس طرح تمہارے اس مقام کی حرمت ہے!“ پھر فرماتے کہو ”لوگو! جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟“ لوگ جواب دیتے ”یوم الحج الاکبر“ فرماتے ”اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے تمہاری جان اور مال کو اسی طرح حرام کر دیا ہے جس طرح آج کے دن کی حرمت ہے!“

مسلمان جواب دیں کیا ایسے نبی کی وصیتوں پر عمل کر رہے ہیں؟ (مترجم)  
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تضرع و زاری میں مصروف ہو گئے۔ لوگوں کو یہ بتادیا کہ آپ کے اس مقام پر کھڑے ہونے سے یہ نہ سمجھ لیں کہ وقوف کی جگہ صرف یہی ہے، بلکہ فرمایا عرفات کی پوری پہاڑی پر وقوف کیا جاسکتا ہے۔ آپ دعا اس طرح مانگ رہے تھے کہ دونوں ہاتھ سیدہ تک اٹھے ہوئے تھے گویا مسکین کچھ مانگ رہا ہے۔ (دعا یہ تھی :-

”اللهم لك الحمد كالذي نقول وخيرا مما نقول، اللهم لك  
صلاحي ونسكي ومحياي ومماتي واليك ما بي ولك تراثي،  
اللهم انى اعوذبك من عذاب القبر ووسوسة الصدر وشتات  
الامر، اللهم انى اعوذبك من شر ما تجئى به الريح“ (ترمذی)  
”یا اللہ! تیری وہ ستائش ہے جو ہم کہتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ہے جو ہم کہتے  
ہیں۔ یا اللہ! میری نماز میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ تیرے ہی  
لئے ہے تیری ہی طرف میرا لوٹنا ہے اور تو ہی میرا وارث ہے یا اللہ! ہر قسم کے  
شر سے مجھے محفوظ رکھ۔“

## دین اسلام کی تکمیل

اسی میدان عرفات میں یہ آیت نازل ہوئی۔

”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت  
لكم الاسلام ديناً“ (المائدة: ۳) <sup>(۱)</sup>  
”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم کو دیدی اور دین اسلام  
تمہارے لئے پسند فرمایا۔“

## ایک حاجی کی کفن و دفن

اسی موقع پر ایک سواری پر سے گر کے مر گیا تو حکم دیا کہ بئر کے پتے اور پانی

(۱) اسی آیت کا نزول دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے مشن کی تکمیل کی نشانی متصور ہوئی اور یہی

آیت آپ کی وفات کا پتہ دیتی ہے۔ (ناشر)

میں نسلایا جائے اور احرام کے دونوں کپڑوں ہی میں دفن کر دیا جائے، خوشبو نہ لگائی جائے، سر اور چہرہ بھی نہ ڈھکا جائے۔

## عرفات سے روانگی

جب آفتاب پوری طرح غروب ہو گیا تو عرفات سے روانہ ہوئے پیچھے اسامہ بن زید سوار تھے آپ لوگوں کو دوڑتے دیکھ کر فرماتے تھے ”لوگو! وقاد سے چلو، نیکی کچھ دوڑنے میں نہیں ہے۔“ درمیانِ رفتار سے مسلسل تلبیہ کرتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے۔

## مزدلفہ میں قیام

یہاں فوراً وضو کیا، بلال کو اذان دینے کا حکم دیا اور اقامت کے بعد بغیر اسباب اتارے مغرب پڑھی۔ پھر توقف کیا یہاں تک کہ جب لوگ اتر چکے تو عشاء کے لئے صرف اقامت کھلوائی اور نماز پڑھی۔ دونوں نمازوں کے مابین کوئی سنت نہیں پڑھی۔ رات یہیں بسر کی اور اچھی طرح سوئے، اس شب میں نہ خود بیدار رہے اور نہ دوسروں کو بیدار رہنے دیا۔ کمزور عورتوں اور بچوں کو طلوع سے پہلے ہی منی روانہ کر دیا مگر تاکید کر دی کہ دن نکلنے سے پہلے کنکریاں نہ پھینکیں (ترمذی وغیرہ)

## مشعر الحرام

نماز فجر ادا کر کے خود بھی سوار ہو گئے مشعر الحرام میں آئے اور قبلہ رو ہو کے دعا و اناہت میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ روشنی پھیل گئی۔ پھر فضل بن عباس کو پیچھے بٹھا کر تلبیہ کرتے ہوئے آگے بڑھے، یہیں راستہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کو حکم دیا کہ رمی الجمار کے لئے سات کنکریاں چن دیں، جنہیں مٹھی میں لیکر پھونکتے اور لوگوں سے فرماتے تھے: ایسی ہی کنکریاں پھینکو، دین میں غلومت کرو کیونکہ اسی غلوفی الدین نے اگلی قوموں کو ہلا کر ڈالا۔

## باپ کی طرف سے حج

اسی راستہ میں بنی خنم کی ایک حسین عورت نے حاضر ہو کر اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کے متعلق دریافت کیا جو اس قدر بوڑھا ہو چکا تھا کہ سواری پر بھی بیٹھ نہ سکتا تھا، آپ نے جواب دیا کہ تو اس کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔ ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر فضل بن عباس جو خود بھی حسین تھے اسے گھور رہے تھے اور اس کی نگاہیں ان کی طرف تھیں، آپ نے دونوں جوانوں کی یہ حالت محسوس کی تو فضل کے چہرہ پر ہاتھ رکھ کر آڑ کر دی (۱)!

## وادئ محسر

جب وادئ محسر میں پہنچے تو اونٹنی کی رفتار تیز کر دی، آپ کا طریقہ یہی تھا کہ جب ان لمقامات میں پہنچتے جہاں قوموں پر عذاب نازل ہوا ہے تو تیزی سے نکل جاتے نہ یہ وادئ وہی ہے جس میں اصحاب فیل ہلاک کئے گئے تھے۔

## رمی الجمار

منی پہنچے تو زوال کے بعد جمرۃ العتبہ کے پاس تشریف لائے، اسفل وادئ میں سواری پر کھڑے ہوئے اور قبلہ رو ہو کے یکے بعد دیگرے سات کنکریاں پھینکیں، ہر کنکری پر تکبیر کہتے تھے، اب تلبیہ موقوف کر دیا تھا۔ اسامہ اور بلال ساتھ تھے، ایک اونٹنی کی مہار تھا۔ تھا اور دوسرا دھوپ سے چمانے کیلئے کپڑا اتارنے تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ محرم کے لئے دھوپ سے چمنا جائز ہے۔

## قیام گاہ میں خطبہ

رمی الجمار کے بعد قیام گاہ پر لوٹ آئے اور ایک نہایت بلیغ خطبہ دیا جس میں یوم النحر کی حرمت و عظمت اور سر زمین مکہ کی تمام سر زمینوں پر فضیلت بیان کی اور فرمایا جو کوئی کتاب اللہ - یہ اخلاق نبویؐ تھا، اگر ہمارے ہاں کے یہ منقش ملاں ہوتے تو کیا قیامت برپا نہ کر دیتے۔ (مترجم) محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے ساتھ تمہاری رہنمائی کریگا اس کی اطاعت کرو اور مناسک حج اس سے سیکھو۔ مسلمانوں کو وصیت کی کہ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ باہم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ اور فرمایا:-  
 ”ظالم خود اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے، لوگو! اپنے اللہ کی عبادت کرو، اپنی پانچوں نمازیں پڑھا کرو، اپنے رمضان کے روزے رکھو، جو تمہیں حکم دیا جائے اس کی اطاعت کرو، اور ان سب کے عوض اپنے اللہ سے جنت لے لو۔“

### حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ

اسی موقع پر لوگوں سے رخصت ہوئے اور الوداع کہی جس کی مناسب سے اس حج کا نام ہی حجۃ الوداع پڑ گیا۔

### قربان گاہ

پھر قربان گاہ تشریف لے گئے اور عمر شریف کے حساب سے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح کیے، کل سو اونٹ اپنے ہمراہ لائے تھے، باقی کے ذبح کرنے کا حضرت علی کو حکم دے دیا اور کہا قربانی کا گوشت اور کھال سب کچھ مسکینوں کو خیرات کر دو، قصاب کو اس میں سے بطور اجرت کچھ نہ دینا، اس کی مزدوری ہم اپنے پاس سے دینگے۔

### گائے اور اونٹ کی قربانی

صحیحین میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ عام حدیبیہ میں ہم نے ایک اونٹ ساتھ آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا تھا اسی طرح ایک گائے میں بھی سات سات آدمی شریک ہوئے تھے۔ حضرت جابر کی روایت ہے حجۃ الوداع میں ایک اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا تھا۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے (جن کی تعداد نو تھی) ایک گائے قربان کی تھی۔<sup>(۱)</sup>

(۱) اس سے ثابت ہوا کہ قربانی کے جانور میں اشخاص کی تعداد مقرر کرنا صحیح نہیں، ایک جانور بہت سے

## حجامت

منی میں قربانی سے فارغ ہو کر حجام کو بلایا اور حکم دیا کہ پہلے دائیں طرف کے اور پھر بائیں طرف کے بال لے لے، صحلابہ میں سے اکثر نے سر منڈایا اور بعض نے کتروانے پر اکتفا کیا۔

## طواف الافاضہ

ظہر سے پہلے مکہ روانہ ہوئے اور پہنچتے ہی ”طواف الافاضہ“ (۱) کیا، پھر زمزم پر آئے تو دیکھا کہ لوگ حاجیوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ فرمانے لگے: ”اگر ڈرنہ ہو تا کہ مخلوق تم پر هجوم کر دے گی تو میں بھی تمہارے ساتھ کھڑا ہو کر پانی پلاتا“ انہوں نے ڈول آگے بڑھا دیا اور آپ نے کھڑے کھڑے پی لیا۔ اس کے بعد پھر منی تشریف لے گئے اور رات وہیں بسر کی۔

## ایام تشریف کے بعد کوچ

صبح ہوئی تو زوال کے بعد پھر کنکریاں پھینکنے چلے گئے اور جمرہ اولیٰ سے شروع کر کے تیسرے جمرہ تک ہر ایک پر سات سات کنکریاں پھینکیں، ہر کنکری پر تکبیر کہتے اور جب سات پوری ہو جائیں تو ہاتھ اٹھا کے دعا کرتے لیکن تیسرے جمرہ پر دعا نہیں کی اور کنکریاں پھینکنے کے بعد ہی واپس آگئے۔ بیس منی میں یوم النحر کے دوسرے دن پھر خطبہ دیا۔ اسی موقع پر سورہ اذا جاء نازل ہوئی جس سے آپ کو یقین ہو گیا کہ بس سفر آخرت قریب ہے، لوگوں کو بھی اشارۃً اس کی اطلاع دے دی تھی۔ جیسا کہ شہقی نے روایت کیا ہے منی میں کل تین دن مقیم رہے یہاں تک کہ جب ایام تشریق ختم ہو گئے اور رمی الجمار سے بالکل فراغت ہو گئی تو سہ شنبہ کی ظہر کے بعد کوچ کر دیا۔

(۱) اس طواف پر حج کے تمام ارکان پورے ہو جاتے ہیں اور حاجی کے لئے وہ سب باتیں جائز ہو جاتی

## رخصت و اجازت

ایام منی میں حضرت عباس کو اجازت دے دی تھی کہ مکہ ہی میں رات گزارا کریں کیونکہ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت انہیں بکے سپرد تھی۔ نیز شتر بانوں سے بھی کہہ دیا تھا کہ منی کے باہر اپنے اونٹوں کے پاس رات بسر کیا کریں۔

## مدینہ کو روانگی

مکہ آئے تو رات کے پچھلے پہر طواف الوداع کیا۔ حضرت صفیہ نے عرض کیا کہ مجھے ایام شروع ہیں، آپ اس سے ذرا پریشان ہوئے اور فرمانے لگے: ”تو کیا تم ہمیں رکنے پر مجبور کر دو گی۔“ لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ طواف الاقاضہ پہلے ہی کر چکی ہیں تو مدینہ روانہ ہو گئے۔

مدینہ کے راستہ میں مقام روحاء پر ایک قافلہ ملا جس میں سے ایک عورت نے ایک شیر خوار بچے کو دکھا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کا بھی حج ہو گیا؟ فرمایا ہاں! اس کا بھی حج ہو گیا اور تمہیں اس کا ثواب ملا۔“

واپسی میں بھی ذوالخلیفہ میں رات گذاری، صبح جب مدینہ نظر آیا تو تین بار تکبیر کہی اور فرمایا:-

”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد  
 وهو علی کل شیء قذیر آئبون، تائبون، عابدون،  
 ساجدون، لربنا حامدون صدق اللہ وعده ونصر عبده  
 وهزم الاحزاب وحده.“

اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی حکومت ہے، اسی کے لئے ستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم لوٹے آرہے ہیں، توبہ کر رہے ہیں، عبادت

کر رہے ہیں، سجدہ کر رہے ہیں اور اپنے اللہ کی حمد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندہ کو فتح یاب کیا اور تمام جتھوں کو تنہا شکست دے دی۔



## فصل ۱۳

### قربانی اور عقیقہ کا بیان

#### آٹھ قسم کے جانور

قربانی صرف ان آٹھ قسم کے جانوروں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا ذکر سورہ انعام میں موجود ہے، ان کے علاوہ اور جانوروں کی قربانی ثابت نہیں۔ وہ آٹھوں قسمیں قرآن کی ان چار آیتوں میں مذکور ہیں:

”احلت لکم بهیمة الانعام“ (۱:۵)

”حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے مویشی“

”و یدکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقہم من بهیمة

الانعام“۔ (۲۲:۲۸)

”اور پڑھو اللہ کا نام معلوم دنوں میں چوپائے مویشیوں کے ذبح پر جو اللہ نے تم کو دئے میں“

”و من الانعام حمولة و فرشاء، کلوا مما رزقکم اللہ و لا تتبعوا

خطوات الشیطان، انہ لکم عدو مبین، ثمانية ازواج، من

الضان اثین و من المعز اثین، قلآ الذکرین حرم ام الانثین

اما اشتملت علیہ ارحام الانثین، نبؤنی بعلم ان کنتم صادقین،

و من الابل اثین و من البقر اثین، قالآ الذکرین حرم ام

الانثین اما اشتملت علیہ ارحام الانثین، ام کنتم شهداء

اذوصکم اللہ بهذا فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل

الناس بغير علم، ان اللہ لایہدی القوم الظالمن“۔ (۶:۱۴۳ تا ۱۴۵)

”اللہ نے چار پايوں میں بعض بلند قامت بوجھ اٹھانے والے پیدا کئے اور بعض زمین سے لگے ہوئے پست قامت، اللہ نے جو روزی تمہیں دی اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدم بھم نہ چلو۔ خدا نے یہ چار پائے زروادہ آٹھ قسم کے پیدا کیے ہیں۔ بھیر میں سے دو زروادہ اور بحری میں سے دو زروادہ۔ ان سے پوچھو کیا اللہ نے بھیر بحری کے دونوں کو حرام کر دیا ہے یا دو مادیوں کو یا اس چھ کو جو ان دو مادیوں کے پیٹ میں ہے۔ تم جانتے ہو جب اللہ نے تمہیں یہ نصیحت کی کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ پر بغیر علم کے جھوٹ باندھے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے، بیشک اللہ ظالموں کو راہ دکھانے کا نہیں۔

يا ايها الذين آمنوا لا تفتلوا الصيد و انتم حرم ، و من قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم

هديا بالغ الكعبة (۹۸/۵)

مسلمانو، حالت احرام میں شکار کو قتل نہ کرو، اور جو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا یہ ہے کہ دو منصفوں کے فیصلہ کے مطابق مقتول شکار کے مثل چوپایہ کعبہ تک ہدی مانے۔

## ذبیحہ کے اقسام

وہ ذبح جن سے تقرب الی اللہ اور عبادت مقصود ہوتی ہے، تین ہیں: ہدی، قربانی، عقیقہ، آنحضرت ﷺ نے بھیر اونٹ اور ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کو ہدی کیا ہے۔ ایک اونٹ اور ایک گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور ہدی کے لئے جانے والے کو اجازت دی ہے کہ اگر اور سواری میسر نہ ہو تو سولت کے ساتھ اس پر سوار ہو سکتا ہے۔ امت کو اجازت دی ہے کہ اپنے ہدی و قربانی میں چاہے تو کھائے اور چاکر بھی رکھ چھوڑے۔

ابو داؤد میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور

فرمایا.. ثوبان اس بھری کا گوشت ٹھیک کرو،، وہ کہتے ہیں میں مکہ سے مدینہ تک راستہ بھر  
اسی کا گوشت حضور ﷺ کے سامنے پیش کرتا رہا۔

## مسنون قربانی

آپ عید کی نماز کے بعد دو میڈھے قربان کرتے تھے، نماز سے پہلے قربانی کرنے کی  
اجازت نہیں دی بلکہ فرمایا ”جس نے نماز سے پہلے قربانی کی اس کی قربانی نہیں  
قربانی کے باب میں سنت یہ تھی کہ اچھے اور بے عیب جانور منتخب کرتے اور عید گاہ“ میں  
ذبح کرتے۔ ایک بھری ایک آدمی اور اس کے گھر بھر کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے،  
عطاء ابن یسار کہتے ہیں میں نے ابی ایوب انصاریؓ سے پوچھا رسولؐ کے زمانہ میں صحابہؓ کس  
طرح قربانی کرتے تھے؟ فرمایا ایک آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر بھر کی طرف سے  
ایک بھری ذبح کرتا تھا جس میں سے خود بھی کھاتا تھا اور دوسروں کو بھی کھلاتا تھا (ترمذی)

## مسنون عقیقہ

موطا کی روایت ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اور کیا ہم اپنے شیر خوار بچوں  
کی طرف سے بھی قربانی کر سکتے ہیں؟ فرمایا ”ہاں جو ایسا کرنا چاہے اپنے لڑکے کی طرف  
سے دو بھریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بھری ذبح کرے“ نیز فرمایا: ”ہر چہ کے ذمہ اس  
کے عقیقہ کی قربانی ہے، لہذا چاہے کہ ساتویں دن اس کی طرف سے قربانی کی جائے اس کا  
سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے“ خود آپؐ نے حضرت حسن اور حسینؑ کی طرف  
سے عقیقہ میں ایک ایک مینڈھے کی قربانی کی تھی۔

حضرت ابو رافعؓ کی روایت ہے کہ پیدائش کے بعد آپؐ نے حضرت حسنؑ کے کان  
میں اذان دی تھی۔

## فصل ۱۴

### صدقات کا بیان

#### فرضیت زکوٰۃ

زکوٰۃ ہر مالدار پر فرض ہے، سونے چاندی میں مال تجارت میں اور چوپائے جانوروں (اونٹ، گائے، بیل، بھیر بھری) میں سالانہ ایک مرتبہ کھیتی اور پھلوں میں تیدی کے وقت۔

#### تناسب زکوٰۃ

سب چیزوں کی زکوٰۃ برابر نہیں، بلکہ صاحب مال کی محنت کی کمی بیشی کے تناسب پر اس کا حساب رکھا گیا ہے چنانچہ جو دولت بغیر کسی محنت کے بطور دینہ کے ہاتھ آجائے اس میں زکوٰۃ پانچواں حصہ ہے، جو کھیتی یا باغ آپاشی کی محنت کے بغیر تیار ہو اس میں دسواں حصہ ہے، لیکن جو ایسی نہ ہو اور آپاشی کی محتاج ہو اس میں بیسواں حصہ، ایسا مال جس کی ترقی کے لئے لگاتار محنت مشقت کرنا پڑے اس میں چالیسواں حصہ۔

#### نصاب زکوٰۃ

ہر مال کا ایک نصاب مقرر کر دیا گیا ہے جس سے کم میں زکوٰۃ نہیں، چنانچہ سونے کا نصاب بیس مثقال (۲-۱ تولہ) ہے، چاندی کا دو سو درہم (۲-۱ تولہ) غلہ اور پھل کا پانچ دستق (تقریباً چھ من) بھیر بھری میں چالیس راس، گائے میں تیس، اونٹ میں پانچ۔

#### مستحقین صدقات

صدقات کا مستحق اللہ تعالیٰ نے آٹھ قسم کے لوگوں کو قرار دیا ہے: فقیر "۱" محتاج "۲" زکوٰۃ کے محصل "۳" نو "مسلم" "۴" جن کی تالیف قلب مقصود ہو، "غلام" "۵" (غلامی سے آزاد ہونے کے لئے) "قرضدار" "۶" "مجاہدین" "۷" "فی سبیل اللہ اور مسافر

## مصرف زکوٰۃ

سنت نبویؐ یہ تھی کہ ہر جگہ کی زکوٰۃ وہیں کے مستحقین پر تقسیم کر دی جاتی، اگر کچھ بچ رہتی تو منگا کر دوسری جگہ بانٹ دیتے۔ جس کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ مستحق ہے اسے خود دے دیتے، اگر کوئی ایسا شخص طلب کرتا جس کا حال معلوم نہ ہوتا تو کہتے ہوئے دے دیتے مالدار اور کمانے کی صلاحیت رکھنے والے کے لئے زکوٰۃ نہیں ہے۔

## معمول نبویؐ

جب کوئی اپنی زکوٰۃ حاضر کرتا تو اسے دعا دیتے، کبھی فرماتے: ”اللہم بارک فیہ و فی اہلہم“ (اللہ اسے اور اس کے اونٹوں میں برکت دے) کبھی فرماتے: ”اللہم صل علیہ (اللہ اس پر تیری صلوة ہو)۔ زکوٰۃ میں اچھا مال چھانٹ کے نہ لیتے، صرف درمیانی درجہ کی چیز لینے کا حکم دیتے تھے۔

## ممانعت و اجازت

صدقہ دینے والے کو خود اپنا صدقہ خریدنے سے منع کرتے۔ مالدار کے لئے بھی اجازت تھی کہ اس صدقہ سے فائدہ اٹھائے جو غریب کو دیا جائے اور غریب اسے ہدیہ کر دے، چنانچہ بریرہؓ کو لوگوں نے کچھ گوشت صدقہ دیا، اس نے آپؐ کی خدمت میں بطور تحفہ کے پیش کیا، آپؐ نے اس میں سے تناول کیا اور فرمایا یا بریرہؓ کے لئے صدقہ ہے، مگر ہمارے لئے اس کی طرف سے تحفہ ہے، کبھی خود زکوٰۃ صاحب مال سے پیشگی لے لیتے تھے جیسا کہ حضرت عباسؓ کے ساتھ ہوا جن سے دو سال کی پیشگی لے لی تھی۔

## محصلین کا تعین

تحصیلدار صرف ان لوگوں کے ہاں بھیجتے تھے جن کے پاس محسوس دولت ہوتی مثل زراعت، باغات، مویشی وغیرہ۔ نخلستان کے مالکوں کے ہاں اندازہ لگانے والوں کو بھیجتے تھے جو پوری طرح دکھ بھال کرنے کے بعد اندازہ لگاتے تھے کہ اس باغ میں کتنی

کھجور ہوگی، مگر ساتھ ہی انہیں یہ حکم بھی تھا کہ ایک ٹلٹ یا ربیع چھوڑ کر اندازہ لگائیں تاکہ آفات سلامی سے جو نقصان ہووہ تخمینہ میں نہ آئے اور مالکوں پر ظلم نہ ہو تخمینہ کے بعد پھر مالکوں کی کوئی نگرانی نہ ہوتی تھی، وہ جس طرح چاہتے تھے تصرف کرتے تھے اور آخر میں آکر زکوٰۃ پیش کر دیتے تھے۔

## رشوت ستانی

خیبر کے یہودیوں سے سالانہ خراج لیا جاتا تھا اور عبد اللہ بن رواحہ کو ان کے کھیتوں اور باغوں کے معائنہ اور تخمینہ کے لئے بھیجا کرتے تھے، کبھی کبھی یہ لوگ حضرت عبد اللہ بن رواحہ کو رشوت دینا چاہتے تو وہ فرماتے ”حرام کا لالچ دلاتے ہو خدا میں افضل ترین انسان کی طرف سے تمہارے پاس آیا: جو اور تم میرے نزدیک بدترین خلاق اور بدروں اور سوروں سے بھی ادنیٰ ہو، لیکن اس انسان کامل کی محبت اور تمہاری عداوت مجھے ظلم بھی نہ کرنے دیگی، جو انصاف کی بات ہوگی وہی کرونگا اس پر وہ لوگ کہتے ”ایسے ہی انصاف سے زمین و آسمان قائم ہیں“

## وجوب صدقہ فطر

صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے اپنی طرف سے اور ان لوگوں کی طرف سے جن کی کفالت کرتا ہے۔ اس کی مقدار چھوڑے، خشک انگور، پنیر یا جو سے ایک صاع ہے، امام احمد و ابو داؤد کی روایت ہے کہ گیسوں کا ایک صاع دو آدمیوں کا صدقہ ہے۔

## وقت ادائے فطری

سنت نبویؐ یہ تھی کہ نماز عید سے پہلے صدقہ نکالتے تھے، حدیث میں ہے: نماز سے پہلے صدقہ دینا منزلہ زکوٰۃ مقبول ہے اور نماز کے بعد محض ایک عام خیرات صحیحین میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے نماز سے پہلے صدقہ نکالنے کا حکم دیا ہے“ ان دونوں حدیثوں سے مترشح ہوتا ہے کہ نماز کے بعد تک تاخیر

جائز نہیں، اس کے خلاف قربانی کا وقت نماز کے بعد قرار دیا گیا ہے، پس جس طرح نماز کے بعد صدقہ فطر کی حیثیت ایک معمولی صدقہ کی ہو جاتی ہے اسی طرح نماز سے پہلے قربانی کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ایک بخری ہے جو گوشت کھانے کے لئے ذبح کی گئی ہے۔ عمد نبوی میں صدقہ فطر صرف مسکینوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ (واللہ اعلم)

## آپ کی خیرات

جو دو سخا میں حضور اقدس تمام انسانوں سے بڑھے ہوئے تھے، کبھی یہ نہیں ہوا کہ کسی نے کچھ سوال کیا ہو اور پورا نہ کر دیا ہو، عام اس سے کہ پاس زیادہ ہو یا کم، چیز دیکر اتنی مسرت ہوتی تھی جتنی خود لینے والے کو نہ ہوتی تھی۔

سخاوت کے مختلف طریقے تھے، کسی کو بہہ کے نام سے دیتے، کسی کو صدقہ کے طور پر، کسی کو ہدایہ کہہ کر، بارہا یہ ہوتا کہ چیز خریدتے اور قیمت سے زیادہ دیدیتے یا چیز اور قیمت دونوں بخش دیتے، قرض لیتے تو اس سے کہیں زیادہ اور کہیں بہتر ادا کرتے۔

## فصل ۱۵

### قرآن پڑھنا اور سننا

#### تلاوت قرآن

قرآن شریف کی ایک حزب مقرر تھی جسے آپ ہمیشہ پڑھتے اور کبھی ناغہ نہ کرتے، قرأت میں ترتیل ملحوظ رہتی تھی ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ سے شروع کرتے تھے۔ قرآن بجز جنات کے ہر حال میں پڑھتے عام اس سے کہ کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں، ٹیک لگائے ہوں یا بے وضو ہوں۔ قرآن خوش الحانی اور لے سے پڑھتے اور فرماتے تھے ”قرآن

(۱) صاع کا وزن قریباً ڈھائی چھٹاک ہوتا ہے۔

کو اپنی آواز سے زینت دو جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں“ اور فرمایا ”اللہ نے ایسی کوئی اجازت نہیں دی جیسی خوش آواز نبیؐ کو دی ہے جو قرآن گا کے پڑھتا ہے۔ یعنی خدا اس طرح کوئی چیز نہیں سنتا جس طرح خوش آواز نبیؐ کا قرآن سنتا ہے۔

## سماع قرآن

دوسروں سے قرآن سننا زیادہ پسند کرتے تھے، ایک مرتبہ عبد اللہ بن مسعودؓ کو قرآن سنانے کا حکم دیا، انہوں نے پڑھا، آپؐ پر رقت طاری ہو گئی یہاں تک کہ آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ ایک رات ابو موسیٰ اشعریؓ کا قرآن سنا، صبح انہیں اس کی اطلاع دی تو عرض کرنے لگے ”اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضورؐ سن رہے ہیں تو خوب اچھی طرح پڑھتا۔“

## فصل ۱۶

### عیادت کا بیان

#### آپؐ کا معمول

اصحابؓ میں اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو عیادت کو تشریف لے جاتے۔ ایک یہودی لڑکا آپؐ کی خدمت کیا کرتا تھا، بیمار ہو گیا تو عیادت کو تشریف لے گئے، اور دعوت اسلام پیش کی، اس نے قبول کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ آپؐ کے چچا ابو طالب مشرک تھے ان کی بھی عیادت کی اور اسلام کی دعوت دی۔

#### عیادت کا طریقہ

عیادت کا طریقہ یہ تھا کہ مریض کے پاس جاتے اور اس کے سرہانے کی طرف بیٹھتے، حال پوچھتے صحت کی دعا کرتے، روایت ہے کہ مریض سے یہ بھی دریافت کرتے کہ



کچھ کھانے کی اشتہا ہے؟ اگر کوئی ایسی چیز تاتا جو مضر نہ ہوتی تو دینے کا حکم دے دیتے۔ جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو فرماتے ”لابأس طہور انشاء اللہ (اندیشہ نہیں، انشاء اللہ صحت ہے) عیادت کے لئے کوئی خاص دن یا وقت مقرر نہ تھا۔ جب مریض سے مایوس ہو جاتے فرماتے ”انا للہ وانا الیہ راجعون“

## فصل ۱

### تجہیز و تکفین کا بیان

#### آپ کا معمول

آخر وقت میں بیمار کو اللہ اور آخرت یاد دلاتے، وصیت اور توبہ کی ہدایت کرتے اور لوگوں سے فرماتے کہ اس سے کلمہ شہادت کہلاؤ تاکہ اس کی آخری گفتگو یہی ہو۔ جب موت واقع ہو جاتی تو جاہل اور کافر قوموں کی طرف منہ پھینے، کپڑے پھاڑنے اور ڈائیس مار مار کر رونے سے منع کرتے۔

رہا دل کارنجیدہ ہونا اور اس طرح رونا کہ آواز نہ نکلے تو خود آپ پر بھی یہ کیفیت

(۱) تلاوت قرآن اور تغنی بالقرآن سے مقصود اس طرح قرآن پڑھنے والے اور سننے والے کے قلب پر اثر ہو بہت سے ترتیل اور ”تغنی“ سے یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ حلق سے قرآن پڑھا جائے یا موسیقی کے اصول اس میں برتے جائیں، ہندوستان میں عربی لہجہ نہ ہونے کی وجہ سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ لوگ حروف حلقی کو غیر طبعی طریقہ سے ادا کرنے اور بھٹھق قرآن پڑھنے کو قرأت سمجھتے ہیں، جس کے سننے سے کبھی ہنسی آتی ہے، کبھی غصہ آتا ہے اور کبھی مسکین ”قاری“ پر رحم آتا ہے۔ کاش لوگ صحیح طور پر فن تجوید سیکھتے، یا اس طرح توراہ سوز کر قرآن پڑھنے کی بجائے سادگی سے پڑھتے۔ سادگی بہ حال میں مستحسن ہے۔ (مترجم)

حاری ہوتی تھی اور فرماتے تھے :

”تدمع العين و يحزن القلب و لا نقول الا ما يرضى الرب“

آنکھ روتی ہے دل کڑھتا ہے، مگر ہم کہیں گے وہی جس سے پروردگار راضی ہو۔

سنت نبویؐ یہ تھی کہ ایسے حادثوں پر بھی خدا کا شکر ادا کرتے، انا للہ، پڑھتے اور وہی کہتے جس میں اللہ کی خوشنودی ہو۔

## کفنانے کا طریقہ

کفنانے کا طریقہ یہ تھا کہ مردہ کی آنکھیں بند کر دیتے اور چہرہ اور جسم چھپا دیتے، مردہ کا بوسہ لینا بھی ثابت ہے، مردہ کو اللہ کے گھر پہنچانے میں جلدی کرتے، اسے پاک کرتے، خوشبو ملتے، اور سفید کپڑے میں کفنانے، پھر نماز جنازہ پڑھتے۔

## شہید اور محرم کی تکفین

شہید کو نہ نملاتے جیسا کہ امام احمدؒ کی روایت میں ہے ”کہ شہید کو غسل دینے کی ممانعت فرمائی ہے“۔ البتہ چڑے اور لوہے کی چیزیں اس سے علیحدہ کر دیتے، پھر اسی کے کپڑوں میں بغیر نماز پڑھے۔ اسے سپرد خاک کر دیتے محرم (حج کے لئے احرام باندھے ہوئے آدمی) اگر مر جاتا تو اسے پانی اور بیری کی پتی سے غسل دینے، احرام ہی کے کپڑوں میں کفنانے، اور اس کا سر ڈھکنے کا حکم دیتے مگر خوشبو لگانے سے منع فرماتے۔

## کفن کا کپڑا

قیمتی کفن دینے سے منع کیا ہے، خود اس وقت کی حالت یہ تھی کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کفن بھر کپڑا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا، چنانچہ رسول اللہ نے صحابہ رضی

اللہ عنہم کو اس حال میں بھی دفن کیا ہے کہ پورا کفن موجود نہ تھا، اگر سر ڈھکتے تو پیر کھل جاتے تھے، ایسے موقعہ کے لئے سنت یہ تھی کہ سر چھپا دیا جاتا اور پیروں پر سبز گھاس ڈال دیتے (۱)۔

## جنازہ مسنون

جنازہ کی نماز ہمیشہ مسجد کے باہر پڑھتے تھے الا یہ کہ کسی وجہ سے مسجد میں پڑھنے پر مجبور ہو جائیں۔ جب کوئی جنازہ حاضر کیا جاتا تو پہلے دریافت کرتے کہ میت مقروض تو نہیں؟ اگر قرض ہوتا تو خود جنازہ میں شریک ہوتے مگر صحابہؓ کو اجازت دے دیتے، یہ اس لئے کہ آپؐ کی نماز درحقیقت مردہ کے لئے شفاعت کا حکم رکھتی تھی، مردہ بغیر اس کے کہ اس کا قرض ادا ہو، جنت میں نہیں جاسکتا، پھر آپؐ اس کی شفاعت کیونکہ کر سکتے تھے؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مالی حالت درست کر دی تو آپؐ سب کا قرض ادا کرتے اور سب کے جنازہ کی نماز پڑھاتے تھے، میت کا قرض اپنے ذمہ لے لیتے، اور اس کا مال و متاع وارثوں کو دے دیتے تھے۔

## طریقہ نماز جنازہ

جب جنازہ کی نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے، حمد و ثنائے الہی کرتے اور میت کے حق میں دعائے مانگتے۔ عموماً چار تکبیریں کہتے تھے لیکن مسلمؒ کی روایت ہے کہ پانچ تکبیریں (۱) اللہ، اللہ رسول ﷺ کے صحابیؓ اس طرح دفن ہوں، اور ہمارے ہاں کے امر اپنے کفن و دفن میں اتنا سرف کریں! لوگ مرنے والوں پر سینکڑوں ہزاروں روپیہ صرف کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہیں ثواب پہنچ رہا ہے، حالانکہ زندہ فقر و فاقہ کی مصیبت سے مر رہے ہیں مگر مقبرے آباد ہیں، مسجدیں دیران ہیں، تعلیم گاہیں مفقود ہیں اور جو ہیں سسک رہی ہیں، مگر قبروں پر چاندی سونا پڑا لٹ رہا ہے، کاش یہ لوگ اپنی دولت مفید کاموں میں صرف کرتے جس سے اللہ بھی خوش ہوتا اور قوم کی حالت بھی سدھرتی، اگر صرف دس سال کے لئے مسلمان، عرس اور نیاز فاتحہ بند کر دیں اور اس کے مصارف قومی کاموں میں دے دیں تو بالکل حالت بدل جائے اور پھر کسی چندہ کی حاجت باقی نہ رہے لیکن یہ دعوت سننے کو کون؟ کہیں زندگی ہو تو جواب ملے (مترجم)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھی کسی ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کے متعلق روایت موجود ہے چنانچہ ابن عیینہؒ سے روایت ہے کہ صحابہؓ اہل بدر پر پانچ، چھ اور سات تکبیریں کہتے تھے، یہ تمام احادیث و آثار صحیح ہیں اس لئے چار تکبیروں سے زیادہ بھی کسی جاسکتی ہیں ممانعت کرنے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ نے ایسا کیا ہے۔

### جنازہ میں فاتحہ و درود

ابن عباسؓ نے ایک دن جنازہ کی نماز پڑھائی تو پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ باواز بلند پڑھی اور لوگوں سے کہا یہ اس لئے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ بھی سنت ہے ابو امامہؓ بن سہل کا مسلک بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ صحابہؓ کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے کہ نماز جنازہ میں درود بھی پڑھنا چاہئے۔

### نماز جنازہ سے مقصود

نماز جنازہ سے مقصود میت کیلئے دعا کرنا ہے بعض دعائیں آپؐ سے مروی ہیں مثلاً:

”اللهم اغفر له و ارحمه و عافه و اعف عنه و اكرم نذله و وسع مدخله و اغسله بالماء و الثلج و البرد و ادخله الجنة و اعذه من عذاب القبر و عذاب النار“

اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر، اس پر رحم کر، اسے چھ معاف کر، اس کا اترنا اچھا کر، اس کا دروازہ کشادہ کر اسے پانی، برف اور تیز بخ میں غسل دے جنت میں داخل کر، قبر اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

نیز یہ دعا:

”اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام و السنة و من توفيته منا فتوفه على الايمان اللهم لا تحرمنا اجره و لا تفتنا بعده“

خدا یا ہم میں سے تو جسے زندہ رکھے، اسلام اور سنت پر زندہ رکھ، اور جسے موت

دے، ایمان پر دے، الٰہی اس کے ثواب سے ہمیں محروم نہ کر، اور اس کے بعد ہمیں امتحان میں نہ ڈال۔

نیز یہ دعا

”اللہم انت ربہا و انت خلقتها و انت ہدیتہا للاسلام و انت قبضت روحہا و تعلم سیرہا و علانیہا جننا شفعا فاعفرلہا“

الٰہی تو ہی اس کا رب ہے، تو ہی نے اسے پیدا کیا تو ہی نے اس کی اسلام کی طرف رہنمائی کی، اور اب تو ہی نے اس کی روح قبض کر لی، تو اس کو ظاہر باطن جانتا ہے، ہم شفاعت کیلئے حاضر ہوئے ہیں، اسے بخش دے۔

## نماز جنازہ کی قضاء

سنت یہ تھی کہ اگر جنازہ کی نماز فوت ہو جاتی تو قبر پر جا کر نماز پڑھتے تھے، اس کے لئے کسی خاص وقت کی قید نہ تھی، جب موقع مل جاتا نماز پڑھاتے چنانچہ ایک دن بعد بھی پڑھی ہے، تین دن بعد بھی اور ایک مہینہ بعد بھی۔ مردہ اگر مرد ہوتا تو نماز میں اسی کے سر کے پاس کھڑے ہوتے، اگر عورت تو کمر کے پاس چھ کی نماز جنازہ بھی پڑھتے اور فرماتے۔

”اپنے بچوں کی نماز پڑھو کیونکہ وہ تمہارے لئے جنت میں پیش خیمہ ہونگے“ (ابن ماجہ) خود کشی کرنے والے اور مال غنیمت چرانے والے پر نماز پڑھتے تھے۔

## جنازہ کے بعد

جب نماز جنازہ پڑھ چکے تو مقبرہ تک اس کے ساتھ آگے آگے پیدل جاتے، حکم دیا ہے کہ سوار میت کے پیچھے چلیں اور پیدل اس کے قریب میں آگے پیچھے

دائیں، بائیں جدھر چاہیں چلیں جنازہ کے جلد جلد لے جانے کی ہدایت فرماتے تھے۔ رہا آج کل لوگوں کا رینگ رینگ کے خراں خراں قدم اٹھانا تو یہ ایک بدعت ہے جس کا ترک ضروری ہے، حضرت ابو بکرؓ تو ایسے لوگوں کو درے لگاتے اور فرماتے تھے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور جنازے تیز تیز لے جاتے تھے“

## قبر کے متعلق ہدایت

قبر کے متعلق سنت یہ تھی کہ وہ گہری، چوڑی اور برابر ہوتی تھی، قبر کا اونچا بنانا یا پختہ یا خام اینٹوں اور پتھروں سے تعمیر کرنا سنت نبویؐ میں نہ تھا، بلکہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو خاص اس مقصد سے یمن بھیجا تھا کہ جو تمل جائے توڑ دیں اور جو بلند قبر مل جائے گرا کر زمین کے برابر کر دیں۔ قبر پر چونا لگانے، عمارت بنانے اور کتبہ لگانے سے منع کیا ہے، سنت یہ تھی کہ جس کسی کی قبر یاد رکھنا ہوتی، اس پر پتھر کی نشانی رکھ دیتے تھے۔

## قبر میں رکھنے کا طریقہ

میت کو قبر میں رکھتے تو فرماتے ”بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ“ طلوع و غروب اور پچ دوپہر کے اوقات میں دفن نہ کرتے تھے، دفن سے فارغ ہوتے تو مع صحابہؓ کے واپس آتے اور میت کے قبر میں ثابت قدم رہنے کے لئے دعا فرماتے۔ آج کل کی طرح قبر کے پاس میت کی تلقین یا قرآن خوانی کے لئے بیٹھنا سنت میں نہ تھا، ربی طبرانی کی اہل امامہؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے میت کی تلقین کا حکم دیا ہے تو اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔

میت کے عزیز واقارب کی تعزیت فرماتے تھے اس کے لئے نہ تو مجلسیں کرتے نہ قرآن خوانی کے لئے کہیں جمع ہوتے تھے۔ میت والوں پر لوگوں کے کھانے کا بار نہ ڈالتے بلکہ دوسروں کو حکم دیتے کہ کھانا پکوا کے ان کے ہاں بھیج دیں۔

## فصل ۱۸

### زیارت قبور کا بیان

#### مشروع زیارت

جب قبور صحابہؓ کی زیارت کو تشریف لے جاتے تو ان کے حق میں دعا کرتے اور خود افسوس کرتے اور عبرت حاصل کرتے، یہی وہ زیارت قبور ہے جو امت کے لئے مشروع کی ہے اور اس میں کہنے کا حکم دیا ہے:

”السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین و انا

انشاء الله بکم لاحقون نسأل الله لنا ولكم العافیة“

اے دیار مومنین و مسلمین کے رہنے والو! تم پر سلام ہو، ہم ان شاء اللہ تم سے مل جانے والے ہیں، اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت چاہتے ہیں۔

#### قبروں کی توہین و تعظیم

سنت نبویؐ یہ ہے کہ قبروں کی توہین نہ کی جائے، انہیں روندنا، ان پر بیٹھنا یا ان سے ٹیک لگانا ممنوع ہے۔ قبروں کی تعظیم بھی ممنوع ہے انہیں مسجد قرار دینا، ان کے پاس یا ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، عرس کرنا، لوگوں کا ان کے گرد جمع ہونا، روشنی کرنا، یہ سب باتیں ناروا ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والوں پر لعنت (۱) کی ہے۔

(۱) لیکن آج کل کیا ہو رہا ہے، پوری قبر پرستی جاری ہے قبروں پر بڑی بڑی عمارتیں کھڑی ہیں جن میں تقریباً دروازے لگائے ہوئے ہیں، سنگ مرمر کا فرش ہے، قیمتی چادریں لودر پردے لٹکے ہوئے ہیں، مسلمان ان کے گرد طواف اور رکوع و سجود قیام میں مصروف ہیں۔ ختمیں مانی جاتی ہیں، دعائیں کی جاتی ہیں اور خدا سے زیادہ اصحاب قبور پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ جس بات پر دل شق ہوتا ہے وہ میت سے مدعیان علم و تصوف کا طرز عمل ہے، یہ لوگ اپنی ذاتی

## فصل ۱۹

### جماد کا بیان

#### قسمیں

جماد کی چار قسمیں ہیں: جماد نفس<sup>(۱)</sup>، جماد شیطان<sup>(۲)</sup>، جماد کفار<sup>(۳)</sup>، جماد

منافقین<sup>(۴)</sup>

#### جماد نفس

جماد نفس کے چار درجے ہیں: نفس کو ہدایت و حق کی جستجو پر مجبور کرنا کہ جس کے بغیر نہ دین کی سعادت ممکن ہے نہ دنیا کی۔ پھر علم کے بعد عمل کے لئے نفس پر

اغراض و منفعت کیلئے قبر پرستی کو اور بھی رواج دیتے ہیں جھوٹی اور موضوع حدیثوں سے اس کا جواز ثابت کرتے ہیں اور طرح طرح کی ضلالتوں اور فریبوں سے کام لیکر عوام کو اسی گمراہی میں باقی رکھنا چاہتے ہیں، اگر کوئی خدا کا بندہ اس بدعت و ضلالت پر معترض ہوتا ہے تو اسے ”وہابی“ پینچپسری“ ”دہریہ“ طرح طرح کے نام دیتے اور عوام میں بدنام کرتے ہیں، حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ محض دنیائے دوس پر اپنی آخرت بگاڑ رہے ہیں، اور اسلام کی توہین و تنزل کے خود باعث بن رہے ہیں۔ حال میں ایک واقعہ سننے میں آیا جس سے نہایت عبرت ہوئی، مسلمانوں کی عبرت کے لئے درج کرتا ہوں، واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۲۰ء میں جبکہ اکثر ہندو مسلم لیڈر عرس کے موقعہ پر اجیر گئے تھے تو ان میں سے یو۔ پی کے سب سے بڑے ہندو لیڈر نے عرس کی تمام رسمیں اور مزار کے گرد لوگوں کا طواف و سجود دیکھ کر انتہائی مسرت اور خلوص نیت سے کہا ”لوگ کہتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے، لیکن آج یہاں کی حالت دیکھنے کے بعد مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد بالکل ممکن ہے کیونکہ درحقیقت ہندوؤں اور مسلمانوں میں واقعی کوئی فرق نہیں، ہم دونوں کے سامنے بھکتے ہیں اور مسلمان قبروں کے سامنے ہمارے رام بچھن کرشن اور مہادیو ہیں، اور مسلمانوں کے ..... پھر ہم میں اور مسلمانوں میں فرق ہی کیا رہا، صرف ناموں کا فرق ہے جو حقیقت میں کوئی وقعت نہیں رکھتا!!!“ یہ اس نیک دل ہندو رہنما کا خیال ہے جو اجیر کی حالت دیکھ کر اسے پیدا ہوا۔ مسلمانوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟۔



جبر کرنا۔ علم و عمل کے بعد تعلیم و دعوت حق میں مصروف ہونا ورنہ صاحب حق ن بدبختوں میں گنا جائیگا جو اللہ کی اتاری ہوئی ہدایت کو چھپاتے ہیں چوتھا اور آخری درجہ یہ ہے کہ دعوت کی راہ میں جو مصائب و آلام پیش آئیں انہیں صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرنے کیلئے نفس کو آمادہ کرنا۔ جس خوش نصیب نے جہاد نفس کے یہ چاروں مرحلے کامیابی سے طے کر لئے ”ربانی“ ہو گیا!

## جہاد شیطان

جہاد شیطان کے دو درجے ہیں : شیطان ایمان کے اندر شکوک و شبہات پیدا کیا کرتا ہے اس معرکہ میں اس سے دست و گریبان ہونا یہ پہلا درجہ ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ شیطان کی طرف سے جن سرداروں اور شہوتوں کی تلقین ہوتی ہے، ان کے رد کرنے میں جدوجہد کرنا۔ پہلے درجہ میں کامیابی ”یقین“ پیدا کرتی ہے اور دوسرے درجہ میں کامرانی اپنے ساتھ ”صبر“ لاتی ہے :

و جعلنا منهم آئمة يهدون بأمرنا. لما صبروا وكانوا بآياتنا  
يوقنون (۳۲ : ۲۴).

اور بنا دیئے ہم نے ان میں سے امام جو راہ چلاتے ہمارے حکم سے کیونکہ

تجب ہے کہ انسان اللہ کو حاضر ناظر، سمیع و بصیر، حی و قدیر اور اپنی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب تسلیم کر لینے کے بعد غیر اللہ کی طرف کیوں رجوع کرتا ہے؟ کیا یہ قبریں اللہ سے زیادہ قدرت رکھتی ہیں؟ کیا یہ بزرگ اللہ سے سفارش کر سکتے ہیں؟ کیا اللہ معاذ اللہ تمہارے ظاہر و باطن سے پوری طرح آگاہ نہیں جو اسے ان مرے ہوئے آدمیوں کی یاد دہانی کی ضرورت ہو؟ پھر انسانی عظمت و خودداری کے یہ بالکل منافی ہے کہ انسان پتھر کے بتوں یا اینٹ اور چونے کی قبروں کے سامنے بھکے جو اپنے اوپر سے ایک کبھی بھی اڑانے کی قدرت نہیں رکھتیں! مسلمان روتے ہیں کہ ہم تباہ حال ہیں، مگر جب تک تم یہ کفر و شرک و وہم پرستی نہ چھوڑو گے اس وقت تک خوشحالی و سرخروئی سے دوچار نہ ہو سکو گے۔ اپنی بربادی کی تاریخ پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ اس کا آغاز اسی وقت سے ہوا جب سے تم میں یہ باتیں آئیں سینکڑوں برس قبر پرستی کا تجربہ کر چکے اور دن دوئی رات جو گئی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، اور ایسے کامیاب کہ اب تک دنیا تمہاری

انہوں نے صبر و استقامت دکھائی اور یقین کرتے رہے ہماری نشانیوں پر۔ اس سے واضح ہو گیا کہ دین کی امامت و قیادت صرف ”صبر“ اور ”یقین“ کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے، صبر، شہوات و اراداتِ فاسدہ کو دفع کرتا ہے اور یقین، شکوک و شبہات سے قلب کو پاک کرتا ہے۔

### جہاد منافقین و کفار

جہاد منافقین و کفار کے بھی چار درجے ہیں قلب سے، زبان سے، مال سے، جان سے۔ حدیث میں ہے: ”جو کوئی جہاد کے بغیر یا کم از کم اس کی تمنا کئے بغیر مر جائے، اس کی موت نفاق کے ایک حصہ پر ہوئی“ جہاد ہجرت سے مکمل ہوتا ہے اور ہجرت و جہاد دونوں ایمان کے ساتھ صحیح ہوتے ہیں۔

### جہاد اربعہ کی توفیق

جہاد کی ان تمام قسموں کی توفیق صرف انہیں لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو رحمت الہی کے امیدوار اور قربِ خداوندی کے لئے بے قرار ہوتے ہیں۔

ان الذین امنوا والذین ہاجرُوا و جاہدُوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ و اللہ غفور رحیم (البقرہ: ۲۱۸)۔

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں، وہی اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہیں۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔

### جہاد کی فرضیت

جہاد نفس اور جہاد شیطان فرض عین ہے، کوئی فرد بخر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ جہاد کفار و منافقین کبھی فرض عین ہوتا ہے اور کبھی فرض کفایہ، اگر ضرورت کے مطابق لوگ اس میں مشغول ہوں تو باقی پر فرض نہیں ہوتا، لیکن اگر یہ صورت نہ ہو تو سب پر فرض عین ہو جاتا ہے۔

## کامل ترین انسان

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامل ترین انسان وہ ہے جو جہاد کی ان تمام قسموں اور مرتبوں میں کامل اترے، پھر کمال کے بھی درجے ہیں، بعض معمولی ہیں، بعض بلند ہیں، بعض بلند تر ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو چونکہ جہاد کی ان سب قسموں میں بلند ترین درجہ حاصل تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ تمام انسانوں سے افضل و اشرف تھے۔ آپ بعثت کے وقت سے وفات کے دن تک اللہ کی راہ میں پورا پورا جہاد کرتے رہے۔

## جہاد کا عملی پیکر

چنانچہ جوں ہی آیت ”یا ایہا المدثر، قم فانذر“ (۷۴: ۱-۲) (اے کبل میں لپٹے ہوئے! اٹھ اور ڈرا) نازل ہوئی اور تبلیغِ رسالت کا فرمان الہی پہنچا، فی الفور اٹھ کھڑے ہوئے اور دعوتِ حق دینے لگے۔ یہ شروع میں خفیہ تھی، لیکن جب آیت ”فاصدع بما توامر“ (۹۵: ۱۵) نازل ہوئی تو علانیہ دعوت دینے اور دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں اعلانِ حق کرنے لگے۔

کفار نے جب دیکھا کہ ان کے آبائی دین کی برملا مذمت ہوتی ہے تو غیظ و غضب سے بھر گئے اور رسول اللہ اور پیروانِ اسلام کو سخت سے سخت دینے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور کو تسکین دی کہ گھبرانے والوں کو مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں، تمام انبیاء کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے کہ جھٹلائے گئے اور گونا گوں مصائب میں مبتلا کئے گئے:

”ما یقال لك الا ما قد قيل للرسول من قبلك“ (۴۳: ۴۱)

تمہیں بھی وہی کہا جا رہا ہے جو تم سے پہلے رسولوں کو کہا جا چکا ہے۔

اور فرمایا:

”کذک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او

مجنون، اتوا صوا بہ بل ہم قوم طاغون“ (۵۳: ۵۱)

اسی طرح جب ان سے پہلوں کے پاس رسول پہنچا، انہوں نے اسے یا تو ساحر بتایا یا مجنون کہا وہ ان کو وصیت کر گئے ہیں، حالانکہ وہ سرکش قوم ہے۔  
 نیز مسلمانوں کی دلہی کے لئے فرمایا:

”ام حسبتم ان تدخلوا الجنة و لما ياتكم مثل الذي خلوا من قبلكم، مستهم البأساء و الضراء و زلزلوا حتى يقول الرسول و الذين امنوا معه متى نصر الله الا ان نصر الله قريب“ (۲۱۴:۲)  
 کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اب تک انگوں کی سی حالت تمہاری نہیں ہوئی کہ جنہیں مصائب و آلام پہنچے اور بالکل ہلا ڈالے گئے، یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ مومنین چیخ اٹھے کہ اللہ کی نصرت کب آئیگی؟ ہاں اللہ کی نصرت قریب ہے۔  
 اور فرمایا:

”الم، احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا و هم لا يفتنون ، و لقد فتنا الذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا و ليعلمن الكاذبين“ (۲۹: ۲۰۱)

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، ان کو ہم نے امتحان میں ڈالا، البتہ بچوں کو جھوٹوں سے معلوم کر کے رہیگا۔

## جماد بالقرآن

رسول اللہ اور مسلمان راہ حق میں برابر مصائب جھیلتے اور وعدہ الہی کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی فتح و کامرانی کے لئے پہلے سے ایسا ہندو بست کر رکھا تھا جو کسی کے وہم میں بھی نہ تھا۔  
 مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ عرب کے دو مشہور قبیلے اوس اور خزرج رہتے تھے۔

باہم نفرت و عداوت تھی۔ یہودی کہا کرتے تھے: ٹھیسر جاؤ، عنقریب ایک نبی پیدا ہونے والا ہے، ہم اس کی پیروی کرینگے اور اس کے زیرِ علم تمہیں عادی و ثمود کی طرح بے دردی سے ہلاک کر ڈالیں گے۔

اوس و خزرج باقی قبائل عرب کی طرح سالانہ حج کے لئے مکہ آیا کرتے تھے۔ ایک سال رسول اللہ نے انہیں بھی دعوت دی تو وہ چونکے اور آپس میں کہنے لگے ہونہ ہو یہی وہ نبی ہے جس سے یہودی ہمیں ڈرایا کرتے ہیں، ایسا نہ ہوا نہیں خبر ہو جائے، ایمان لے آئیں اور ہم پیچھے رہ جائیں۔ اس طرح ان مدنیوں کی اللہ نے اسلام کی طرف رہنمائی کی، وہ مسلمان ہوئے اور عہد باندھا کہ ہمیشہ آپ کی امداد و اعانت پر کمر بستہ رہیں گے چنانچہ تیرہ سال مکہ میں جہاد بالقرآن کرنے کے بعد حضور نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

### جہاد بالسیف

مدینہ پہنچ کر مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ قائم کیا، پھر وہاں کے تینوں یہودی قبیلوں: بنو قیصاع، بنو النضیر، بنو قریظہ سے امن و صلح کا تحریری معاہدہ کیا، مگر انہوں نے عہد شکنی کی، جنگ کی اور اسلام کے مقابلہ میں مشرکین عرب کا ساتھ دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ذلیل و خوار ہوئے۔ بنو قیصاع کو تو حضور نے احسان کر کے چھوڑ دیا، بنو نضیر کو جلا وطن کیا اور بنو قریظہ تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔

# باب ۳

## غزوات اسلامیہ

### فصل اول

#### غزوہ بدر<sup>(۱)</sup> کا بیان

#### اسباب جنگ

رسول اللہ ﷺ کو اطلاع پہنچی کہ ملک شام سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ ابو سفیان کی سرکردگی میں آرہا ہے۔ اس قافلہ میں بے شمار مال و دولت تھی اور یہ وہی قافلہ تھا جسے مکہ سے شام جاتے ہوئے مسلمانوں نے روکنا چاہا تھا مگر اتفاقیہ بیچ نکلا تھا۔ اب اس کی واپسی کی خبر ملی تو آپؐ نے لوگوں کو چلنے کی دعوت دی اور تین سو سے کچھ زیادہ آدمی لیکر روانہ ہو گئے جو سب کے سب پیدل تھے، سوار کوئی بھی نہ تھا، صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ ساتھ تھے جن پر باری باری بیٹھتے تھے۔

جب مقام صفراء میں پہنچے تو دو جاسوس خبر لانے کو بھیجے۔ ادھر ابو سفیان کو بھی آنحضرتؐ کے ارادے کی خبر پہنچ چکی تھی اور اس نے ضمضم بن النخاری کے ذریعہ اہل مکہ کو صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ انہوں نے جوں ہی یہ سنا اپنے قافلہ کو چلانے کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ سرداروں میں سے کوئی ایک شخص۔ بھی نہ تھا جو فوج میں آکر شامل نہ ہو گیا ہو، صرف ایک ابو لہب نہ جاسکا اور اس نے اپنی جگہ پر دوسرا شخص بھیج دیا، صرف

(۱) غزوات بالخصوص غزوہ بدر کی بحث سیرۃ نبویؐ مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی میں ضرور دیکھنی چاہئے (مترجم)

یہی نہیں بلکہ گرد و پیش کے قبائل عرب کو بھی دعوت دی گئی، بنی عدی کے علاوہ تمام قبائل نے لبیک کہا اور سب جمع ہو کر بڑے کرۂ فرکیساتھ چلے۔

آنحضرتؐ کو جب قریش کے اس ساز و سامان سے چلنے کا حال معلوم ہوا تو صحابہ کے سامنے صورت حال پیش کر کے مشورہ طلب کیا۔ مہاجرین نے نہایت دل خوش کن جواب دیا مگر انصار چپ رہے۔ آپ نے پھر پوچھا تو مہاجرین بول اٹھے مگر انصار بدستور خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ جب پھر سوال کیا تو انصار سمجھ گئے کہ ہم سے جواب چاہتے ہیں۔ چنانچہ سعد بن معاذ کھڑے ہو گئے اور کہا: ”یا رسول اللہؐ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے“ اور واقعہ بھی یہی تھا کیونکہ انصار نے صرف مدینہ کے اندر حفاظت و حمایت کا وعدہ کیا تھا اور اب معاملہ مدینہ کے باہر درپیش تھا۔

سعد نے کہا ”شاید آپ یہ سمجھتے ہیں کہ انصار مدینہ کے باہر آپ کی حمایت و اطاعت ضروری نہیں سمجھتے، لیکن میں انصار کی طرف سے کہتا ہوں کہ آپ جہاں چاہے جائے جس سے چاہیے ملیے، جس سے چاہیے لڑیے جتنا چاہیے ہم سے لیجئے اور جو چاہیے ہمیں حکم دیجئے، ہم ہر حال میں تابع فرمان اور آپ کے ساتھ ہیں، آپ کی رسی سے ہماری رسی کی گرہ بندھ چکی ہے، ہم کسی حال میں بھی الگ نہیں ہو سکتے۔ واللہ اگر ہمیں سمندر میں بھی گھس جانے کا اشارہ کر دینگے تو بھی ہم ہچکچائیے نہیں بلکہ سیدھے گھٹتے چلے جائیے!“

اسی موقع پر حضرت مقدادؓ نے کیا ہی خوب کہا تھا: ”یا رسول اللہؐ ہم وہ نہیں کہیں گے جو موسیٰ کی قوم نے کیا تھا کہ:

فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون. (المائدة: ۲۴)

”جاؤ تم اور تمہارا اللہ دشمنوں سے لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔“

بلکہ ہم آپؐ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے لڑیں گے اور بے پروائی سے سرفروشی کریں گے۔ رسول اللہؐ نے یہ ہمت افزا جواب سنے تو مسرت سے چہرہ مبارک روشن ہو گیا اور

فرمانے لگے: ”مسلمانو! چلو تمہارے لئے بھارت ہے، اللہ نے دو میں سے (کاروان یا لشکر) ایک گروہ کے دئے دینے کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، میں دشمنوں کی بریدہ لاشیں دیکھ رہا ہوں!“

## ابو جہل کا فیصلہ

ادھر مسان آگے بڑھ رہے تھے، ادھر ابو سفیان ساحل کی راہ سے ہو کر خطرہ سے بچ نکلا تھا، جب اسے پوری طرح اطمینان ہو گیا تو قریش کو (جو بدر کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے) لکھا کہ لوٹ آئیں کیونکہ کاروان بالکل بچ گیا ہے۔

جحفہ میں قریش کو یہ خط مل گیا تھا اور انہوں نے لوٹنے کا ارادہ بھی کر لیا، مگر ابو جہل مانع ہوا اور کہنے لگا خدا ہم بدر تک تو ضرور ہی جائیگے، وہاں اترینگے، آرام کریں گے، عربوں کو خوب کھانے کھلائیں گے تاکہ ہر طرف ہماری دھاک بیٹھ جائے۔ اخس بن شریق ابو جہل کی تجویز کی سخت مخالفت کی اور واپسی پر بہت زور دیا مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی جس پر وہ ناراض ہو کر مع اپنے قبیلے لوٹ گیا۔

بنی ہاشم نے بھی واپسی کے لئے بہت ہاتھ پیر مارے مگر ابو جہل نے ایک نہ سنی اور کہنے لگا واللہ تم ہمارا ساتھ چھوڑ کے ہرگز نہ جانے پاؤ گے۔

## رسول اللہ کی پیش قدمی

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ برابر پیش قدمی کرتے چلے آ رہے تھے یہاں تک کہ شام کے وقت بدر کے قریبی کنوئیں پر پہنچ گئے اور صحابہ سے مشورہ کیا کہ کہاں اترنا بہتر ہوگا؟ خباب بن المذثر نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اس علاقہ کا حال اچھی طرح معلوم ہے اگر اندر چل کر وسط میں اترنا پسند فرمائیں تو وہاں بیٹھے پانی کی افراط ہے، ہم ابھی چل کر دشمن سے پہلے پہنچ جائیں گے، پانی پر قبضہ کر لیں گے اور قرب و جوار کے کوئیں توپ دیں



گے۔

## جستجوئے حالات

قریش بھی پانی پر قبضہ کرنے کی غرض سے تیز چلے آ رہے تھے مگر مسلمان پہلے پہنچ گئے اور اچھی جگہوں پر قبضہ کر لیا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو حالات کی جستجو کے لئے بھیجا، وہ قریش کے دو غلام گرفتار کر لائے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ قریش کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا اس ٹیلے کے پیچھے۔ پوچھا کتنے ہیں؟ انہوں نے لا علمی کا اظہار کیا۔ فرمایا ”اچھا، روز کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟“ انہوں نے کہا کسی دن دس اور کسی دن نو۔ اس پر آپؐ نے فرمایا، ”تو ان کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے۔“

## تائیدِ نبی

اس رات مسلمانوں کے کوچ میں ایک بڑی سہولت اس تائیدِ نبی سے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کے دروازے کھول دیئے تھے۔ مگر دونوں سمتوں میں بارش کی حالت بالکل مختلف تھی۔ مسلمانوں کی طرف زور کم تھا، چھٹنے پڑ کے رہ گئے۔ جس سے موسم خوشگوار ہو گیا، مجاہدین سے غبارِ سفر دور ہو گیا، دلوں اور جسموں میں تازگی آگئی، ریت بیٹھ کر زمین اس قابل ہو گئی کہ تیزی سے سفر کیا جاسکے۔ لیکن کفار کی طرف بارش موسلا دھار تھی جس سے ان کے کوچ میں سخت دقت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ مسلمان ان سے پہلے ہی پہنچ گئے، جلد جلد حوض بنا کر پانی محفوظ کر لیا اور باقی کونئیں ہمد کر دیئے۔

## پیشین گوئی

اس موقع پر رسول اللہؐ کے ٹھہرنے کیلئے سامنے کی پہاڑی پر سائبان بنایا گیا تھا جس

میں جانے سے پہلے آپؐ نے میدان میں ایک چکر لگایا اور انگلی کے اشاروں سے بتاتے گئے کہ اس جگہ ان شاء اللہ قریش کا فلاں سردار قتل ہوگا اور اس جگہ فلاں۔ بعد میں دیکھا گیا تو ہر شخص بتائی ہوئی جگہ پر خاک و خون میں آلودہ پڑا تھا!

## رسول اللہؐ کی دعائے قبولیت

جب مشرکین کے دستے بھی سامنے آگئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے بارگاہ الہی میں دعا شروع کی:

”اللهم هذه قریش جاءت بنخيلها وفخرها جاءت تحاربك  
وتكذب رسولك“

”الہی! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے پورا کر، الہی! میں تجھے تیرے وعدہ و عہد کا واسطہ دیتا ہوں۔“

اتنا کہنے پائے تھے کہ پیچھے سے حضرت صدیق اکبر چٹ گئے اور عرض کرنے لگے:

”یا رسول اللہ ابشر فوالذی نفسی بیدہ لینجزن اللہ لك ما وعدك“

”یا رسول اللہ بخارت ہو، قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ ضرور اپنا وعدہ پورا کریگا۔“

تمام مسلمانوں نے بھی تبرع و زاری شروع کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ کو حکم ہوا:

”انی معکم فثبتوا الذین امنوا سألقی فی قلوب الذین کفروا  
الرعب“ (الانفال: ۱۳)

”میں تمہارے ساتھ ہوں، تو تم ثابت قدم کرو مسلمانوں کو، میں کافروں کے دل مرعوب کر ڈالوں گا۔“

اور

”انی ممدکم بالف من الملائکة مرد فین“ (الانفال: ۹)  
”میں لگاتار آنے والے ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔“

## کیفیت جنگ

رسول اللہ ﷺ وہاں پہاڑی پر رات بھر ایک درخت کے تنہ کے سامنے نماز میں مصروف آراہوئے۔۔ یہ جمعہ کی رات اور ۱۷-۱۸ رمضان ۲ھ کی تاریخ تھی۔ صبح ہوئی تو فریقین صف آرا ہوئے، آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی صفوں کو بذات خود قائم کیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ پہاڑی پر سائبان میں تھے اور سعد بن معاذ ایک انصاری دستہ کے ساتھ دروازہ پر کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ جوں جوں آتش جنگ تیز ہوتی تھی، دعائیں آپکی زاری بھی بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ عالم بے خودی اور بے خبری میں شانوں پر سے رداء مبارک بھی گر پڑی۔ حضرت صدیقؓ نے بڑھ کر اڑھائی اور عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ آپ کی مناجات رب العزت تک پہنچ گئیں، وہ ضرور اپنا وعدہ پورا کریگا“ عین اس وقت آپ ﷺ پر کچھ غنودگی طاری ہو گئی اور حالت جنگ میں مسلمانوں کو بھی نیند نے آگھیرا۔ ایک لمحہ کے بعد آپ ﷺ ہوشیار ہو گئے اور جوش سے فرمایا ”ابو بکرؓ، بھارت ہو، یہ لو جبرائیل آگئے غبار سفر اب تک ان پر موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنا لشکر لا اتارا، اپنے پیغمبر اور مومنین صادقین کی نصرت فرمائی، اور کفار کو ان کے قبضہ میں کر دیا کہ قید کریں اور قتل کریں!“ کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ جنگ کے نتیجے نے یہ نبویؐ پیش گوئی لفظ بلفظ پوری کر دی۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی کفار کو شکست نصیب ہوئی، صرف ۱۴ مسلمان شہید ہوئے لیکن کفار کے ستر آدمی مقتول اور ستر زخمی ہوئے۔

## اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی فتح

جب جنگ ختم ہوئی اور مشرکین پیٹھ پھیر کے بھاگ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی دیکھو ابو جہل نے کیا کیا؟“ عبد اللہ بن مسعودؓ نے جا کر تلاش کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ بے حس پڑا ہے، عفراء کے لڑکوں (معاذ و معوذ) نے ایسا وار کیا تھا کہ دشمن اٹھ نہ سکا۔ عبد اللہ کو اس ہاتھوں بڑی تکلیفیں پہنچی تھیں، دیکھتے ہی آگے بڑھے اور داڑھی پکڑ کے کہنے لگے ”تو ہی ابو جہل ہے اس نے آنکھیں کھول دیں اور بچے چینی سے پوچھنے لگا فتح کس کی ہوئی؟!“ انہوں نے جواب دیا ”اللہ کی اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی، اے دشمن اللہ، کیا تجھے اللہ نے رسوا نہیں کر ڈالا؟“ اس نے نخوت سے جواب دیا ”یہ فخر اس پر جسے اس کی قوم نے قتل کر ڈالا ہے!“ عبد اللہ نے سرتن سے اتار لیا اور رسول اللہ کی خدمت میں لا کر ڈال دیا، آپ ﷺ نے دیکھتے ہی تین مرتبہ فرمایا:

”اللہ اکبر، أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَ وَعْدُهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ هَزَمَ  
الاحزاب و حدہ۔“

”اللہ اکبر، اس اللہ کے لئے تعریف ہے جس کا وعدہ سچا ہے اور جس نے اپنے  
بندے کو فتح دی۔“

چلو مجھے دکھاؤ کہاں پڑا ہے؟ لاش دیکھ کر بولے یہ اس امت کا فرعون تھا۔

## فتح کے اثرات

جنگ کے بعد رسول اللہ ﷺ اور مسلمان، قیدی اور مال غنیمت لے کر مظفر  
و منصور روانہ ہوئے صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت تقسیم کر دیا اور بڑی شان و شوکت سے  
مدینہ میں داخل ہوئے۔ ہر طرف دشمنان اسلام مرعوب ہو گئے، مدینہ کے بہت سے

کفار اسلام میں داخل ہوئے جن میں ایک مشہور و معروف منافق عبداللہ بن ابی بھی تھا جو ظاہر میں مسلمان ہو گیا مگر دل میں ہمیشہ کفر و کفار ہی کے ساتھ رہا۔

## فصل ۲

### غزوہ احد کا بیان

#### وجہ جنگ

جب سرداران قریش ایک ایک کر کے بدر میں موت کے گھاٹ اتر گئے اور سرداری ابو صفیان بن حرب کے حصہ میں آئی تو اس نے عربوں کو رسول اللہ اور اسلام کے خلاف اکسانا شروع کیا۔ یہاں تک ماہ شوال ۳ھ میں تین ہزار جنگجو جمع کر لئے عورتیں بھی ہمراہ لیں کہ ان کے خیال سے کوئی بھاگ نہ سکے، اور بڑے ساز و سامان سے مدینہ کا رخ کیا۔

#### رسول اللہ ﷺ کی ذاتی رائے

رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی صحابہؓ سے مشورہ کیا، خود آپ ﷺ کی ذاتی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر ہی قلعہ ہند ہو بیٹھیں، اگر دشمن مورچے توڑ کے اندر گھس آئے تو ایک طرف گلیوں کے موڑ اور راستوں کے سروں پر انہیں کامیابی سے قتل کیا جائے اور دوسری طرف عورتیں چھتوں پر سے سنگباری کریں۔ عبد اللہ بن ابی منافق کی بھی یہی رائے تھی۔

#### صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے

لیکن بعض وہ صحابہ جو بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے مہضر ہوئے کہ باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے چنانچہ آپ ﷺ اٹھے اور گھر سے اپنا جنگی لباس پہن کر نکل آئے ایک ہزار کی جمعیۃ۔ ساتھ ہی اور مدینہ میں نماز کی لامت عبد اللہ بن ام مکتومؓ کے سپرد کر کے جمعہ کے دن چل پڑے۔

## عبداللہ بن ابی کی منافقت

راستہ میں عبداللہ ابن ابی نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنی چاہی اور یہ کہہ کر کہ ”میری رائے پر دوسروں کی رائے کو ترجیح دی جاتی ہے“ اپنے تین سو ہمراہیوں کو لیکر لوٹ پڑا عبداللہ بن حزامؓ، دور تک سمجھاتے اور غیرت دلاپتے چلے گئے مگر اس نے ایک نہ سنی اور مدینہ چلا گیا۔ یہ دیکھ کر بعض مسلمانوں نے مشورہ دیا کہ ان کے حلیف یہودیوں کو مدد کے لئے بلایا جائے مگر آپ ﷺ نے اس سے قطعی انکار دیا۔

## میدان اور محاذ جنگ

آپ ﷺ چلتے چلتے احد کی گھاٹی پر پہنچ گئے اور پہاڑ کو پشت پر کر کے اتر پڑے لوگوں کو تاکید کر دی کہ حکم ملے بغیر لڑائی شروع نہ کریں سینچر کا دن ہوا تو جنگ کیلئے تیاری شروع کی مسلمانوں کی جمعیت بہت کم تھی۔ دشمن تین ہزار تھے جن میں پیادے بھی تھے اور سواروں کے رسالے بھی مگر ادھر کیا تھا؟ ۷۰۰ آدمی تھے جن میں پچاس سوار اور پچاس تیر انداز تھے، تاہم مقابلہ ضروری تھا۔ سب سے پہلے بات یہ کی کہ تیر اندازوں کی جماعت کو عبداللہ بن جبیرؓ، کی زیر قیادت اس درہ پر متعین کر دیا جدھر سے دشمن پس پشت حملہ کر سکتا تھا اور بڑی سختی سے حکم دیا کہ جنگ کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ آپ ﷺ نے اس دن دوزر ہیں پنہیں۔ جھنڈا مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں دیا۔

## نوجوانان اسلام کا اشتیاق

نوجوانوں کو سامنے بلا کر دیکھا اور بہت کم سنوں کو لوٹا دیا جن میں عبداللہ بن عمرؓ، اسامہ بن زیدؓ، زید بن ثابتؓ، اسید بن ظہیرؓ، براء بن عازبؓ، بڑے تھے شرکت کے لئے بہت ضد کرنے لگے تو اجازت دیدی، ان میں سمرہ بن جندبؓ، اور رافع بن خدیجؓ تھے جن کی عمر کل پندرہ سال تھی۔

## قریش کا محاذ جنگ

قریش نے بھی جنگ کے لئے صف آرائی کی، ان کے میمنہ پر خالد بن الولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل تھے۔

رسول اللہ نے اس دن اپنی تلوار ابو دجانہ، بن سماک بن حرشہ کو دیدی جو عرب کے ایک مشہور بہادر تھے اور جنگ کے موقعوں پر اڑتے پھرتے تھے۔ جب طرفین کی صفیں درست ہو گئیں تو جنگ برپا ہوئی۔

## آغاز جنگ

دن کے اول حصہ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا بلکہ دشمنوں کو شکست دیدی، اور بھاگا کر عورتوں کے پاس پہنچا دیا۔

## مسلمانوں کی لغزش

تیر اندازوں نے دیکھا کہ کفار نے میدان چھوڑ دیا اور مسلمان مال غنیمت لوٹ رہے ہیں۔ تو صبر نہ کر سکے اور حکم رسول ﷺ کے خلاف جگہ چھوڑ کر لوٹ میں شریک ہو گئے، ان کے سردار نے لاکھ لاکھ روکا مگر طمع نے ایک نہ سننے دی اور دڑہ تقریباً خالی ہو گیا۔

## حکم عدولی کا نتیجہ

ادھر مشرکین نے دیکھا کہ موقع اچھا ہے چنانچہ ان کے سواروں کا دستہ دڑہ سے نکل کر پیچھے سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ اب ایک قیامت برپا ہو گئی، دوست دشمن میں تمیز اٹھ گئی۔ ۷۰ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا، اکثر مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے، صرف تھوڑے سے ثابت قدم رہے۔

## رسول اللہ ﷺ کفار کے نرغہ میں

کفار بڑھتے بڑھتے رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے، چہرہ مبارک زخمی کیا، داہنی طرف نیچے کا دانت شہید کیا، سر پر خود چور کر دیا اور اتنے پتھر برسائے کہ آپ ﷺ ایک محکم دلائق و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



گڑھے میں گر پڑے۔ حضرت علیؑ، نے بڑھ کے سارے سے اٹھایا اور حضرت طلحہؓ، نے سینہ سے لگایا۔ چہرہ پر زرہ کی دو کڑیاں اس قدر پیوست ہو گئی تھیں کہ حضرت عبیدہؓ، نے دانت سے پکڑ کر کھینچنا چاہیں تو دو دانت ٹوٹ گئے۔ خون بہت جاری تھا۔ (ابو سعید الخدری کے والد) مالک بن سنانؓ نے رخسار پر منہ لگا کے خون چوسا۔ مصعب ابن عمیرؓ، علمبردار آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے تو جھنڈا حضرت علیؑ کو دیا۔ مشرکین کا زور برابر بڑھتا جاتا تھا اور اپنے اس ارادہ کے پورا کرنے پر تلے ہوئے تھے جسے اللہ پورا کرنا نہ چاہتا تھا۔

## حضرت طلحہؓ، کی بہادری

تقریباً دس مسلمان یکے بعد دیگرے رسول اللہؐ کی مدافعت کرتے ہوئے قربان ہو گئے مگر دشمنوں کا زغہ کم نہ ہوا، آخر حضرت طلحہؓ، نے شیروں کی ہیبت و سطوت سے حملہ کیا اور ان کے غول کو پیچھے ہٹا دیا۔ اس وقت عجب حالت تھی، کفار کے تیر بارش بن کر برس رہے تھے، اور یحیٰ بنہؓ، رسول اللہ ﷺ پر سپرینے ہوئے تھے اور اپنی پیٹھ پر تیر لے رہے تھے۔ یہ حالت تھی کہ کفار کی طرف سے نعرہ بلند ہوا کہ ”محمد قتل ہوئے“!! یہ سننا تھا کہ مسلمانوں میں ہلچل پڑ گئی اور اکثر بھاگ نکلے۔

## حضرت انسؓ، کی جوانمردی

انس بن نضر نے مسلمانوں کی ایک جماعت دیکھی جو ہاتھ پیر ڈالے مایوس بیٹھی تھی۔ پوچھا کس سوچ میں ہو؟ بولے ”رسول اللہؐ تو شہید ہو گئے!“ انہوں نے کہا ”پھر رسولؐ کے بعد تم جی کے کیا کرو گے؟ اٹھو اور اسی راہ میں تم بھی جان دے دو جس میں اللہ کے رسولؐ نے اپنی جان دی ہے“ یہ کہہ کر آگے بڑھے تو سعد بن معاذ نظر آئے۔ ان سے کہا ”اے سعد، احد کی طرف سے مجھے جنت کی خوشبو آرہی ہے“ اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ بعد میں دیکھا گیا تو تیر، تلوار اور نیزہ کے ستر زخم جسم پر تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی اس دن سخت زخمی ہوئے تھے، ان کے تقریباً پیس زخم لگے تھے۔

## مسلمانوں کو بشارت

جب ذرا کفار کا ہنگامہ کم ہوا تو رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی طرف تشریف لائے، تمام جسم اور چہرہ زرہ میں چھپا ہوا تھا، صرف آنکھیں چمک رہی تھیں۔ سب سے پہلے کعب بن مالک نے پہچانا اور فرط جوش سے چلا اٹھے: ”مسلمانو بشارت ہو، یہ رسول اللہ ﷺ موجود ہیں!“ آپ نے فوراً اشارہ سے چپ رہنے کو کہا۔ پچھ چائے مسلمانوں کو لیکر اس گھائی کی طرف روانہ ہوئے جس میں پڑاؤ تھا۔ اس وقت حضرت ابو بکر، عمر، علی، حارث بن الصمۃ الانصاری وغیر ہم صحابہ ساتھ تھے جب پہاڑ میں چلے گئے تو ابی بن خلف اپنے اس گھوڑے کو دوڑاتا آیا جسے مکہ میں یہ کہ کر باندھ رکھا تھا کہ ”اسی پر سے محمد کو قتل کروں گا“ لیکن جو نبی قریب پہنچا رسول اللہ ﷺ نے حارث بن الصمۃ کے ہاتھ سے حربہ لیکر وار کیا۔ اس کی گردن زخمی ہو گئی اور وہ افتال و خیزال بھاگا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس زخم سے جانم نہ ہو سکے گا چنانچہ یہی ہو اور راستہ ہی میں موت نے اسے ہمیشہ کے لئے سلا دیا۔

## رسول اللہ کی حالت

رسول اللہ ﷺ اس قدر خستہ تھے کہ ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو چڑھ نہ سکے، آخر طلحہ بیٹھ گئے اور ان پر پاؤں رکھ کر چڑھے۔ یہیں نماز کا وقت آ گیا تو بیٹھ کر باجماعت نماز ادا کی۔

## فریقین کی عورتوں کی جو انمردی

اس دن مشرک اور مسلمان دونوں طرف کی عورتوں نے جو انمردی کے خوب خوب جو ہر دکھائے۔ مشرکوں کا علمبردار قتل ہو گیا تو عمرہ بنت حلقمہ نے بڑھ کر جھنڈا اپنے کاندھے پر اٹھالیا۔ ادھرام عمارہ نے سخت جنگ کی۔ عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن قناتہ پر تلوار سے کئی حملے کئے مگر کافر دوزر ہیں پنپنے تھا اس لئے کچھ اثر نہ ہوا اور انتہائی

قتادت سے الٹا انہیں زخمی کر گیا۔

## ابو سفیان کی پکار

جنگ ختم ہو گئی تو ابو سفیان نے سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کے پکارا ”کیا یہاں محمد ہیں؟“ کسی نے جواب نہ دیا۔ وہ پھر چلایا ”ابن ابی قحافہ (ابو بکر) ہیں؟“ سب خاموش رہے۔ تیسری بار پھر چلایا ”عمر بن الخطاب ہیں؟“ کوئی نہ بولا۔ جب ادھر سے کوئی آواز نہ آئی تو مشرکین سے پکار کر کہنے لگا ”واللہ تم نے ان سب کو ختم کر دیا!“

## حضرت عمر کا جواب

اب حضرت عمر سے نہ رہا گیا اور چلا اٹھے ”او دشمن اللہ ہم سب زندہ ہیں!“ ابو سفیان نے کہا ”اعل ہبل!“ (ہبل کی جے) آنحضرتؐ نے صحابہ سے کہا جواب کیوں نہیں دیتے؟ کہنے لگے ہم کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو ”اللہ اعلیٰ واجل“ (اللہ سب سے اونچا اور بڑا ہے) ابو سفیان نے کہا، لانا العزی ولا عزی لکم،، (ہمارا حامی عزی (مت) ہے تمہارے پاس کوئی عزی نہیں!) آنحضرتؐ نے تلقین کی کہ کہو ”اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم!“ (اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں!) ابو سفیان نے کہا: ”آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ برآمد کی ہے“ حضرت عمر نے کہا ”برآمد کیسے ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں!“

## رسول اللہ ﷺ کے زخم

حجین میں ہے کہ ابی حازم سے رسول اللہؐ کے زخموں کے متعلق دریافت کیا گیا تو کہنے لگے ”واللہ مجھے یہاں تک معلوم ہے کہ زخم کس نے دھوئے تھے، کس نے پانی تریرا تھا اور کون سی دوا استعمال کی گئی تھی۔ حضرت فاطمہ زخم دھوتی تھی اور علی پانی ڈالتے تھے، جب اس پر بھی خون نہ رکا تو حضرت زہرا نے چٹائی کا ٹکڑا جلا کر زخم پر رکھ دیا تب نہیں جا کے خون رکا۔“

## آپ ﷺ کا دانت شہید ہونا اور سر پھٹنا

صحیح بخاری میں ہے کہ دانت شہید ہو اور سر پھٹا تو آپؐ خون ہاتھ سے سونٹتے جاتے اور فرماتے تھے: ”وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبیؐ کا سر پھوڑا اور دانت توڑا حالانکہ وہ انہیں صرف اللہ کی طرف بلا رہا تھا!“ یہ بات بارگاہ الہی میں ناپسند ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی:-

”ليس لك من الامر شيئاً أو يتوب عليهم أو يعذبهم فانهم

ظالمون“ (ال عمران: ۱۲۷)

”تمہیں اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا سزا دے، بیشک وہ ظالم ہیں۔“

## حضرت انس اور خذیفہ کی پامردی

اس قیامت خیز جنگ میں جبکہ مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تھے، انس بن الصخر ثامت قدم رہے تھے، وہ بار بار حملہ کرتے اور کہتے تھے: ”اللہ! ان لوگوں (مسلمانوں) کی طرف سے تجھ سے معذرت چاہتا ہوں اور ان لوگوں (کفار) کی حرکتوں سے اظہارِ برات کرتا ہوں“ حضرت خذیفہ نے دیکھا کہ مسلمان نادانستگی اور بدحواسی میں ان کے باپ کو قتل کئے ڈالتے ہیں، یہ لاکھ لاکھ چلائے ”لوگو، میرے باپ کو پارہ پارہ کر دیا مگر انہوں نے اف تک نہ کی، صرف یہ کہا ”یغفر اللہ لکم“ (اللہ تمہیں معاف کرے) پھر جب رسول اللہ ﷺ نے خون بہا ادا کرنے کا ارادہ کیا تو عرض کرنے لگے: ”میں خون بہا مسلمانوں پر صدقہ کرتا ہوں“ اس واقعہ نے حضرت خذیفہ کو رسول اللہ کی نظروں میں اور بھی زیادہ محبوب کر دیا تھا۔

## سعد بن ربیع کی شہادت

زید بن ثامت سے روایت ہے کہ احد کے دن آنحضرتؐ نے مجھے سعد بن الربیع کی

تلاش میں بھیجا اور کہا ”اُسر مل جائیں تو سلام کے بعد کہنا رسول اللہ نے مزاج پوچھا ہے“ زید کہتے ہیں میں نے ایک ایک کر کے تمام لاشیں دیکھ ڈالیں یہاں تک کہ وہ زخموں میں چور نظر آئے، لبوں پر دم تھا، نیزہ تیر اور تلوار کے کوئی ستر زخم جسم پر تھے۔ میں نے کہا رسول اللہ نے سلام کہا ہے اور مزاج پوچھا ہے۔ سنتے ہی آنکھیں کھول دیں اور بڑی پیتاہلی سے بولے ”رسول اللہ پر سلام! زید، تو رسول اللہ کو کہو کہ سعد جنت کی بوسوگھ رہا ہے، اور میرے قبیلہ سے کہو کہ اگر تمہارے جیتے جی دشمن، رسول اللہ تک پہنچ گئے تو کل اللہ کے ہاں کوئی عذر بھی کام نہیں آئیگا!“ یہ کہا اور روح پرواز کر گئی۔

## ایک انصاری کی نشاری

ایک انصاری خون میں لوٹ پوٹ رہا تھا، دوسرے، انصاری کا ادھر سے گزر ہوا، تو یہ زخمی سے کہنے لگا ”اے شخص کیا تو نے بھی سن لیا کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے؟“ وہ مومن صادق بولا ”اگر محمد ﷺ قتل ہو گئے تو کیا ہوا، تبلیغ حق تو کر گئے، تجھے بھی چاہئے کہ اپنے دین پر سے فدا ہو جا“ اس پر قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی :-

”وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ، افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا، وسيجزى الله الشاكرين“ (ال عمران : ۱۴۴)

”محمد صرف ایک رسول ہی تو ہیں کہ جن سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم لٹے پاؤں لوٹ جاؤ گئے؟ اور جو کوئی لٹے پاؤں لوٹ جائے گا وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا، اللہ عنقریب شکر گزاروں کو بدلہ دے گا“

## شکست کی وجہ و فلاسفی

جنگ احد ایک بڑے معرکہ کی جنگ تھی، مسلمانوں کی شکست بلاوجہ نہ تھی، اللہ کی بڑی بڑی حکمتیں اس میں پوشیدہ تھیں۔ مثلاً مسلمانوں کو (جن کی تاریخ اب شروع ہو رہی تھی) عملاً تباہ دینا مقصود تھا کہ جنگ میں سپہ سالار کی اطاعت، فوج پر فرض ہے اور

تا فرمان کا نتیجہ جہ ملائمت کے اور کچھ بھی نہیں۔ فرمایا۔

ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذا تحسونہم باذنہ حتی اذا فسطم و  
تذاعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما ارکم ما تحبون منکم من  
یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرة تم صرفکم عنہم لیتلیکم،  
و لقد عفا عنکم (ال عمران: ۱۵۲)

”اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جبکہ تم اس کے حکم سے انہیں بھگا رہے تھے، یہاں  
تک کہ جب مردی کی تم نے اور پھوٹ ڈالی اور حسب منشاء نتیجہ دیکھنے کے بعد  
بھی تم نے تا فرمانی کی۔ تم میں بعض دنیا کو چاہتے ہیں اور بعض آخرت کو، پھر پھیر دیا  
تمہیں ان سے تاکہ آزمائش کرے تمہاری، اور البتہ یہ خطا معاف کر دی تمہاری۔“

## نتیجہ شکست

چنانچہ اس شکست کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں مسلمان بہت ہو شمار رہنے اور ان تمام  
باتوں سے چھٹے لگے جو شکست کا موجب ہوتی ہیں۔ پھر چونکہ سنت الہی ہمیشہ سے یہی ہے  
کہ اگرچہ فتح آخر میں حق ہی کو ہوتی ہے لیکن درمیان میں شکست و فتح طرفین کو ہوتی رہتی  
ہے کیونکہ اگر ہمیشہ کامیابی حق ہی کو ہوتی رہے تو پھر مومن و کافر، صادق و کاذب کے  
درمیان تمیز اٹھ جائے، ہر شخص بے سوچے سمجھے اور ایمان لائے زمرہ مومنین میں داخل  
ہو جائے، حالانکہ حکمت الہی یہی ہے کہ اہل حق و اہل باطل میں امتیاز قائم رہے۔

## مسلمان کا مطمح نظر

پھر اللہ تعالیٰ کو یہ بھی بتا دینا تھا کہ رسول کی عمر محدود ہے، وہ ہمیشہ رہنے کو نہیں آیا،  
لیکن حق اٹل ہے کبھی فنا ہونے کا نہیں، مسلمان اگر حق پرست ہیں تو انکی نظر اشخاص کی  
موت و حیات پر نہیں بلکہ حق اور اوائے فرض پر رہنی چاہئے۔ چنانچہ مسلمانوں کو سخت زجر و  
توبخ کی کہ میدان جنگ میں رسول کی شہادت سن کے ایسے بدحواس کیوں ہو گئے کہ گویا حق  
بھی مر گیا ہے اور وہ اللہ ہی نہیں رہا جس نے اپنے رسول کے ذریعہ حق بھیجا تھا۔ فرمایا۔

”وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل، افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم و من ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا، و سيجزى الله الشاكرين“ (ل عمران: ۱۴۴)

”محمد صرف ایک رسول ہی تو ہیں کہ جن سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اٹنے پلٹ لوٹ جاؤ گے؟ اور رجو کوئی اٹنے پلٹ لوٹ جائے گا وہ خدا کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا، اللہ عنقریب شکر گزاروں کو بدلہ دے گا۔“

## اللہ والوں کی سرفروشی

اسکے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے بہت سے انبیاء اور ان کے ساتھ بے شمار اہل حق قتل ہو چکے ہیں مگر اس سے مومنین صادقین نہ تو گھبرائے نہ مایوس ہوئے بلکہ اور زیادہ عزم و ہمت سے راہ مولیٰ میں سرفروشی کرنے لگے۔ فرمایا:-

”و کاین من نبی قاتل معه ربیون کثیر، فما و ہنوا لماً اصابہم فی سبیل اللہ و ما ضعفوا و ما استکانوا و اللہ یحب الصابین، و ما کان قولہم الا ان قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین فاتاہم اللہ ثواب الدنیا و حسن ثواب الاخرة و اللہ یحب المحسنین“ (ل عمران: ۱۸۹، ۱۴۸)

”بہت نبی گزرے کہ جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، اللہ کی راہ میں انہیں جو نقصان پہنچا اس سے نہ ست ہوئے، نہ کمزور پڑے، نہ ہمت ہاریٹھے، اللہ تعالیٰ ثمت قدموں کو پسند کرتا ہے۔ انہوں نے اس حال میں یہی کہا، پرودگار! ہماری خطاؤں کو معاف کر دے، ہمیں ثمت قدم کر اور کافروں پر فتح یاب کر۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر انہیں دنیا و آخرت میں بہترین بدلہ دیا۔ اللہ اچھوں کو پسند کرتا ہے۔“

قرآن میں اس جگہ کے متعلق ساٹھ آیتیں سورہ آل عمران کے آخر میں موجودہ

ہیں اور ”واذ غدوت“ سے شروع ہوتی ہیں۔

## فصل ۳

### غزوة المر یسع کا بیان

#### اسباب جنگ

یہ غزوة ماہ شعبان سن ۵ ہجری میں واقع ہوا، وجہ یہ ہوئی کہ بنی مصطلق کا سردار حارث بن اہل ضرار اپنے قبیلہ اور قرب و جوار کے عربوں کا ایک جم غفیر لے کر رسول اللہ سے جنگ کرنے نکلا۔

#### فیصلہ جنگ

مدینہ خبر پہنچی تو آپ بھی مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ نکلے۔ جب مر یسع نام کے مقام پر پہنچے تو حارث کی فوج خود بخود منتشر ہو گئی، مگر آپ نے حملہ کیا اور قیدی حاصل کئے۔ جن میں خود حارث مذکور کی بیٹی جو یہ بھی تھیں جو ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف سے روپیہ ادا کر کے آزاد کر لیا اور پھر عقد بھی کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے بنی مصطلق کے قیدی جو اب مشرف بالاسلام ہو چکے تھے یہ کہہ کر آزاد کر دیئے کہ: ”رسول اللہ کے سرالی عزیز ہیں۔“



## فصل ۴ واقعہ افک

### حقیقت

غزوة المریمع سے ”افک“ کا مشہور واقعہ بھی تعلق رکھتا ہے جس کی حقیقت صرف اتنی تھی حضرت عائشہؓ اس سفر میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھیں، واپسی میں جبکہ لشکر ایک جگہ پڑاؤ ڈالے تھا وہ استنجا کے لئے میدان گئیں، لوٹیں تو دیکھا کہ گلے کا ہار، جو اپنی بہن سے عاریتاً لائی تھیں، گم ہے۔ فوراً تلاش میں واپس ہوئیں۔ اسی اثنا میں لشکر نے کوچ کر لیا، جو لوگ ان کا کجاوہ اونٹ پر باندھا کرتے تھے انہوں نے جلدی میں کجاوہ اٹھا کے باندھ دیا اور سمجھے کہ وہ اندر ہیں۔ یہ اس وقت کم سنی کی وجہ سے بہت ہلکی پھلکی تھیں اس لئے کجاوہ اٹھاتے ہوئے انہیں کچھ محسوس نہ ہوا۔

صفوان بن المعطل لشکر کے پیچھے پیچھے چلتے تھے کہ گری پڑی چیزیں اٹھالیں، ان کی نظر جب یہاں حضرت عائشہؓ پر پڑی تو ان اللہ کہہ کر سکتے میں آگئے، وہ انہیں پہچانتے تھے کیونکہ پردہ شروع ہونے سے پہلے بار بار دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے کچھ کہا سنا نہیں، ادب سے اونٹ قریب لاکے بٹھا دیا وہ سوار ہو گئیں اور یہ خود مہار تھا مے پیدل روانہ ہوئے یہاں تک کہ لشکر سے آئے۔ لوگوں نے یہ بات دیکھی تو اپنی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق تاویلیں کرنے لگے، ان اہل کو معلوم ہوا تو فوراً تمہت لگادی اور شہرت دینے لگا۔

### لوگوں کی چہ مگوئیاں

مدینہ پہنچے تو ان افترا پردازوں نے ہر طرف شور مچانا شروع کیا۔ آنحضرتؐ اول اول بالکل خاموش رہے پھر صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت علیؓ نے اشارۃ طلاق کی صلاح دی محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیکن حضرت اسامہ وغیرہ نے اسکی مخالفت کی۔ دراصل دونوں کا نقطہ نظر مختلف تھا، حضرت علی اس طرف گئے کہ حالت شبہ کو بہر حال ختم کر دینا مناسب ہے تاکہ رسول اللہؐ کو لوگوں کی چہ گویاں سے چھکارا ملے۔ اسامہ نے معاملہ کا دوسرا رخ دیکھا۔ انہیں معلوم تھا کہ آنحضرتؐ کو حضرت عائشہؓ اور ان کے والد حضرت ابو بکر صدیق سے از حد محبت ہے، اور ان کی جدائی نہایت شاق گزرے گی۔ پھر انہیں کامل یقین تھا کہ ام المومنین (حضرت عائشہؓ) کی عصمت و عفت ہر طرح کے شک شبہ سے بالاتر ہے، رسول کا ساتھ غیر پارہ سایدی سے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ان کی زبان سے وہی نکلا جو اور تمام اکابر صحابہ قصہ اٹک سن کر پکار اٹھے تھے۔

### حضرت عائشہ کی براءت

اس واقعہ کے بعد کامل ایک ماہ تک وحی کا سلسلہ موقوف رہا، مگر جب آئی تو حضرت عائشہ کی براءت کی آیات پڑھیں تو حضرت صدیق مسرت سے اچھل پڑے اور صاحبزادی سے کہنے لگے: ”اٹھو رسول اللہؐ کا شکر یہ ادا کرو۔“ اس موقع پر حضرت عائشہ کی خودداری و جرات قابل ذکر ہے، انہوں نے جواب دیا: ”واللہ میں ان کا ہرگز شکر یہ ادا نہ کروں گی، میں صرف اپنے اللہ کا شکر یہ ادا کروں گی جس نے میری براءت نازل فرمائی“ یہ جواب ان کی پاک باطنی، بلند ہمتی اور ثبات قدمی کی بہترین مثال ہے۔

### تہمت لگانے والوں کو سزا

جب وحی کے ذریعہ سے براءت ثلاث ہو گئی تو آنحضرت ﷺ نے تہمت لگانے والے لوگوں کو ۸۰، ۸۰ درے لگوائے کیونکہ تہمت لگانے کا جرم ثلاث ہو گیا تھا۔

## فصل ۵ غزوہ خندق

### اسباب جنگ

شوال سن ۵ ہجری میں یہ جنگ واقع ہوئی۔ سبب یہ ہوا کہ یہودیوں نے جب احد میں مشرکین کی کامیابی اور مسلمانوں کی شکست دیکھی اور سنا کہ ابو سفیان آئندہ سال پھر حملہ کرنے والا ہے، تو انکی بھی ہمتیں بلند ہو گئیں اور ان کے سردار قریش کے پاس گئے، انہیں حملہ کے لئے اکسایا گیا اور اپنی امداد و اعانت کا یقین دلایا۔ یہودیوں کے وعدوں سے قریش کو اور زیادہ جرأت ہوئی اور وہ ان کی صلاح مشورہ سے جنگ کی تیاریاں کرنے اور قبائل عرب کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرنے لگے۔ تھوڑی ہی مدت میں ایک لشکر جرار فراہم ہو گیا جس میں دس ہزار جانناز مختلف قبائل عرب اور یہودیوں کے شریک تھے۔ سپہ سالاری ابو سفیان کو دی گئی۔ اور اس فوج گھاٹ نے سیلاب بلائیں کر مدینہ کی سمت حرکت شروع کی۔

### مسلمانوں کا محاذ جنگ

آنحضرت ﷺ کو اطلاع پہنچی تو صحابہ سے مشورہ کیا، سلمان فارسی نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کی رائے دی۔ آپ نے یہ رائے پسند کی اور خندق کھدنے لگی جس میں علاوہ صحابہ کرام کے خود رسول اللہ ﷺ بھی شریک تھے۔ اس سے فراغت حاصل کر کے تین ہزار مجاہدوں کی جمیعت لے کر شہر سے نکلے اور خندق پر پڑاؤ ڈال دیا۔

### ایک یہودی قبیلہ کی عہد شکنی

عین اسی وقت معلوم ہوا کہ بنی قریظہ (یہودی قبیلہ) نے معاہدہ توڑ دیا اور قریش

سے مل گئے ہیں۔ آپ نے سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور چند دیگر صحابہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ یہ گئے تو دیکھا کہ حالت بالکل بدلی ہوئی ہے، کل تک کے دوست آج جانی دشمن اور خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ یہودیوں نے صحابہ اور خود رسول اللہ ﷺ کی شان میں سخت گستاخی کے کلمات کہے اور علانیہ دشمنی کا اظہار کیا۔ سعد بن معاذ وغیرہ سب کچھ دیکھ کے واپس آئے اور آنحضرت کو اطلاع دی۔ اور اس کا اثر مسلمانوں پر بہت برا ہوا، بہت سے لوگ بد دل ہو گئے، منافقین کا نفاق کھل گیا، اور بنی حارثہ کے بعض مسلمانوں نے یہ حیلہ تراش کے واپسی کی اجازت چاہی کہ ہمارے گھر بے پناہ پڑے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ نہ تھا، محض لڑائی سے جی چرانے کی بات تھی۔

### محاصرہ مدینہ

اسی دوران میں مشرکین کا لشکر بھی آپہنچا اور چاروں طرف سے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ نے طوالت اختیار کی اور مسلمانوں کی تکلیف بڑھ گئی تو آنحضرت نے ارادہ کیا کہ قبیلہ بنو غطفان کو مدینہ کے نخلستانوں کی ٹمٹ فصل دے کر مشرکوں سے علیحدہ کر دیں تاکہ دشمنوں کا زور ٹوٹ جائے۔ چنانچہ اہدائی گفتگو بھی شروع کر دی تھی، لیکن جب انصار کے سردار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے مخالفت کی۔ وہ کہنے لگے: ”یا رسول اللہ ﷺ“ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے تو ہمارے سر جھکے ہوئے ہیں اور ہم ہر حال میں راضی ہیں۔ لیکن اگر یہ ہماری تکلیف کے خیال سے ہے تو ہمیں منظور نہیں جب ہم مشرک اور یوں کے پجاری تھے اس وقت بھی انہیں کبھی مدینہ کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرات نہیں ہوئی، پھر اب جبکہ اللہ نے ہمیں مشرف باسلام کیا اور آپ ﷺ کے ذریعہ ہماری بشت پناہی کی ہے تو ہم کیسے ان کے سامنے جھک جائیں اور اپنی دولت ان کے حوالہ کر دیں؟ واللہ ہمارے پاس ان کے دیتے کو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں!“ آنحضرت کو یہ گفتگو نہایت پسند آئی اور فرمایا ”یہ محض تمہاری مصلحت کے خیال سے تھا، کیونکہ میں نے دیکھا، تمام عرب تمہارے برخلاف محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جنتھاباندھ کے امنڈا آیا ہے۔“

## اللہ تعالیٰ کی دستگیری

پورے ایک مہینہ تک محاصرہ اپنی پوری شدت سے جاری رہا، آخر اللہ تعالیٰ نے اس نازک گھڑی میں دستگیری کی اور دشمنوں کی شکست کا سامان غیب سے کر دیا۔ ہوا یہ کہ اسی قبیلہ غطفان کے ایک شخص نعیم ابن مسعود کا دل نور اسلام سے جگمگا اٹھا۔ وہ خفیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا ”میں اسلام لاچکا ہوں، حکم دیجئے، تعمیل کے لئے حاضر ہوں“ آپ ﷺ نے فرمایا ”تم ایک فرد واحد ہو اور تمنا کیا کر سکتے ہو، ہاں اگر ممکن ہو تو دشمنوں میں پھوٹ ڈال دو، کیونکہ جنگ حیلہ و تدبیر کا نام ہے۔“

## نعیم کی پالیسی

نعیم فوراً واپس ہوئے، ان کے اسلام کی کسی کو بھی خبر نہ تھی، پہلے بنی قریظہ کے پاس گئے، اس کے ساتھ قدیم سے دوستانہ تعلقات چلے آرہے تھے، کہنے لگے ”دیکھو اب تم محمد ﷺ سے لڑائی مول لے چکے ہو، قریش کا کیا ہے، موقع پائیگے تو فائدہ اٹھائیں گے، ورنہ تمہیں محمد ﷺ کے انتقام کے حوالہ کر کے اپنے ملک چل دیں گے“ وہ کہنے لگے ”پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟“ بولے ”اس وقت تک قریش کی طرف سے لڑائی نہ کرو جب تک بطور ضمانت کے وہ اپنے کچھ آدمی تمہارے پاس نہ بھیج دیں“ فریب خوردہ یہودی کہنے لگے ”واقعی اچھی صلاح ہے!“ ادھر قریش کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ”تم میرے مخصوص اور دوستی پر اعتماد کرتے ہو!“ کہنے لگے ”ہاں بلاشک“ نعیم نے کہا ”تو سنو، مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہودی محمد سے عہد شکنی کر کے اب پچھتا رہے ہیں، انہوں نے پیام و سلام شروع کر دیا ہے اور باہم یہ بات قرار پاگئی ہے کہ یہودی تمہارے چند سردار ضمانت کے بہانہ مانگ کر محمد ﷺ کے حوالہ کر دیں، اور پھر ان کے شریک ہو کر تم سے جنگ کریں، لہذا میری دوستانہ صلاح ہے کہ اگر ضمانت طلب کریں تو ہرگز نہ دینا“ اس کے

بعد اپنے قبیلہ میں پہنچے اور بعینہ یہی گفتگو وہاں بھی کی۔

## دشمنوں کے لشکر میں پھوٹ

اب دشمنان اسلام کے دلوں میں پھوٹ پڑ چکی تھی اور ہر ایک دوسرے کو آزمانا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک دن قریش نے یہودیوں سے کہلا بھیجا ”ہم یہاں پر دلیس میں پڑے ہیں اور بہت کچھ مال و متاع ضائع کر چکے ہیں، لہذا تیار ہو جاؤ سب مل کر محمد ﷺ پر حملہ کر دیں“ یہودیوں نے سنا تو نعیم کی بات یاد آگئی، کہلا بھیجا: ”آج سبت (سنچر) کا دن ہے اور تم جانتے ہو کہ ہم سبت (سنچر) میں کچھ نہیں کرتے، علاوہ ازیں جب تک ہمیں ضمانت نہ دوگے ہم تمہاری طرف سے نہیں لڑیں گے“ قریش نے یہ جواب سنا تو آپس میں کہنے لگے ”واللہ نعیم نے ٹھیک کہا تھا“ اور یہودیوں سے کہلا بھیجا ”واللہ تمہارے پاس اپنا ایک آدمی بھی نہ بھیجیں گے یہاں تک کہ ہمارے ساتھ مل کر محمد سے لڑو“ اس جواب سے قریش کو نعیم کے قول کی اور زیادہ تصدیق ہو گئی اور اس طرح دشمنوں کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔

## تاسید غیبی اور فتح

دوسری طرف یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آندھی کا ایک ہولناک طوفان بھیج دیا جس نے کفار کو سخت بدحواس کر ڈالا اور وہ بڑی ابتری کے ساتھ فرار ہو گئے۔ اس طرح بلا کسی بڑے کشت و خون کے دشمنان اسلام رسوا و خوار ہو کر شکست یاب ہوئے اور مسلمانوں کا دبدبہ ہر طرف قائم ہو گیا۔

## یہود کو عہد شکنی کی سزا

کفار کی ناکام واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ بھی شہر میں واپس آئے اور ہتھیار کھولنے لگے، عین اسی وقت حکم الہی پہنچا کہ بنی قریظہ کو ان کی عہد شکنی کی سزا دو۔ چنانچہ فوراً منادی کرادی کہ ہر فرمانبردار مسلمان نماز عصر سے پہلے بنی قریظہ کی سر زمین میں

پہنچ جائے، اور خود بھی فوراً روانہ ہو گئے۔ یہودیوں نے بھی مقابلہ کیا، لیکن بالآخر مقهور و مغلوب ہوئے، جن کی قسمت میں قتل ہونا تھا، قتل ہوئے، باقی قید کی ذلت میں پڑے، حتیٰ کہ کوئی نام لینے والا نہ رہا۔ سورۃ احزاب میں دونوں لڑائیوں کا حال مذکور ہے۔

## فصل ۶

### غزوہ حدیبیہ

#### تفصیل حالات

یہ غزوہ ذی القعدہ سن ۶ ہجری میں واقع ہوا، تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ چودہ سو مسلمانوں کو ہمراہ لیکر عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔ ایک جاسوس پہلے سے بھیج دیا تھا کہ قریش کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتا رہے۔ مقام صفحان میں پہنچے تو مخبر نے خبر دی کہ قریش نے اپنی تیاریاں مکمل کر لی ہیں، آپ سے لڑیں گے اور کعبہ کے قریب جانے نہ دیں گے۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت صدیق کی رائے یہ تھی کہ اپنی طرف سے کوئی چھیڑنے کی جائے لیکن اگر کوئی راستہ روکے تو پھر جنگ کی جائے۔ آنحضرت نے بھی یہ رائے پسند کی اور آگے بڑھے۔

راستہ میں معلوم ہوا کہ قریش نے خالد بن الولید کو طلوعہ بنا کر بھیجا ہے، لیکن مسلمان راستہ سے کٹ کر پرے پرے نکلے چلے گئے یہاں تک کہ جب مقام غنیم میں پہنچے تو خالد نے اچانک گھوڑوں کی گرد دیکھی، جھٹ گھوڑا ڈالے مکہ پہنچے اور قریش کو خبر دی جس سے انہیں سخت تشویش ہوئی، لیکن قبل اس کے کہ ادھر سے کوئی کارروائی عمل میں آئی آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان کو مقام حدیبیہ سے یہ پیغام دیکر مکہ بھیجا کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے صرف عمرہ مقصود ہے، لہذا ہمیں نہ روکو۔

## قریش کی بے اعتنائی اور مسلمانوں کا اضطراب

قریش نے یہ پیغام بے پروائی سے سنا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سے کہنے لگے: جو کچھ تم نے کہا ہم نے سن لیا، بس اب رہنے دو“ ادھر بعض مسلمانوں کو بڑا قلق تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، تو مکہ میں داخل ہو گئے اور انہوں نے ضرور طواف کیا ہوگا، لیکن آنحضرت ﷺ نے سنا تو یہی فرمایا ”میرے خیال میں تو عثمان رضی اللہ عنہ، نے ہر گز طواف نہ کیا ہوگا، ہم محصور ہیں وہ بھلا طواف کریں گے؟“ اور واقعہ بھی یہی تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے آکر خود ہی بیان کیا کہ قریش نے بہت اصرار کیا کہ طواف کر لو، مگر میں نے منظور نہ کیا۔

## صلح میں جنگ

صلح کی بات چیت شروع ہوئی تو بڑھتے بڑھتے جھگڑے کی صورت پیدا ہو گئی، فریقین نے ایک دوسرے پر پتھر اور تیر برسائے۔ اسی دوران میں آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ حضرت عثمان شہید کر ڈالے گئے، اس سے مسلمانوں میں سخت غم و غصہ پیدا ہو گیا، اور سب نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ لڑیں گے اور کسی حال میں بھی نہ بھاگیں گے۔

## شرائط صلح

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، جلد ہی مکہ سے صحیح سالم واپس آ گئے جس سے جوش ٹھنڈا ہوا اور صلح کی گفتگو از سر نو شروع ہوئی۔ شرطیں طے ہو چکیں تو آپ ﷺ نے کاتب کو بلا کر فرمایا: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سل بن عمرو، قریش کا نمائندہ تھا، ”رحمن کے لفظ پر فوراً معترض ہوا: کہنے لگا ہم نہیں جانتے رحمن کون ہے؟“ ”باسمک اللہم“ لکھا جائے جو ہمارا دستور ہے ”اس پر مسلمان جھگڑ گئے اور ضد کرنے لگے کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہی لکھا جائیگا۔ مگر آپ ﷺ کے پیش نظر تو صلح تھی،



## مسلمانوں کی برہمی

اس آخری شرط نے۔ مسلمانوں کو نہایت برہم کر دیا اور وہ آنحضرتؐ سے کہنے لگے :  
 ”یا رسول اللہ کیا یہ شرط بھی ہم منظور کر لینگے“ آپ ﷺ نے جواب دیا ”ہمارا جو آدمی ان  
 کے پاس چلا جائیگا اللہ تعالیٰ کی اس پر پھٹکار ہوگی، اور ان کا جو آدمی ہمارے پاس آجائیگا اور  
 ہم حوالہ کر دیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دیگا۔“

## تکمیل معاہدہ کے بعد حکم نبویؐ

معاہدہ مکمل ہو گیا تو آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اٹھو۔ قربانی کرو اور  
 سر منڈواؤ آپ نے مکر رہ مکر رہ یہ حکم دیا، مگر مسلمان اس قدر برہم تھے کہ ایک دو کے سو  
 کسی نے بھی تعمیل نہ کی۔ آپ ﷺ کو اس سے نہایت صدمہ ہوا اور افسردگی کے ساتھ  
 اندر چلے گئے م المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، نے یہ حالت دیکھی تو وجہ  
 دریافت کی آپ ﷺ نے بیان کیا کہ مسلمانوں نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی، وہ عرض  
 کرنے لگے اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ تعمیل کریں تو کسی سے کچھ نہ کہیے خاموشی سے  
 اٹھیے قربانی کیجئے اور حلاق کو بلا کر سر منڈوا دیجئے سب فوراً پیروی کریں گے۔ آپ ﷺ  
 نے اس دانشمندانہ مشورہ پر عمل کیا، لوگوں نے دیکھا تو مستعدی سے قربانیاں کرنے اور  
 ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

## مہاجر عورتوں کے متعلق حکم

یہیں مومن عورتیں حاضر ہوئیں اور قرآن میں انکے متعلق نازل ہوا:

يا ايها الذين آمنوا اذا جاءكم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن،  
 الله اعلم بايمانهن، فان علمتموهن مومنات فلا ترجعوهن الي  
 الكفار لانهن حل لهنم ولا هم يحلون لهن الخ (المتحنة: ۱۵)

اے ایمان والو، جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں، ان کا  
 امتحان کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے ایمان کا حال خوب معلوم ہے، اگر تم انہیں ایمان

فرمانے لگے کچھ مضائقہ نہیں "باسمک اللہم" نبی لکھ دو۔ پھر آگے کی عبارت بتانی :  
 "هذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ" (اس پر محمد رسول اللہ نے سمجھو یہ کیا  
 ہے) سہل نے فوراً اعتراض کیا: "اگر ہم یہی جانتے کہ آپ ﷺ رسول ہیں تو پھر جھٹلا  
 نبی کیوں کرتے" لہذا محمد ﷺ بن عبد اللہ لکھئے "اس پر مسلمان اور بھی زیادہ براہم ہوئے  
 مگر آپ ﷺ نے فرمایا "گو تم جھٹلاؤ مگر میں رسول اللہ ہی ہوں، اچھا محمد ﷺ بن عبد اللہ  
 لکھ دو" پھر لکھانا چاہا "براہم یہ طے ہوا کہ قریش ہمارا راستہ چھوڑ دیں تاکہ ہم خانہ کعبہ  
 کا طواف کر سکیں" سہل نے اس پر بھی اعتراض کیا: واللہ ایسا نہیں ہو سکتا سارا  
 عرب کہیں ہم دباؤ سے ڈر گئے، البتہ آئندہ سال تم آسکتے ہو۔" پھر حسب ذیل  
 شرطوں پر عہدہ نامہ لکھا گیا:

(۱) دس سال تک جنگ و جدل موقوف رہے اور کوئی کسی کو نہ ستائے۔

(۲) مسلمان اس سال واپس جائیں، آئندہ سال آسکتے ہیں مگر اس طرح کہ نیزے

اور تیر نہ لائیں، صرف تلواروں کی اجازت ہے اور وہ بھی نیاموں کے اندر بند ہوں۔

(۳) مکہ میں صرف تین دن قیام رہیگا، اس کے بعد فوراً واپسی ہوگی۔

(۴) اس دس سال کی مدت میں جو آدمی مسلمانوں کے پاس چلا جایگا وہ اسے واپس

کردیں گے۔

(۱) حدیبیہ کا صلح نامہ مسلمانان ہند کے لئے ایک بہترین رہنمائی ہے، ہمیں ہندوستان آزاد کرانا ہے،  
 ہندوستان کی آزادی سے ہمارے بھترین قومی و اسلامی فوائد وابستہ ہیں، بلکہ اسلام اور دنیائے اسلام کی  
 سیاسی نجات اسی پر موقوف ہے، ہم ہندوستان کو آزاد نہیں کر سکتے جب تک لہنائے وطن سے کامل صلح نہ  
 کر لیں، جس طرح بھی ممکن ہو ہمیں یہ صلح حاصل کرنی ہے، شرطوں کی سختی نرمی کا زیادہ خیال نہ کرنا  
 چاہئے۔ ہشمار، اجتماعی، جغرافیائی اور مذہبی اسباب ایسے موجود ہیں جو ہماری اس صلح کو صلح حدیبیہ کی طرح  
 "فتح مبین" کا پیش خیمہ بنا دیں گے۔ کاش مسلمانوں کو عقل آئے اور اسلام کے نادان دوست ٹٹنے کی بجائے  
 دانادوست بن جائیں۔ ہم اپنی جماعت سے اس وقت صرف ہندوستان ہی کو برباد نہیں کر رہے ہیں بلکہ  
 اسلام کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ (مترجم)

دار سمجھو، تو پھر انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ۔ نہ ایمان دار عورتیں کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ کافران کے لئے حلال ہیں۔  
اس موقع پر قبیلہ خزاعہ آنحضرت ﷺ کی حمایت میں داخل ہوا اور قبیلہ بحر قریش کی حمایت میں۔ صلح حدیبیہ کا ذکر سورہ فتح میں موجود ہے۔

## فضل ۷

### غزوہ خیبر

#### اللہ کے وعدے کی تصدیق

حدیبیہ سے واپسی کے دس دن بعد جنگ خیبر واقع ہوئی جس میں کامل فتح اور مال غنیمت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ ہی میں کر لیا تھا۔ سورہ فتح میں ہے:

وعدکم اللہ مغانم کثیرة تاخذونها فبعجل لکم هذه وکف ایدی الناس عنکم۔ (الفتح: ۲۰)

اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت سے ایسی غنیمتوں کا وعدہ دیا ہے جو تم حاصل کرو گے، اس لئے اللہ تعالیٰ جلد وہ غنیمتیں تم کو ملا دے اور دوسرے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دے (بغیر لڑائی کے حاصل ہوں۔

#### یہودیوں کے ساتھ معاہدہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کی روایت ہے کہ لڑتے لڑتے بلا آخر یہودی پست ہو گئے اور اس بات پر صلح کرنی پڑی کہ جلا وطن ہو جائیں اور ہتھیاروں کے علاوہ جتنا مال و متاع اپنی بار برداریوں پر لے جاسکتے ہیں لے جائیں۔ لیکن جب جلا وطنی کا وقت آیا تو عرض کرنے لگے: ”آپ ﷺ ہمیں رہنے دیں، ہم اس زمین سے خوب واقف ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اس کی اصلاح درستی اور حفاظت کرتے رہیں“ خود آنحضرت ﷺ اور

صحابہ رضی اللہ عنہم، کے پاس اس وقت کھیتی باڑی کے لئے آدمی نہ تھے آپ نے یہودیوں کی درخواست منظور کر لی اور جلا وطنی عارضی طور پر ملتوی کر کے آدمی مٹائی پر انہیں زمینیں دی دیں۔ معاہدہ میں کوئی میعاد مقرر نہ تھی بلکہ آنحضرت ﷺ کی خوشی پر موقوف تھا جب تک چاہیں رکھیں۔

## حضرت صفیہؓ کا اسلام

اسی غزوہ میں صفیہ بنت حبیب بن اخطب قید ہو کر آئیں اور اسلام لے آئیں، آپ ﷺ نے انہیں اپنے لیے منتخب کر لیا اور آزاد کر کے زوجیت میں لئے آئے، نقد مراداً نہیں کیا بلکہ آزادی کو مر قرار دے دیا۔

## ایک یہودن کا آنحضرتؐ کو زہر کھلانا

اسی جنگ میں ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث (زوجہ سلام بن مشکم) نے زہر ملا کر بھنی ہوئی بھری تھنہ پیش کی جسے آپ ﷺ نے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے تناول کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ کھانے والوں میں جب بشر بن البراء کا انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ نے عورت کے قتل کا حکم دے دیا۔ خود آپ ﷺ اگرچہ تین سال اور زندہ رہے لیکن وفات زہر ہی کے اثر سے ہوئی جیسا کہ مرض الموت میں فرمایا: ”خبر میں جو لقمہ کھایا تھا اس سے ہمیشہ تکلیف ہوتی رہی، لیکن آج دماغ کی رگ ٹوٹ رہی ہے۔“

## تمام یہودی قبیلوں کا مطیع ہونا

خیبر سے فراغت حاصل کر کے وادی قری کی طرف متوجہ ہوئے جہاں یہودیوں کا ایک قبیلہ رہتا تھا، اس مقام کو بھی بزور شمشیر فتح کر لیا اور باشندوں کے ساتھ اہل خیبر کا سا سلوک کیا۔ یہی حشر اہل فدک کا بھی ہوا۔ تیما کے یہودیوں کو یہ حالات معلوم ہوئے تو خائف ہو گئے اور صلح کی درخواست بھیجی جو منظور ہوئی اور اہل خیبر کی شرطوں پر ان سے

بھی معاملہ کر لیا۔ یہ تمام یہودی قبیلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک رہے، جنہوں نے خیبر اور فدک کے یہودیوں کو تو جلا وطن کر دیا مگر تیما اور وادی قری و الوں کو رہنے دیا کیونکہ یہ دونوں علاقے حدود شام میں داخل تھے اور خیبر و فدک سر زمین مقدس حجاز میں کہ جس کا غیر مسلموں پاک کرنا ضروری تھا۔

## فصل ۸

### عزہ فتح مکہ کا بیان

#### اسباب جنگ

۱۰ رمضان سنہ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ واقعہ یوں ہے کہ قریش کے حلیف بنی بجر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ خزاعہ پر بلا سبب حملہ کر دیا۔ قریش نے اپنے اتحادیوں کی ہتھیاروں سے مدد کی اور خود بھی چھپ کر رات کو ان کی طرف سے لڑے اور اس طرح حدیبیہ کا معاہدہ صلح توڑ دیا۔ بنی خزاعہ کا ایک شیخ بدیل بن ورقاء فریاد لے کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تیاری شروع کر دی اور جلد سے جلد اس طرح روانہ ہو گئے کہ قریش کو خبر تک نہ ہو اور اچانک گھیر لیے جائیں

#### حاطب بن ابی بلتعہ کی لغزش

اس موقع پر ایک بدری صحابی حاطب بن ابی بلتعہ سے سخت لغزش ہوئی۔ جب سب لوگ تیاریوں میں مصروف تھے انہوں نے یہ کیا کہ ایک عورت کے ہاتھ قریش کو خط بھیجا جس میں من و عن سب باتیں بیان کر دیں اور صاف لکھ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم پر یلغار کیلئے آرہے ہیں۔ مگر مشیت ایزدی یہی ہے کہ قریش بے خبری ہی میں اپنے کئے کی سزا بھگتیں، چنانچہ یہ عورت مسلمان مخبروں کے ہاتھ گرفتار ہو گئی اور حاطب کا راز قاش ہو گیا۔

## غزیش کی وجہ

آنحضرت ﷺ نے حاطبؓ کو بلا کر سبب دریافت کیا، مومن صادق تھے، سچائی سے کہنے لگے: ”یا رسول اللہ میرے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میں اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر صدق دل سے ایمان لایا ہوں، نہ مرتد ہوا ہوں نہ کفر کو اسلام پر ترجیح دی ہے۔ اصل یہ ہے کہ میں خود تو قریشی ہوں نہیں، یونسی قبیلہ قریش کے ساتھ رہنے لگا ہوں، میرے اہل و عیال سب کے سب ان کے رحم پر ہیں، قریش میں میری کوئی ایسی رشتہ داری بھی نہیں جو ان کی حفاظت کی ضامن ہو، برخلاف آپ ﷺ کے اور اصحابؓ کے جن کے قرابت دار وہاں موجود ہیں اور ان کے اہل و عیال کی حفاظت و حمایت کرتے ہیں، یہی سوچ کر میں نے چاہا کہ اگر رشتہ داری نہیں تو کم سے کم قریش پر ایک ایسا احسان کر دوں جس کے صلہ میں وہ میرے خاندان کا کچھ خیال کریں“

آنحضرت ﷺ نے یہ جواب قبول کر لیا اور حاطب کی خطا معاف کر دی۔

## مجاہدین اسلام کا لشکر جرار

جب ہر تیریاں ہر طرح مکمل ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ دس ہزار مجاہدین کا لشکر لیکر مکہ کی طرف رونہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ، جو مع اہل و عیال ہجرت کئے چلے آ رہے تھے طے اور لشکر میں شامل ہو گئے۔ جب فوج اسلام مرا العظمیٰ ان نامی مقام پر پہنچی تو آپ ﷺ نے رات کو آگ جلانے کا حکم دیا اور ایک وقت دس ہزار آدمیوں نے آگ جلادی جس سے قرب و جوار کے تمام علاقے روشن ہو گئے۔ قریش کو اب تک کچھ خبر نہ تھی، انہیں ڈر تو تھا مگر یہ وہم و گمان بھی نہ گزر تھا کہ اس تیزی سے سر پر آپنہیں گئے!

## حضرت عباسؓ کی خواہش

حضرت عباسؓ کو تشویش تھی اور وہ چاہتے تھے کہ قریش کو اطلاع کرادیں تاکہ امان

حاصل کر لیں اور مکہ خونریزی سے بچ جائے۔ چنانچہ اسی ارادہ سے رسول اللہ ﷺ کے خاص خنجر پر سوار ہو کر نکلے اور ادھر ادھر کسی مکہ جانے والے کی تلاش کرنے لگے۔

## حضرت عباسؓ کا بیان

حضرت عباسؓ خود روایت کرتے ہیں کہ: ”میں اس جستجو میں پھر رہا تھا کہ اندھیرے میں ابو سفیان کی آواز سنائی دی جو بدیل بن ورقاء سے باتیں کر رہا تھا۔ ابو سفیان نے تعجب سے کہا ”بدیل، واللہ میں نے آج تک اتنی آگ لور ایسا بڑا پڑو کبھی نہیں دیکھا“ بدیل (جو در پردہ مسلمانوں سے ملے ہوئے تھے) نے کہا ”یہ قبیلہ خزاعہ کی آگ لور انہیں کا پڑو ہے“ ابو سفیان نے تردید کی ”نہیں اتنی بڑی آگ لور ایسا بڑا پڑو کسی طرح بھی خزاعہ کا نہیں ہو سکتا، خزاعہ کی تعداد بھلا اتنی کہاں؟“ حضرت عباسؓ کہتے ہیں میں نے آواز پہچان کے پکارا: ”ابو حظلہ!“ (ابو سفیان کی دوسری کنیت ہے) اس نے بھی میری آواز پہچان لی اور بڑے اضطراب سے پوچھنے لگا ”یہ کیا معاملہ ہے؟“ میں نے کہا ”یہ رسول اللہؐ ہیں اور ان کا لشکر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے، واللہ اگر تمہیں پاجائیگے، بے گردن مارے نہ چھوڑیں گے!“ وہ بولا ”پھر اب کیا تدبیر ہے؟“ میں نے کہا ”خاموشی سے میرے پیچھے خنجر پر آجاؤ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چل کے تمہارے لئے امان حاصل کئے لیتا ہوں“ ابو سفیان نے اسے منظور کیا اور خدمت نبوی ﷺ میں پہنچنے ہی اسلام قبول کر لیا۔

## ابو سفیان رضی اللہ عنہ، کا امتیاز

حضرت عباس رضی اللہ عنہ، نے آنحضرت ﷺ سے یہ بھی عرض کیا کہ ابو سفیان ایک فخار آدمی ہے، اسے کوئی امتیاز عطا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو کوئی ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے گا اس کے لئے امان ہے اور جو کوئی مسجد حرام میں چلا جائیگا اس کے لئے امان ہے“

## ابو سفیان اور اہلیان مکہ

مشرف باسلام ہو کر ابو سفیان رضی اللہ عنہ، مکہ گئے اور قریش کو باواز بلند پکارا "یہ دیکھو! محمد ﷺ لشکر جرار لئے آئے، تم ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے، جو کوئی ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائیگا اس کے لئے امان ہے اور جو کوئی مسجد حرام میں داخل ہو جائیگا اس کے لئے امان ہے!" پہلے تو قریش سخت متحیر و مضطرب ہوئے پھر ابو سفیان! رضی اللہ عنہ، پر ناراض ہو کر کہنے لگے: "اللہ تعالیٰ تجھے غارت کرے، تیرا گھر کتنے آدمیوں کو پناہ دیگا!" پھر سب کے سب مسجد اور اپنے اپنے گھروں میں جا چھے۔

## مجاہدین اسلام کا مکہ میں داخلہ

ادھر رسول اللہ ﷺ مجاہدین کے ساتھ بالائی مکہ سے شہر میں داخل ہوئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ، کو اس فرمان کے ساتھ نشیبی مکہ سے بھیجا کہ اگر کوئی قرشی تعرض کرے تو بے تکلف قتل کر کے صفا پر میرے پاس پہنچ جانا۔

حماس بن قیس رسول اللہ ﷺ کے داخلہ سے پہلے ہتھیار مہیا کر رہا تھا، اس کی بیوی نے پوچھا یہ تیاریاں کس کے لئے ہیں؟ کہنے لگا "محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے لئے" وہ کہنے لگی۔ "واللہ تمہارے یہ ہتھیار محمد ﷺ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے!" اس پر وہ فخر سے بولا "اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان میں سے ایک دو کو پکڑ کے تیری غلامی میں رکھوں گا" پھر یہ شعر پڑھا:

ان یقبلو الیوم فمالی علة هذا سلاح کامل و آلة  
(ترجمہ اگر آج وہ آجائیں تو میرے لئے کوئی مجبوری نہیں ہے، یہ پورے ہتھیار  
اور مکمل سازو سامان موجود ہے)

اس کے بعد ہی خالد رضی اللہ عنہ، کی آمد آمد سنی اور مزاحمت کرنے کے لئے یہ بھی نکلا، معمولی چھیڑ چھاڑ ہوئی جس میں دو مسلمان اور بارہ مشرک قتل ہوئے، پھر کفا



کے قدم اکٹھے اور بھگوڑوں کے ساتھ حماس بھی بھاگا، بانپا کا پتا کھر پہنچا اور بیوی سے کہنے لگا جلد دروازہ بند کر کے مجھے چھاؤ! وہ کہنے لگی ”اور وہ تمہارا فخر کیا ہوا؟!“

## طواف کعبہ اور بت شکنی

رسول اللہ ﷺ نے داخلہ کے بعد کعبہ کا رخ کیا، مہاجرین و انصار، آگے پیچھے، دائیں بائیں چل رہے تھے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ حضور ﷺ ناقہ پر سوار حجر اسود کی طرف بڑھے منہ سے چھو اور سواری پر سے ہی طواف شروع کیا۔ کعبہ کے اوپر اور اس کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں کمان تھی جس سے اس ایک ایک کو مار کے زمیں پر گرتے اور فرماتے جاتے تھے:

”جاء الحق وزهق الباطل، ان الباطل كان زهوقاً“ (بنی

اسرائیل: ۸۱)

حق آگیا اور باطل جھوٹ نکل بھگا، باطل ہی ہمیشہ شکست اٹھانے والا ہے۔

اور

”جاء الحق وما يبدى الباطل و ما يعيد!“

حق آگیا اور باطل بے بس ہو گیا۔

عجب منظر تھا، عرب کے یہ بت یکے بعد دیگرے منہ کے بل زمین پر گر رہے تھے، ان کے پرستار دیکھتے تھے مگر دم مارنے کا یارانہ تھا! اس دن اسلام کے اللہ رب السموات والارض کا بول بالا ہوا اور اس کا گھر ہمیشہ کے لئے معبودان باطل سے پاک ہو کر توحید کا مرکز بن گیا!

طواف کے بعد عثمان بن طلحہ کو بلایا جس کے پاس خانہ کعبہ کی کنجی رہتی تھی، کنجی طلب کی اور اس پر سے تصویریں مٹادیں ان میں علاوہ اوروں کے حضرات ابراہیم و اسماعیل کی تصویر بھی تھی۔

## دخول کعبہ اور قریش سے خطاب

پھر نماز پڑھی، کعبہ کے اندر داخل ہوئے، تکبیر کہی اور لوٹ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تو دیکھا قریش کی بھیڑ صفیں باندھے کھڑی ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے حسب ذیل کلمات کہے :

”ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کر لیا اپنے بندہ کو فتح یاب کیا اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ ڈالا۔ ہاں ہر طرح کا فخر، ہر طرح کی حق تلفی اور ہر قسم کے خون سب میرے ان قدموں کے نیچے ہیں“ صرف کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانا اس سے منشی ہے۔ اے قریش، اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا اور باپ دلاوا پر گھمنڈ دور کر دیا، تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے (پھر آیت پڑھی):

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ، اَنَا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثٰى وَّجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبٰاِئِلَ لَعٰرَفُوْا اِنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں نر مادہ سے پیدا کیا اور تو میں اور قبیلے بنا دیا تاکہ باہم جانو پہچانو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پر ہیزگار ہے۔ بیشک اللہ علیم وخبیر ہے۔

پھر فرمایا ”قریش! تمہارے خیال میں تم سے میں کیا سلوک کرونگا؟“ سب پکار اٹھے ”اچھا سلوک، آپ ﷺ شریف بردار اور شریف برادر زادے ہیں یعنی: ”لا تعزيب عليكم اليوم“ (يوسف: ۹۲) (آج تم پر کچھ بھی الزام و ملامت نہیں) جاؤ تم سب آزاد ہو!“

## تولیت کعبہ

اس کے بعد صحن مسجد میں جلوہ افروز ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ہاتھ میر (۱) یعنی جاہلیت کے زندہ کی یہ تمہا تمیں جن سے جھگڑا پیدا ہوتا تھا سب موقوف اور جو ہو چکیں سب معاف ہیں۔

خانہ کعبہ کی کنجی لیکر کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے: ”یا رسول اللہ، حاجیوں کے پانی پلانے کی خدمت کے ساتھ کعبہ کی تولیت کا شرف ہمیں بخش دیجئے“ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا اور عثمان بن طلحہ کو پکارا، وہ آئے تو ان کی طرف کنجی بڑھاتے ہوئے فرمایا ”لو یہ کنجی لو، آج نیکی اور ایفاء عمدہ کا دن ہے“

## نماز شکر

پھر ام ہانی بنت ابی طالب (اپنی چچیری بہن) کے گھر تشریف لے گئے، غسل کیا اور وہیں آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ وقت ضحیٰ کا تھا، اسی لئے بعض لوگوں نے غلطی سے خیال کر لیا ہے کہ صلاۃ ضحیٰ تھی، حالانکہ نماز شکر تھی جو اس فتح مبین کے شکرانہ میں ادا کی گئی تھی۔ اس کی دلیل خود ام ہانی کی حدیث میں موجود ہے کہ ”اس دن سے پہلے اور پیچھے کبھی میں نے آپ ﷺ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا“ علاوہ ازیں امراء اسلام اور خلفاء ہمیشہ فتوحات کے موقعوں پر اسی طرح نماز شکر ادا کیا کرتے تھے۔

## فصل ۹

### غزوہ حنین

## وجہ جنگ

اس عظیم الشان جنگ کا باعث یہ ہوا کہ جب قبیلہ ہوازن کو رسول اللہ ﷺ کی آمد اور فتح مکہ کی خبر پہنچی تو جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آں حضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو عبد اللہ الاسلمی کو جاسوسی کے لئے بھیجا، انہوں نے آکر تمام حالات بیان کئے اور آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ اگر پوشہ می کر کے دشمن کو روکا نہ جائیگا تو وہ خود مکہ پر آکے حملہ کر دیگا۔ چنانچہ اس فیصلہ کن جنگ کے لئے خود بھی تیاری کی۔

## جنگ کی تیاری

صفوان بن امیہ مکہ کا ایک بڑا رئیس تھا اور اپنے پاس بہت ہتھیار رکھتا تھا آپ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا ”اپنے ہتھیار ہمیں دیدو کہ دشمن سے مقابلہ کریں“ اس نے کہا ”محمد ﷺ! کیا میرے ہتھیار غضب کرنا چاہتے ہو؟“ نہیں بلکہ عاریتہ چاہتا ہوں“ چنانچہ اس نے سوزرہیں اور اتنے ہی ہتھیار دیدئے۔

## جرار لشکر کی یلغار

آنحضرت ﷺ نے کوچ شروع کیا، دس ہزار مہاجرین و انصار جو فتح مکہ میں ساتھ تھے اور زہرا مکہ کے باشندے ہمراہ چلے عتاب بن اسید کو مکہ کی امارت سپرد کی اور بڑے جاہ جلال کے ساتھ یہ لشکر گراں یلغاریں مارتا روانہ ہوا۔

## بیخبری میں دشمن کا حملہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، کی روایت ہے کہ: ہم وادی حنین کے سامنے پہنچے تو ایک ڈھلوان وادی کو تیزی سے طے کرنے لگے، رات ختم ہو چکی تھی مگر تاریکی ہنوز پھیلی ہوئی تھی، دشمن ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا اور جھاڑیوں، موڑوں اور پرہیز راستوں میں جا جا ہماری تاک میں چھپا پینا تھا۔ ہم بالکل بیخبر چلے جا رہے تھے کہ اچانک خطرہ ظاہر ہوا اور ہم ہر طرف سے بری طرح گھر گئے، دشمن نے بڑی سختی سے حملہ کیا اور مطلقاً مہلت نہ لینے دی۔

## مسلمانوں کی بدحواسی اور شکست

اس ناگہانی مصیبت نے مسلمانوں کو بدحواس کر دیا اور وہ بڑی ابتری سے بھاگنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف ہٹ کے کھڑے ہو گئے اور پکارنے لگے: ”لوگو! کہاں؟ کہاں؟ ادھر آؤ، میں رسول اللہ ہوں! محمد ﷺ بن عبد اللہ ہوں!“ لیکن لوگ بڑی بدحواسی سے بھاگ رہے تھے، کسی کو کسی کا بوش نہیں تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ صرف

چند مہاجرین اور آپ ﷺ کے اہل بیتؑ باقی رہ گئے تھے۔

## گنواروں کی بے تکلی کلام

مکہ کے اجڈ گنواروں نے جو لشکر میں ساتھ تھے مسلمانوں کی شکست دیکھی تو دل کا بغض نکالنے لگے۔ ابو سفیان نے کہا ”اب یہ بھگوڑے سمندر سے ادھر نہیں رکنے کے!“ کلدہ نے کہا ”لو آج سارا جادو ٹوٹ گیا!“

## مسلمانوں کی جمعیت اور فتح

حضرت عباس رضی اللہ عنہ، کی روایت ہے: ”میں یوم حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور آپ ﷺ کے خچر کی باگیں تھامے کھڑا تھا۔ آپ ﷺ نے جب مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی تو چلائے: ”لوگو، کہاں کہاں؟“ مگر کون سنتا تھا۔ میں ایک نہایت فریب اور بلند آواز آدمی تھا، مجھ سے فرمانے لگے: ”عباس، انصاریوں کو ذرا آواز تو دو“ میں چلایا ”اے قوم انصار!“ لوگ سنتے ہی ”لیک لیک!! کتے دوڑے اور رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ پھر جنگ شروع ہوئی اور خاتمہ مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست پر ہوا۔“

## مال غنیمت اور تقسیم

فتح کے بعد آپ ﷺ نے مال غنیمت اور قیدی جمع کرنے اور مقام جحرانہ میں لے جانے کا حکم دیا۔ شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ چھ ہزار قیدی ۴۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بھیرو بکری اور ۴ ہزار اوقیہ چاندی ملی ہے۔ آپ ﷺ نے قیدیوں کے ساتھ بڑی رعایت کی، دو ڈھائی ہفتہ انہیں تقسیم نہ کیا کہ شاید ان کے اعضاء مسلمان ہو کر حاضر ہوں اور لے جائیں۔ انتظار کے بعد مال غنیمت کی تقسیم شروع کی، سب سے پہلے مؤلفۃ القلوب کا حصہ لگایا۔ ابو سفیان کو ۴۰ اوقیہ چاندی اور سو ۱۰۰ اونٹ دئے، وہ کہنے لگے ”اور میرے بیٹے یزید کے لئے؟“ آپ نے انہیں مزید ۴۰ اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دیدئے۔ انہوں نے پھر

کہا ” معاویہ کے لئے؟“ آپ نے معاویہ کے نام سے بھی اتنا ہی حصہ دیدیا۔ مؤلف نے القلوب سے فراغت حاصل کر کے باقی مال غنیمت عام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا ہر شخص کے حصہ میں چار لونٹ اور چالیس بھریاں پڑیں۔ سواروں کو سہ گنا زیادہ دیا۔

## انصار کا انتشار قلب اور برہمی

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، کی روایت ہے کہ: جب رسول اللہ نے اتنی فیاضی سے قریش اور دیگر قبائل کو مال غنیمت دیا اور انصاریوں کو کچھ زیادہ نہ ملا تو انہیں اس سے سخت رنج ہوا اور طرح طرح کی چہ میخویاں کرنے لگے۔ بعضوں نے تو یہاں تک کہڑالا کہ ”رسول اللہ! اپنی قوم سے مل گئے ہیں“ سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ، نے سنا تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر خبر دی۔ فرمایا ”انصار کو جمع کرو“

## آنحضرت ﷺ کا زبردست خطبہ

پھر آنحضرت ﷺ ان میں تشریف لے گئے اور خطبہ دیا:

”انصار! یہ کیا گفتگو ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے؟ وہ کیا شکایت ہے جو تمہیں مجھ سے پیدا ہوئی ہے؟ کیا سچ نہیں ہے کہ تم گمراہ تھے اور اللہ نے مجھے سچ کر تمہاری ہدایت کی؟ کیا تم مفلس نہیں تھے اور اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں مالا مال کر دیا؟ کیا تم میں پھوٹ نہیں پڑی ہوئی تھی اور اللہ نے میرے ہاتھوں تمہارے دل جوڑ دئے؟“ آپ ﷺ خاموش ہوئے تو سب بیک زبان بول اٹھے ”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احسانات ہم پر بہت ہیں!“ آپ ﷺ نے پھر فرمایا ”انصار! تم میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے؟“ کہنے لگے! یا رسول اللہ! کیا جواب دیں، آپ ﷺ کے ہم پر بیشمار احسان ہیں“ فرمایا: واللہ اگر تم چاہتے تو جواب دے سکتے تھے جو بالکل سچ ہوتا اور جس کی حرف برف میں خود تصدیق کرتا۔ تم کہہ سکتے تھے: تجھے سب نے جھٹلایا تھا، تو ہمارے پاس آیا اور ہم نے تیری تصدیق کی! تیرا کوئی ناصر و مددگار نہ تھا، ہم نے مدد کی! لوگوں نے تجھے

نکال دیا تھا، ہم نے پناہ دی تو محتاج تھا، ہم نے دیکھیری کی! اے انصار! تم صرف اتنی سی بات پر رنجیدہ ہو گئے ہو کہ میں نے دنیائے دوں دیکر کچھ لوگوں کے قلوب کی تالیف کی تاکہ وہ اسلام قبول کر لیں اور تمہیں تمہارے اسلام پر بھروسہ کر کے چھوڑ دیا؟ انصار! کیا تم اس سے خوش نہ ہو گے کہ اور لوگ بھیہو بھری اور لونٹ لیکر جائیں اور تم اپنے گھر رسول اللہ ﷺ کو لیکر لوٹو؟ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے جو کچھ تم لیکر لوٹو گے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جسے لیکر وہ لوٹینگے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک شخص ہوتا۔ اگر سب لوگ ایک راستہ سے جائیں اور انصار دوسرے سے تو میرا راستہ وہی ہوگا جو انصار کا ہے۔ انصار مغز ہیں اور تمام لوگ چھلکا۔ الہی! انصار پر رحم کر۔ انصار کی لولاد پر رحم کر۔ انصار کی لولاد کی لولاد پر رحم کر!!“

## انصار کی تسکین قلب

اس پر اثر خطبہ سے آنکھیں اشکبار اور داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور انصاری چلائے: ”ہم رسول اللہ ﷺ کو حصہ میں پا کر بہت خوش ہیں!“

## فضل ۱۰

## غزوہ تبوک

### بناء جنگ

رجب ۹ھ میں یہ جنگ واقع ہوئی۔ سبب یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ رومیوں نے ملک شام میں فوجیں جمع کی ہیں، ہر قتل شاہ روم نے سال بھر کی رسد دے کر ایک لشکر تیار کیا ہے، حدود عرب کے عربی قبیلے لحم و جذام و عاملہ و غسان ان کے ساتھ ہو گئے ہیں اور مقدمہ الجیش یلغار کر کے بلقاء تک پہنچ گیا ہے۔ یہ زمانہ سخت تنگی اور قحط کا تھا آنحضرت ﷺ نے مالداروں کو راہ اللہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے

تعمیل کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔

## رسول اللہ ﷺ کا دستور

آنحضرت ﷺ کا دستور تھا کہ جنگ کے موقعوں پر کبھی ظاہر نہ کرتے کہ کدھر کا قصد ہے، لیکن جوک کے موقعہ پر صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ رومیوں سے جنگ درپیش ہے کیونکہ مسافت دراز تھی اور زمانہ قحط کا تھا۔

## منافقین کی حیلہ سازی

جد بن قیس سے فرمایا اے جد کیا اس سال رومیوں سے نبرد آزمائی کیلئے چلو گے؟ اس نے حیلہ سازی کی: یا رسول اللہ، کیا آپ ﷺ مجھے آزمائش سے معاف نہ رکھیں گے؟ سب لوگ جانتے ہیں کہ مجھے عورتوں سے نہایت رغبت ہے، میں ڈرتا ہوں کہ رومی عورتوں کو دیکھ کر بے اختیار نہ ہو جاؤں!“ آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا ”خیر نہ جاؤ“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

و منهم من يقول ائذن لي و لا تفتنى (التوبة: ۴۹)

ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں مجھے رہ جانے کی اجازت دے دیجئے ار آزمائش میں نہ ڈالئے۔

منافقوں نے ہمتیں پست کرنا شروع کیں اور کہنے لگے اس گرمی میں نہ جاؤ، اس پر یہ آیت اتری:

و قالوا لا تنفروا في الحرا قل نار جهنم أشد حراً، لو كانوا يفتقون (التوبة: ۸۱)

یہ کہتے ہیں گرمی میں کوچ نہ کرو، اے پیغمبر کہہ دو کہ جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ سخت گرم ہے، کاش ان میں عقل ہوتی۔

اس موقع پر اشعریوں نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، کو بھیجا کہ آنحضرت ﷺ سے



سواریاں مانگیں، آپ ﷺ اس وقت ناراض تھے، غصہ سے قسم کھا کر فرمانے لگے: ”واللہ میں تمہیں سواری نہ دوں گا اور پھر میرے پاس سواری ہے بھی نہیں“ اس کے بعد ہی کچھ اونٹ آگئے، آپ ﷺ کا غصہ فرد ہو گیا اور انہیں واپس بلا کر اونٹ مرحمت کر دئے۔ ساتھ ہی فرمایا ”میں نے تمہیں سواری نہیں دی، لیکن وہ اللہ ہے جس نے یہ اونٹ بھیج دئے ہیں۔ میں جب قسم کھاؤنگا اور پھر دیکھوں گا کہ اس کے خلاف عمل کرنا بہتر ہے تو قسم توڑ کے کفارہ ادا کر دوں گا“

## علیہ کی دعائے مقبول

اسی موقع پر ایک رات علیہ بن زید رضی اللہ عنہ، نے نماز پڑھی اور رورو کے دعا کی: ”الہی! تو نے جہاد کا حکم دیا ہے لیکن مجھے اتنا نہیں دیا کہ تیرے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دے سکوں اور نہ اپنے رسول اللہ ﷺ کو اتنا دیا ہے کہ مجھے ساتھ لئے جاسکے، یا الہی! اگر میں جہاد کے ناقابل ہوں تو میں ہر وہ تکلیف تیری راہ میں معاف کرتا ہوں جو کسی مسلمان کے ہاتھ سے مجھے پہنچی ہے، جان کی ہو یا مال کی یا آبرو کی! اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”علیہ، تیری یہ دعا بطور زکوٰۃ مقبول لکھی گئی!“

## خاتمہ جنگ، صلح اور جزیہ پر

جب تبوک پہنچے تو ایلہ کا سردار حاضر ہوا، صلح کی درخواست پیش کی اور جزیہ ادا کیا، آپ ﷺ نے اسے ایک تحریر لکھ دی جس کا مضمون یہ تھا: ”یہ تحریر صحنہ بن رویہ اور اس کی قوم اہل ایلہ کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے امان ہے، اہل ایلہ اور ان کے ساتھی شامیوں، یمنیوں اور اہل بحرین کے لئے خشکی اور تری میں پناہ ہے، ان کی کشتیاں اور ان کے قافلے اللہ اور محمد ﷺ نبی کی پناہ میں ہیں۔ اگر ان کا کوئی آدمی خلاف معاہدہ کوئی کام کریگا تو اس کا مال اس کی جان کو نہ چھاسکے گا بلکہ وہ ہر کس وناکس کے لئے مباح ہوگی۔ ان کے لئے جائز نہیں کہ خشکی یا تری میں کوئی راستہ یا جگہ کام میں آنے

سے روکیں“

## عظیم الشان خطبہ

آنحضرت ﷺ نے تبوک میں ایک عظیم الشان خطبہ بھی دیا تھا جو حسب ذیل

ہے:

اما بعد، فان اصدق الحديث كتاب الله، و اوثق العرى كلمة التقوى، و خير الملل ملة ابراهيم، و خير السنن سنة محمد و اشرف الحديث ذكر الله، و احسن القصص هذا القرآن و خير الامور عوازمها، و شر الامور محدثاتها، و احسن الهدى هدى الانبياء، و اشرف الموت قتل الشهداء، و اعمى العمى الضلالة بعد الهدى، و خير الاعمال ما نفع، و خير الهدى ما اتبع، و شر العمى عمى القلب، و اليد العليا خير من اليد السفلى، و ما قل و كفى خير مما كثر و الهى، و شر المعذرة حين يحضر الموت، و شر الندامة يوم القيامة، و من الناس من لا ياتي الجمعة الا دبرا، و منهم من لا يذكر الله الا هجرا و من اعظم الخطايا اللسان الكذاب و خير الغني غني النفس، و خير الزاد التقوى، و رأس الحكمة مخافة الله عزوجل، و خير ما قرفى القلوب اليقين، و الارتياب من الكفر، و النياحة من عمل الجاهليته و الغلول حرجهم، و الخمر جماع الاثم و شر الماكل مال اليتيم، و السعيد من و عظ بغيره، و ملاك العمل خواتمه و الرؤيا رؤيا الكذب، و سباب المومن فسوق و قتاله كفر، و اكل لحمه من معصية الله، و حرمة ماله كحرمة دمه، و من يعف الله عنه و من يكظم الغيظ ياجره الله، و من

یصبر علی الرزیه یعوضه اللہ، و من یعص اللہ یعذبہ ثم استغفر  
ثلاثا

اما بعد سب سے زیادہ سچی بات، کتاب اللہ ہے۔ سب سے بڑا سہارا تقویٰ ہے۔  
سب سے اچھی ملت، ملت ابرہیمی ہے۔ سب سے بہتر سنت، سنت محمدی ہے۔  
سب سے اچھی بات، ذکر الہی ہے۔ سب سے عمدہ داستان، قرآن ہے۔ سب  
سے بہتر راستہ انبیاء کا راستہ ہے۔ سب سے زیادہ معزز موت، شہادت کی موت  
ہے۔ بدترین کور بصری، ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔ سب سے اچھا کام وہ ہے  
جو نفع پہنچائے۔ سب سے اچھی راہ وہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔ بدترین  
تاریکی دل کی تاریکی ہے۔ دینے والا ہاتھ، لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ جو چیز  
کم مگر ضرورت بھر کی ہو، اس سے کہیں بہتر ہے جو زیادہ ہو غفلت میں ڈالے۔  
بدترین ندامت قیامت کے دن کی ندامت ہے۔ بہت لوگ ہیں جو پیٹھ پھیر کر  
جمعہ کا استقبال کرتے ہیں۔ بہت لوگ ہیں جو خدا کو کبھی یاد نہیں کرتے۔ سب  
سے بڑی خطا، جھوٹی زبان ہے۔ سب سے بڑی دولت دل کی دولت ہے۔ سب  
سے بہتر توشہ تقویٰ ہے۔ سب سے بڑی دانائی، مخافت و خشیت الہی ہے۔ دل  
میں راسخ ہونے والی سب سے اچھی چیز، یقین ہے۔ شک، کفر کی ایک شاخ  
ہے۔ میت پر نوحہ، جاہلیت کی خصلت ہے۔ مسلمانوں کے مال میں خیانت، جہنم  
کی گرمی ہے۔ شراب گناہ کا سرچشمہ ہے۔ بدترین ذریعہ معاش، یتیم کے مال کا  
کھانا ہے۔ خوش نصیب وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ عمل کا دار  
و مدار اس کے خاتمہ پر ہے۔ بدترین خواب، جھوٹا خواب ہے۔ مسلمان کو گالی دینا،  
فسق ہے۔ مسلمان کا قتل کفر ہے۔ غیبت کر کے مسلمان کا گوشت کھانا معصیت  
ہے۔ مسلمان کے مال کی حرمت، اسکی جان کی حرمت کے برابر ہے۔ جو معاف  
کرتا ہے اللہ اسے معاف کر دے گا۔ جو غصہ پیتا ہے، اللہ سے اجر پائیگا۔ جو نافرمانی  
کرتا ہے، اللہ اسے عذاب میں ڈالے گا، اس کے بعد تیس مرتبہ استغفر اللہ کہا

(اور خطبہ ختم کر دیا)

## ابو عامر کی سازش

تبوک سے واپسی پر بعض منافقوں نے سازش کی کہ راستہ میں رسول اللہ کو گھائی میں کہیں گرا دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کے مکر سے آگاہ کر دیا اور آپ دوسرے راستہ سے نکل گئے۔ اسی واقعہ کی طرف ”وہموا بمالم ینالوا“ (۷۴: ۹) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سازش کا سرغنہ ابو عامر تھا جسے راہب بھی کہتے تھے۔ مسجد ضرار بھی اسی کے اشارہ سے تعمیر ہوئی تھی۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ ابو عامر نے منافقوں سے کہا ”اپنے لئے الگ ایک مسجد بناؤ اور جہاں تک آدمی اور ہتھیار ہو سکیں، جمع کرو، میں قیصر روم کے پاس جا کر ایک لشکر عظیم لاؤں گا اور محمد کو مع ان کے اصحاب کے نکال باہر کروں گا!“ چنانچہ جب مسجد تیار ہو گئی تو یہ منافق خدمت نبوی میں حاضر ہوئے کہ ہم مسجد بنا چکے ہیں چل کر اس میں نماز پڑھ دیجئے تاکہ موجب برکت ہو۔ اس پر آیت نازل ہوئی:

” لا تقم فیہ ابدًا لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق

ان تقوم فیہ“ (التوبة: ۱۰۸)

اس میں کبھی بھی نماز نہ پڑھو، جو مسجد اول دن سے تقوی پر مبنی ہے (یعنی مسجد قبا) وہ زیادہ مستحقی ہے کہ اس میں نماز پڑھو۔

## مسجد ضرار کے انہدام کی وجہ

مسجد ضرار ولوں نے یہی درخواست اس وقت بھی کی تھی جب آپ تبوک کے لئے تیاریاں کر رہے تھے، چنانچہ کہا تھا ”یا رسول اللہ، ہم نے بیماروں، حاجتمندوں اور ضروریات کے وقتوں کے لئے ایک مسجد بنانے کا ارادہ کیا ہے، کیا اچھا ہو اگر آپ دو رکعت پڑھ کر اسے تبرک کر دیں“ اس وقت آپ نے جواب دیا تھا کہ ”سفر در پیش ہے، پابہ رکاب ہو رہا ہوں، عدیم الفرصت ہوں، واپس آؤں تو یاد دلانا ان شاء اللہ تمہاری مسجد میں نماز پڑھ

دو ٹکا، لیکن واپسی پر مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی وحی نے اس مسجد کی حقیقت کھول دی اور آپؐ نے مالک بن الدخشم اور معن بن عدی الجملانی کو بھیجا کہ ”اس مسجد کو جا کر ڈھا ڈالو اور جلا دو!“ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مسجد والے ادھر ادھر چل دئے۔ قرآن میں ہے :

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ  
وَارْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا  
إِلَّا الْحَسَنَىٰ، وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (التوبہ: ۱۰۷)

اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کے لئے مسلمانوں میں اور تائید میں اس کی جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے پہلے ہی لڑ رہا ہے، اگرچہ اب وہ قسم کھائیں کے کہ ہماری غرض اس سے بھلائی کی ہی تھی لیکن اللہ شہادت دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

## مدینہ میں استقبال

تبوک سے رسول اللہ ﷺ مظفر و منصور واپس لوٹے تھے، سفر لمبا تھا، خطرے بے شمار تھے، چنانچہ جب مدینہ کے قریب پہنچے اور شہر میں خوشخبری پہنچی تو لوگوں کی مسرت بے اندازہ تھی، ہر قسم کے آدمی، مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، لڑکے، لڑکیاں سب استقبال کے لئے باہر نکل آئے مدینہ کی لڑکیوں نے ان اشعار کے شور میں رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا :

”طلع البدر علينا من ثنيت الوداع

وجب الشكر علينا مادعا لله داع“

”بدر نے ثنیت الوداع سے ہم پر طلوع کیا!

ہمیشہ کے لئے اللہ کا شکر ہم پر واجب ہو گیا“

## غلط فہمی کا زالہ

ان اشعار کے بارے میں بعض راویوں کو غلط فہمی ہو گئی ہے، ان کی روایتوں میں ہے

کہ یہ شعر اس وقت گائے گئے تھے جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ پہنچے ہیں، حالانکہ یہ صریح غلطی ہے کیونکہ مقام ”ثنیات الوداع“ ملک شام کی طرف ہے نہ کہ مکہ سے مدینہ کے راستہ پر۔

مدینہ میں آپ کا داخلہ ماہ رمضان میں ہوا، سب سے پہلے مسجد میں تشریف لائے، اور دو رکعت نماز ادا کی، پھر لوگوں سے ملنے جلنے کیلئے بیٹھ گئے وہ جو لوگ اس مہم میں ساتھ نہیں گئے تھے آکر معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے آپ نے سب کے ذر قبول کر لیے، کسی کو بھی اسلام سے خارج نہ کیا لوگوں کے ظاہر کو لے لیا اور دلوں کا معاملہ علام الغیوب کے حوالہ کر دیا<sup>(۱)</sup>۔ ان لوگوں کی تعداد کچھ اوپر اسی تھی۔

## فصل ۱۱

### وفود عرب

#### آمد کی وجہ

فتح مکہ اور جنگ حنین نے تمام عرب پر اسلام کی دھاک بٹھادی تھی، اب عرب کے باہر تبوک کے دھاوے نے اور بھی دبدبہ بڑھا دیا اور تمام اطراف عرب سے وفد آنا شروع ہو گئے تاکہ مشرف باسلام ہوں اور امان حاصل کریں۔

#### وفد بنی تمیم

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جب بنی تمیم کا وفد آیا تو سیدھا مسجد میں گھس گیا اور (۱) کتب سیرت و حدیث میں کوئی ایک واقعہ بھی نہیں ملتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی مدعی اسلام کو اس کے اعمال و خیالات کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہو اور کفر کی مہراس کی پیشانی پر لگادی ہو۔ جیسا کہ آج کل ہمارے نام نہاد علماء کا شیوہ ہے۔ کاش ان کو عقل آتی اور اپنی حد سے تجاوز نہ کرتے۔ شریعت کا مسلم اصول ہے کہ جو شخص اسلام کا مدعی ہے، کوئی اسے ملت سے خارج نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ وہ خود اس ذر و ذرہ سے نکل جائے جس سے اللہ کے دین میں داخل ہوا تھا۔ (مترجم)

چلانا شروع کیا: ”محمد ﷺ! باہر آؤ“ آنحضرت ﷺ کو اس شور و غل سے اذیت ہوئی جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرهم لایعقلون ( الحجرات: ۴ )

جو لوگ تجھے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے وقوف ہیں۔  
نبی تمیم کے وفد میں ان کا قومی شاعر ”زبرقان“ بھی تھا، وہ کھڑا ہو گیا اور اپنے قبیلہ کے مفاخر سنانے لگا، اس کا ایک شعر ہے:

نحن الملوك فلا حی یعادلنا  
منا الملوك و فینا تنصب البیع

ترجمہ: ہم بادشاہ ہیں، کوئی ذی روح (یا قبیلہ) ہماری برابری نہیں کر سکتا۔ ہم میں بادشاہ ہوتے ہیں اور ہمارے ہی اندر عبادت خانے قائم ہوتے ہیں۔  
زبرقان کا قصیدہ ختم ہوا تو شاعر اسلام حضرت حسان بن ثلث کو جوش آگیا، انہوں نے ایک نہایت مؤثر اور بلیغ قصیدہ پڑھا جس کے چند شعر یہ ہیں:

ان الذوائب من فہر و اخوتہم  
قد بینوا سنة للناس تتبع

ترجمہ: ”فہر (قریش) کے سرداروں اور ان کے بھائیوں نے دنیا کے لئے ایک ایسی راہ کھول دی ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے“

یرضی بہم کل من کانت سریرتہ  
تقوی الا لہ وکل الخیر یضطنع

ترجمہ: ”انہیں ہر وہ شخص پسند کرتا ہے جس کے باطن میں خدا کا خوف ہے اور جو

ہر طرح کی نیکی کے کام کرتا ہے۔

قوم اذا حاربوا ضر واعدوهموا

او حاولو النفع في اشيا عهم نغفوا

ترجمہ: ”یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب لڑتے ہیں تو دشمن کو نیچا دکھاتے ہیں۔ اور دوستوں کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں تو بے کھٹکے نفع پہنچاتے ہیں“

سجیة تلك فيهم غير محدثة

ان الخلاق فاعلم شرها البدع

ترجمہ: ”یہ ان کی ایک ایسی خصلت ہے جو جبلی ہے بناوٹ نہیں۔ بدترین خصلت وہ ہے جو بناوٹ سے ہو۔“

## بنی تمیم کا قبول اسلام

حضرت حسان کا قصیدہ ختم ہوا تو رئیس وفد اقرع بن حابس اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا ”یقیناً یہ شخص (یعنی آنحضرت ﷺ) یا اقبال ہے، اس کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ گویا اور اس کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ بلیغ ہے“ یہ لوگ اسلام لے آئے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا، اور ان کے تمام قیدی جو ایک لڑائی میں پکڑے آئے تھے چھوڑ دیے!

## وفد عبد القیس

حجین میں ہے کہ جب قبیلہ ”عبد القیس“ کا وفد حاضر ہوا تو رسالت پناہ ﷺ نے دریافت کیا ”تم کون لوگ ہو؟“ عرض کیا: ”ہم قوم ربیعہ سے ہیں فرمایا: ”خوش آمدید“ تمہارے لئے نہ رسوائی ہے نہ ندامت!“ عرض کرنے لگے: ”یا رسول اللہ ﷺ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں، ہم صرف موسم حج ہی



میں حاضر ہو سکتے ہیں، آپ ﷺ ہمیں ایک مختتم بات بتا دیجئے کہ اس پر عمل کریں، لوگوں کو اس کی تعلیم دیں، اور جنت سے شاد کام ہو جائیں۔ ”فرمایا: چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں: میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ واحد پر ایمان لاؤ جانتے ہو ایمان کیا ہے؟ شہادت دو کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں، اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور مال غنیمت میں سے خمس (پانچواں حصہ) بیت المال میں داخل کیا کرو۔ چار چیزوں سے منع کرتا ہوں.....: (آپ نے انہیں چار قسم کے برتنوں میں کھجور بھجوز: سے منع فرمایا، کیونکہ یہ برتن عموماً شراب کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں)۔

## وفد بنی

ابو اسحاق کی روایت ہے کہ بنی حنیفہ کا وفد حاضر ہوا اور اسلام لایا، میلہ کذاب بھی اس میں موجود تھا، لیکن واپسی پر وہ مرتد ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کی تصدیق کے ساتھ اپنی نبوت کا اعلان کرنے لگا۔ اس نے قرآن کے مقابلہ میں مسجع عبارتیں بھی بتائیں چنانچہ ایک عبارت یہ بھی تھی:

لقد انعم الله على الجبلى، اخرج منه نسمة تسعى من بين

صفاق وحشى

اللہ نے حاملہ پر احسان کیا، اس سے ذی روح کو نکالا جو چلتا ہے، مابین صفاق (جسم کی اندرونی جلد) اور معدہ کے۔

نماز معاف کر دی، شراب اور زنا کی اجازت دے دی، بنی حنیفہ کے بہت سے سادہ لوح اس کے دھوکے میں آگئے اور گمراہ ہوئے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خط بھی لکھا تھا کہ:

من مسیلمة رسول الله الى محمد رسول الله، اما بعد فاني

اشركت في الامر معك، و ان لنا نصف الامر ولقریش نصف

الامر و ليس قریش قوما يعدلون

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ اما بعد، میں تمہارا  
ساجھی بنا دیا گیا ہوں، آدھی بادشاہت ہمارے لئے ہے اور آدھی قریش کے لئے لیکن  
قریش انصاف کرنے والے لوگ نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جواب تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”من محمد رسول اللہ الی مسیلمة الکذاب، سلام علی من  
اتبع الهدی، اما بعد فان الارض لله یوثها من یشاء من عباده و  
العاقبة للمتقین“

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی  
طرف، سلام اس پر جو ہدایت پر چلے، اما بعد، زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں جسے  
چاہے اس کا وارث بنا دے، نتیجہ پر ہمیزگاروں کے لئے ہے۔

وفد شجران

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ نجران کے ساٹھ عیسائیوں کا ایک وفد حاضر  
ہوا، عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوا اور اپنی نماز پڑھنا چاہی، لوگ منع کرنے  
اٹھے، مگر آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو روکا اور لوگوں کو مسجد میں عبادت کی اجازت  
دے دی (۱)

مسجد میں مناظرہ

یہیں مسجد نبوی میں مدینہ کے یہودی اجداد اور نجرانی ربیان میں مناظرہ بھی ہو گیا

(۱) اس سے ثابت ہوا کہ غیر مسلم مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں اپنی عبادت بھی کر سکتے  
ہیں۔ صدر اول میں مساجد ہی مسلمانوں کی دینی و دنیاوی انجمنوں کا مرکز تھیں اور تمام قومی اور ملکی  
معاملات انہیں میں انجام پاتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہودی حمر نے کیا ”ابراہیم (علیہ السلام) یہودی تھے“ عیسائی راہب نے کہا: ”بلکہ عیسائی تھے“ اس بڑی آیت نازل ہوئی:

يَا اهل الكتاب لم تحاجون في ابراهيم و ما انزلت التوراة  
والانجيل الا من بعده، افلا تعقلون (۶۵) ها انتم هؤلاء  
حاججتم فيما لكم به علم فلم تحاجون فيما ليس لكم به علم  
والله يعلم و انتم لا تعلمون (۶۶) ما كان ابراهيم يهوديا و  
لانصرانيا ولكن كان حنيفا مسلما و ما كان من المشركين  
(۹۷) ان اولى الناس بابراهيم للذين اتبعوه و هذا النبي والذي

امنوا والله ولي المؤمنين (ال عمران: ۶۵ تا ۶۸)

اے اہل کتاب ابراہیم کے بارے میں کیوں لڑتے ہو؟ توراہ اور انجیل تو ان کے بعد نازل ہوئی ہیں، کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ تم وہ ہو کہ ایسی باتوں میں جھگڑا کر چکے ہو جس کا تمہیں کچھ علم نہیں۔ ابراہیم یہودی تھے اور نہ نصرانی، بلکہ سب سے پھرے ہوئے اللہ کے فرمانبردار تھے اور مشرک بھی نہ تھے۔ ابراہیم سے خصوصیت کے بڑے حق دار تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ پیغمبر اور مومنین، اللہ مومنوں کا مدد گار ہے۔

## یہودی و عیسائی راہبوں کا سوال

یہ سن کر ایک یہودی بول اٹھا: ”اے محمد ﷺ! کیا تم ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہو کہ تمہاری اسی طرح پرستش کریں جس طرح عیسائی، عیسیٰ بن مریم کی کرتے ہیں؟ عیسائی راہب نے بھی یہی سوال کیا۔

## رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا

”معاذ اللہ! بھلا یہ کیونکہ ممکن ہے کہ میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کروں یا کسی کو ایسا کرنے کا حکم دوں، اللہ نے اس لئے بھیجا ہے نہ اس کا حکم دیا ہے“ اس پر قرآن نازل ہوا:

ما كان لبشر ان يؤتیه الله الكتب و الحكم و النبوة ثم يقول للناس كونوا عباد الی من دون الله ، و لكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتب و بما كنتم تدرسون، و لا یامرکم ان تتخذوا الملائكة و النبیین اربابا، ایامرکم بالكفر بعد اذ انتم مسلمون (۷۹، ۷۸:۳)

کسی انسان کو بھی شایان نہیں کہ اللہ اس کو کتاب اور پیغمبری عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے ہمدے ہو، بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ اللہ پرستش ہو اس لئے کہ تم دوسروں کو کتاب الہی پڑھاتے رہے ہو، اور وہ تم سے کبھی نہیں کہے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو رب مانو، بھلا اسلام لاپچکنے کے بعد وہ تمہیں کفر کرنے کا حکم دیگا؟

## مسیح کے بارے میں آپ ﷺ سے مناظرہ

اس کے بعد عیسائیوں نے آنحضرت ﷺ کو مناظرہ کی دعوت دی اور کہا ”ہم عیسائی ہیں اور ہماری قوم بھی عیسائی ہے۔ ہم مسیح (علیہ السلام) کے بارے میں آپ ﷺ کی رائے سننے کے مشتاق ہیں تاکہ لوگوں کو اس سے مطلع کریں“ آپ ﷺ نے جواب دیا ”آج میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کل جو کچھ مجھے بتا دیا جائیگا اس سے مطلع کر دوںگا“ چنانچہ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی:

ان مثل عیسی عند الله كمثل ادم ، خلقه من تراب ثم قاله کن فیکون، الحق من ربك فلا تکن من الممترین فمن حاجک فیہ من

بعد ما جائك من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائكم و نساننا و

نسانكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين (ال عمران: ۵۹ تا ۶۱)

اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ جسے اللہ نے مٹی سے پیدا کیا اور کہا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا، اے پیغمبر ﷺ! یہ حق تیرے اللہ کی طرف سے ہے پس شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ پس اس علم کے بعد اگر کوئی تجھ سے جھٹ کرے تو کہہ دے کہ اچھا آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے تئیں پھر سب مل کے گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت طلب کریں۔

### آنحضرت ﷺ کا مباہلہ

صبح آپ ﷺ نے انہیں ارشاد الہی سنایا اور اقرار چاہا۔ انہوں نے انکار کیا تو دوسرے دن صبح آپ ﷺ حضرت حسن و حسین کو گود میں لئے ان کی طرف روانہ ہوئے حضرت فاطمہ پیچھے پیچھے چل رہی تھیں اور ان سے مباہلہ کے لئے کہا۔ مگر انہیں جرات (۱) نہ ہوئی۔ بالآخر وہ صلح اور امان کے طالب ہوئے۔ اور آپ ﷺ نے اہل نجران کو تحریری امان دیدی۔

(۱) مناظرہ کے باب میں اسوۂ نبوی ﷺ یہ تھا، دور از کار یونانی منطق کی کج حدیثیں نہ ہوتی تھیں، سیدھی سادھی بول چال تھی، دعویٰ تھا، دعوے پر مابین دلیل تھی، اگر مخاطب نے اعراض کیا تو معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا حق یہ ہے، نہیں مانتے تو اللہ تمہاری ہدایت کریگا یا عذاب نازل کریگا۔ کاش ہمارے علماء بھی اسی راہ پر چلتے اور روز کے مناظروں سے اور مباحثوں سے پرہیز کرتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مناظرہ نے کبھی کسی کی ہدایت نہیں کی، بلکہ ہمیشہ طرفین کی گمراہی کا باعث ہوا، مناظرہ درحقیقت عداوت کا سرچشمہ ہے، اسلام مناظروں سے نہیں پھیلا، اگر علماء کو اشاعت اسلام منظور ہے تو لفاظیوں سے نکل کر اپنے اخلاق درست کریں اور دنیا کے سامنے خلق اسلامی کا نمونہ بن کر آئیں، لیکن موجودہ حالات میں اس کی امید کم نظر آتی ہے، حب جاہ، طمع اور ریاکاری کا ہم پر اس قدر غلبہ ہے کہ خاموش کام پسند نہیں کرتے اللہم اهد قومی فانہم لا یعلمون! (مترجم)۔

## باب ۴

### مقدمات و تعزیرات

احادث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں کو ایک الزام پر قید

کیا تھا۔

## فصل اول

### قصاص

#### عورت کے بدلہ مرد کا قتل

صحیحین میں ہے ایک یہودی نے ایک عورت کا سر دو پتھروں کے بیچ میں رکھ کر توڑ ڈالا، آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اس کا سر بھی اسی طرح توڑا جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عورت کے بدلہ مرد قتل کیا جائیگا۔

#### سوتیلی ماں سے نکاح کرنے کی سزا

احمد و نسائی وغیرہ میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میری ملاقات اپنے ماموں ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی، وہ جھنڈا اٹھائے جا رہے تھے، دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس شخص کو قتل کر ڈالوں اور اس کے مال و متاع پر قبضہ کر لوں جس نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے محرمات سے جو زنا کرے اسے قتل کر ڈالو“

## دانت توڑنے کی سزا

صحیحین میں ہے کہ نضر کی بیٹی اور ربیع کی بہن نے ایک لڑکی کے طمانچہ مارا اور اس کا دانت ٹوٹ گیا، رسول اللہ ﷺ تک معاملہ پہنچا، آپ ﷺ نے قصاص کا حکم دیا۔ ام ربیع رضی اللہ عنہا (مجرمہ کی ماں) نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ، کیا آپ ﷺ اس پر بھی قصاص جاری کریں گئے؟ واللہ یہ نہیں ہو سکتا!“ آپ ﷺ نے فرمایا ”سجان اللہ ام ربیع رضی اللہ عنہا اللہ کا حکم، قصاص، ہے!“ کہنے لگیں، نہیں واللہ، آپ ﷺ اس پر ہرگز قصاص جاری نہیں کریں گئے“ اسی اثناء میں باہم صلح ہو گئی اور لڑکی والوں نے دیت قبول کر لی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ کے ایسے ہندے بھی ہیں جن کی قسم وہ اپنے مقابلہ میں بھی پوری کرتا ہے۔“

## مدافعت میں نقصان

صحیحین میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا ہاتھ دانت سے کاٹ کھایا، اس نے ہاتھ کھینچا تو کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ تک شکایت پہنچی، فرمایا: مست اونٹ کی طرح اپنے بھائی کو کاٹ کھاتے ہو، جا تیرے لئے کچھ بھی دیت نہیں“ اس سے ثابت ہوا کہ مدافعت کرتے ہوئے ظالم کا جو کچھ بھی نقصان ہو جائے مظلوم اس کا ذمہ دار نہیں۔

## بغیر اجازت کسی کے گھر جھانکنا

صحیحین میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ”اگر بغیر اجازت کوئی تمہیں جھانکے اور تم اس کی آنکھ پھوڑ ڈالو، تو تم پر کوئی الزام نہیں“ دوسری روایت میں ہے: اگر کوئی کسی کے گھر میں جھانکے اور وہ اس کی آنکھ پھوڑ ڈالے تو اس پر نہ دیت ہے نہ قصاص“

صحیحین میں ہے کہ ”ایک شخص آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں جھانکنے لگا، آپ چھری کا پھل لے کر نکلے اور اسے مارنے کے لئے موقع ڈھونڈنے لگے“

## حاملہ کا ارتکاب قتل

ابن ماجہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر حاملہ قتل عمد کی مرتکب ہو، تو اس وقت تک قتل نہ کی جائے جب تک چہ جن نہ لے اور چہ کی کفالت نہ ہو جائے۔

## باپ بیٹے کے عوض

احمد و نسائی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ بیٹے کے عوض باپ قتل نہ کیا جائے۔

## فصل ۲

### زنا کی سزا کا بیان

#### اقبال و انکار جرم

سنن میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا اور عورت کا نام بتایا۔ آپ ﷺ نے عورت کو طلب کیا، اس نے انکار کیا، آپ ﷺ نے عورت کو چھوڑ دیا اور مرد کے درے لگائے۔ اس سے دو مسئلے صاف ہو گئے: ایک یہ کہ اگر عورت جھٹلا دے تو مرد پر حد جاری کر دی جائیگی، دوسرے یہ کہ صرف زنا کی حد جاری ہوگی، قذف کی نہ ہوگی۔



(یعنی سنگسار نہ کیا) جائیگا۔

## لوٹڈی غلاموں پر حد کا اجراء

اگر لوٹڈی زنا کرے تو درے لگانے کا حکم دیا ہے مسلم میں ہے: ”اگر کسی کی لوٹڈی زنا کرے تو چاہئے کہ درے لگائے“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”لوگو، اپنی لوٹڈی غلاموں پر حد جاری کرو، عام اس سے کہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی لوٹڈی زنا کیا تھا اور آپ ﷺ نے مجھے اس درے لگانے کا حکم دیا تھا۔

## فصل ۳

### شرابی کی سزا

#### سزا مقرر نہیں

آنحضرت ﷺ نے شراب پینے والے کو چھڑیوں اور جوتوں سے مارنے کا حکم دیا ہے۔ نیز گن کر چالیس درے بھی لگائے ہیں جس کی پیروی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے بھی کی ہے۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب خمر کو اسی درے لگائے تھے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ، کا قول ہے کہ شراب پینے والے کی کوئی مقرر سزا شریعت نے نہیں بتائی۔

#### شرابی کا قتل

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ چوتھی یا پانچویں مرتبہ میں شرابی کو آپ نے قتل کر

ڈالنے کا حکم دیا۔ احادیث قتل کے راویوں میں ایک عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، بھی ہیں جو فرماتے ہیں: ”چوتھی مرتبہ شراب پینے والے کو میرے پاس لاؤ، میں خود تمہاری طرف سے اسے قتل کر دوں گا“

## فصل ۴

### متفرق اعمال

#### قیدی

آنحضرت ﷺ نے بعض قیدوں کو قتل کیا، بعض کو احسان کر کے چھوڑ دیا، بعض سے فدیہ قبول کر لیا، بعض کو مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں دے دیا، بعض کو غلام بنایا، لیکن کسی بالغ قیدی کا غلام بنانا ثابت نہیں۔

#### مال غنیمت

بیت المال میں داخل ہونے والے مال کی تین قسمیں ہیں: زکاۃ، غنیمت، فیئ۔ زکاۃ کا مصرف ”انما الصدقات (۹: ۶۰) والی آیت میں بتایا گیا ہے۔ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال کا ہے۔ قرآن میں ہے:۔ (۱- فئی، اس مال غنیمت کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے حاصل ہو۔)

”و اعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسہ“ (الانفال: ۴۱)

سمجھ لو کہ مال غنیمت جو تمہیں ملے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا ہے۔ رہے باقی چار حصے تو غنیمت حاصل کرنے والوں کا حق ہے: سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ سب (۱) قاتل کا حق ہے۔ (۱- سب وہ مال و ہتھیار ہیں جو مقتول کے پاس حالت قتل میں ملیں)۔

۱- فی اس مال غنیمت کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے حاصل ہو۔

## دشمن سے وفاء عہد

مسیلمہ کذاب کے قاصد آئے اور کہنے لگے ”ہم مسیلمہ کو اللہ کا رسول سمجھتے ہیں“ فرمایا ”اگر قاصد قتل نہ کئے جاتے ہوتے تو میں تمہیں قتل کر ڈالتا“ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ معاہدہ حدیبیہ کی پابندی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ابو جندل کو قریش کے حوالہ کر دیا تھا، لیکن جب عورتیں انہیں تو ان کے دینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ایک عورت سببیعہ الاسلمیہ مسلمان ہو کر آگئی، اس کا شوہر واپس لینے آیا، اس پر قرآن میں آیت نازل ہوئی:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مِهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ، اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ، فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ، لَآ هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَآ هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُنَّ مَا نَفَقُوا الْخ (الممتحنة: ۱۰)

”مسلمانو، جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آجائیں تو تم انکے ایمان کی جانچ کرو (یوں تو اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے، پس اگر تم ان کو مومن سمجھ لو تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو، کیونکہ یہ عورتیں نہ ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں، اور جو کچھ کافروں نے ان پر خرچ کیا ہے، وہ ان کو ادا کرو“

رسول اللہ ﷺ نے اس سے قسم لی کہ صرف اسلام کی وجہ سے اس نے گھر چھوڑا ہے، خاندان میں کوئی براکام نہیں کیا ہے اور نہ اپنے شوہر سے عداوت رکھتی ہے۔ اس نے قسم کھائی، آپ نے شوہر کو اس کا مہر واپس کر دیا اور عورت واپس نہ جانے دی۔

## امان

”صحیح حدیث میں ہے: مسلمانوں کے خون برابر درجہ کے ہیں، اور ان کا ادنیٰ ترین

فرد بھی امان دے سکتا ہے“

آپ ﷺ کی چچیری بہن ام ہانی نے دو آدمیوں کو پناہ دی اور آپ ﷺ نے قبول کر لی، اسی طرح اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا، کی پناہ ان کے شوہر ابو العاص بن الربیع کے حق میں منظور کر لی اور فرمایا: ”ایک ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے“

## جزیہ

نجران اور ایلہ کے باشندوں سے جزیہ لی جو نسلاً عرب اور مذہباً عیسائی تھے۔ اہل دو متہ الجندل سے جزیہ لیا جن میں اکثر عرب تھے۔ نیز مجوسیوں اور یمن کے یہودیوں سے جزیہ قبول کیا۔

## سفارش

بریرہ سے اس کے شوہر کے حق میں سفارش کی کہ اس کے عقد میں پھر آجائے اس نے عرض کی: ”یہ آپ ﷺ کا حکم ہے؟“ فرمایا ”نہیں، صرف سفارش کرتا ہوں“ کہنے لگی تو ”مجھے منظور نہیں!“ اس جواب سے آپ ﷺ ڈار بھی ناراض یا رنجیدہ نہیں ہوئے۔

## صدقہ خریدنا اور کھانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کو منع فرمایا کہ صدقہ خریدیں اگرچہ ایک ہی درہم میں ملتا ہو۔ لیکن آپ ﷺ نے اس گوشت میں سے تناول کیا جو بریرہ کو بطور صدقہ ملا تھا اور جسے اس نے ہدیہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا فرمایا ”یہ بریرہ کیلئے صدقہ ہے، اور ہمارے لیے اس کی طرف سے ہدیہ ہے۔“

## میوع

صحیحین میں ہے: اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے شراب، مردہ جانور، سور اور بھوں کی خرید و فروخت حرام کر دی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین قسم کی چیزوں میں تجارت حرام ہے: ایسے تمام عرق جو عقل برباد کرتے ہیں۔ ایسے تمام کھانے جو مزاج بگاڑتے ہیں۔ ایسی تمام اشیاء جو دین میں فساد ڈالتی ہیں۔

## باب ۵ رسول اللہ ﷺ کے احکام

### فصل ۱

### نکاح کے احکام

خطبہ

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نکاح اور دوسرے اہم موقعوں کے لئے آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم، کو ذیل کا خطبہ سکھایا تھا:

” الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نعوذ بالله من شرور انفسنا و سيئات اعمالنا، من يهد الله فلا مضل له و من يضل فلا هادي له و اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله، يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته و لا تموتن الا و انتم مسلمون. يا ايها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة و خلق منها زوجها و بث منهما رجلا كثيرا و نساء و اتقوا الله الذي تساء لون به و الارحام ان الله كان عليكم رقيبا يا ايها الذين امنوا اتقوا الله و قولوا قولا سديدا يصلح لكم اعمالكم و يغفر لكم ذنوبكم و من يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما.“

ہم قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، ہم اسی کی ستائش کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے پناہ چاہتے ہیں اپنے نفوس کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت کرے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ ہدایت سے محروم کر دے اسے راہ راست دکھانے والا کوئی نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے ہندے اور رسول ہیں۔ مومنو! اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا حق ہے اور اسی حال میں مرد کہ تم مسلمان ہو، لوگو، ہم نے تمہیں ایک ذات پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا پھر ان دونوں سے بہت سے مرد عورتیں پھیلانے، اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے مانگتے ہوں آپس میں اور ڈرو قربت کے معاملہ میں، اللہ بلاشک تم پر گھمبان ہے، مومنو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک ٹھیک بات کہو، تاکہ تمہارے لئے تمہارے عمل درست کر دے، تمہارے گناہ تمہیں معاف کر دے، جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے بلاشک عظیم الشان کامیابی حاصل کرتا ہے۔ شعبہ رضی اللہ عنہ، کہتے ہیں میں نے ابو اسحاق رضی اللہ عنہ، سے پوچھا کیا یہ خطبہ صرف نکاح کے لئے ہے؟ کہا بلکہ سب کاموں کے لئے ہے۔

## تلقین دعاء

حدیث میں ہے: جب تمہیں کوئی عورت، خادم، یا سواری ملے تو اس کو پیشانی سے پگڑلو، پس بسم اللہ کہو، اللہ تعالیٰ سے برکت چاہو اور دعاء کرو:

”اللهم انى أسئلك خیرها و خیر ما جبلت علیه و اعوذ بک من شرها و شر ما جبلت علیه“

اللی، میں اس کا طالب ہوں جو اس میں اور اس کی فطرت میں ہے اور اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اس میں اور اس کی فطرت میں ہے۔

## شادی کی مبارک باد

جب کسی کی شادی ہوتی تو آپ ﷺ اسے اس طرح مبارک باد دیتے:  
 ”بارك الله لك و بارك عليك و جمع بينكما في خير“  
 اللہ تعالیٰ تجھے خوشحال کرے، برکت دے اور تم دونوں کو خیر و خوبی اکٹھا کرے۔

## بیوی سے صحبت کرنے کے وقت کی دعا

حدیث میں ہے: جب اپنی بیوی کے پاس جانے لگو، بسم اللہ کہو اور یہ دعاء پڑھا کرو:

”بسم الله اللهم جنبنا الشيطان و جنب الشيطان مارزقتنا“  
 الہی ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو کچھ تو نے ہمارے نصیب میں لکھا ہے  
 (یعنی اولاد) اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

تو اگر اس جماع سے بچہ پیدا ہونا مقدر ہوا ہے، شیطان اسے ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے

گا۔

## نکاح کی ترغیب

آنحضرت ﷺ نے امت کو تاہل و تزوج کی (شادی کر کے) زندگی اختیار کرنے کی رغبت دلائی ہے۔ حدیث میں ہے: نکاح کرو کیونکہ تمہاری کثرت سے میں قوموں پر فخر کروں گا“ اور فرمایا: ”میں خود نکاح کرتا ہوں، جو کوئی میری سنت سے منہ موڑے، میری جماعت سے نہیں“ اور فرمایا ”نوجوانو! جو تم میں سے نکاح کر سکتا ہے، نکاح کرے، کیونکہ نکاح، نظر اور نفس دونوں کو محفوظ رکھتا ہے، اور جسے اس کی مقدرت نہ ہو، چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ اس کے لئے روک ہے“ اور فرمایا: ”دنیا سراسر عیش ہے اور دنیا کا سب سے بڑا عیش صالح بیوی ہے“



حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: سب سے بہتر عورت کون ہے؟ فرمایا ”وہ جو اپنے شوہر کی نظر میں بھلی معلوم ہو، اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہو اور اپنے مال و نفس میں اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہ رتی ہو“

صحیحین میں ہے: عورت سے شادی یا تو اس کے مال کی وجہ سے کی جاتی ہے، یا عزت کی وجہ سے یا حسن کی وجہ سے، یا دین کی وجہ سے، تم دیندار بیوی پا کر بازی لے جاؤ“

آپ ﷺ کا دستور تھا کہ لولاد پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب دیتے اور بانجھ عورتوں کو ناپسند کرتے تھے۔

## عورت کی اجازت

صحیحین میں ہے کہ خضاء بنت جذام کا نکاح اس کے باپ نے اس کی مرضی کے خلاف کر دیا تھا وہ بالغ اور کتخدا تھی، اس نے آکر آنحضرت ﷺ سے شکایت کی، آپ ﷺ نے نکاح باطل کر دیا۔

سنن میں ہے کہ ایک دو شیزہ کی شادی باپ نے خلاف مرضی کر دی، وہ حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے اختیار دے دیا کہ نکاح چاہے رکھے، یار د کر دے۔

صحیح حدیث میں ہے: ”ناکتخدا کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے نہ کیا جائے، اس کی اجازت خاموشی ہے“ عملاً فیصلہ بھی اسی طرح کیا کہ ناکتخدا کی اجازت اس کی خاموشی قرار دی اور کتخدا کی اجازت، زبان سے قرار۔

حدیث میں ہے: ”اگر انکار کرے تو مجبور نہ کی جائے“

## ازن ولی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی عورت بغیر اپنے ولی کی اجازت کے خود نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے، اگر شوہر سے مقاربت ہو گئی تو مہر کی مستحق ہوگی، اگر آپس میں جھگڑا ہو تو جس کا کوئی ولی نہیں،

حاکم اس کا ولی ہے“ (ترمذی)

صحیح حدیثوں میں ہے: ”ولی کے بغیر نکاح نہیں“ اور فرمایا: عورت، عورت کا نکاح نہ کرے، اور نہ عورت اپنا نکاح کرے، کیونکہ زانیہ اپنا نکاح آپ کیا کرتی ہے!“

## مہر کی تعیین

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو ۱۲- اوقیہ مہر دیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی روایت ہے کہ میرے علم میں آنحضرت ﷺ نے ۱۲- اوقیہ (۱) سے زائد مہر نہ اپنی ازواج کو دیا اور نہ اپنی لڑکیوں کو دلایا۔ (۱- آدھ سیر سے کچھ کم)۔

صحیحین میں ہے کہ ایک شخص شادی کی فکر میں تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کچھ لاؤ اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو“ لیکن جب اس سے اتنا بھی میسر نہ ہوا تو فرمایا: ”اچھا تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا ہاں، فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں، چنانچہ انہیں سورتوں کے یاد کرا دینے کو مہر قرار دیکر اس کا نکاح کر دیا۔

مسند امام احمدؒ میں ہے کہ فرمایا ”سب سے زیادہ برکت اس نکاح میں ہوتی ہے جس میں سب سے کم زیرباری ہو“ (۲)

ایک شخص نے بغیر مہر مقرر کئے نکاح کر لیا اور خلوت سے پہلے مر گیا، آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ کیا عورت کو اس کی ہمعصر عورتوں کے برابر مہر دیا جائے، میراث دی جائے اور وہ خود چار مہینے دس دن عدت بیٹھے۔

(۱) - آدھ سیر سے کم کچھ  
(۲) پاک و ہند میں زیادہ مہر مقرر کرنے کا رواج بہت عام ہے، لوگ لاکھوں روپیہ کا مہر باندھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لینا دینا تو ہے نہیں پھر زیادہ مہر سے گھبرائیں کھوں؟ یہ طریقہ نکاح کو فاسد کر ڈالنے والا ہے۔ اگر یہ نہ کہا جائے تو اسے سخت مکروہ تو ضرور بنا دیتا ہے، اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایسی شادیوں میں برکت نہیں ہوتی۔ (مترجم)۔

ترندی میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص سے دریافت کیا: ”کیا تم پسند کرو گے اگر تمہاری شادی فلاں عورت سے کر دوں؟“ اس نے کہا ہاں پھر عورت سے پوچھا ”کیا تو پسند کرے گی کہ تجھے فلاں شخص سے بیاہ دوں؟“ اس نے بھی رضامندی ظاہر کی چنانچہ دونوں کا عقد کر دیا، دونوں میں خلوت بھی ہوئی مگر کوئی مہر مقرر نہ کیا گیا تھا۔ لیکن جب آپ ﷺ کا وصال ہونے لگا تو آپ ﷺ نے خیبر کے حصوں میں سے ایک حصہ عورت کو مہر کے عوض دے دیا۔

## حاملہ سے نکاح

کتب سنن میں بصرہ بن اشم رضی اللہ عنہ، کی روایت ہے کہ میں نے ایک ناکتخدا سے نکاح کیا، خلوت پر معلوم ہوا کہ حاملہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فیصلہ کیا چونکہ خلوت ہو چکی ہے، اس لئے اس کا مہر ادا کر دو، پھر دونوں کو جدا کر دیا اور ولادت کے بعد عورت کے درے لگائے۔

## مشروط نکاح

صحیحین میں ہے کہ فرمایا: ”جو شرطیں سب سے زیادہ پورہ کرنے کی ہیں، وہ وہ شرطیں ہیں جن پر تم اپنے لئے عورتوں کو جائز کرتے ہو۔“ صحیح حدیث ہے: ”عورت کو نہیں چاہئے کہ اپنی بہن کی طلاق طلب کر کے خود اس کی جگہ چلی جائے، کیونکہ اس کے لئے وہ ہے جو اس کی قسمت میں تھا“ صحیحین میں ہے کہ: ”عورت نکاح میں اپنی بہن (۱) کی طلاق بطور شرط نہ رکھے“ مسند امام احمد میں ہے: یہ حلال نہیں کہ ایک عورت کی طلاق دوسری کے نکاح کی شرط ہو“

(۱) یہاں بہن سے مراد حقیقی ہیں، کیونکہ ایک بہن کی موجودگی میں دوسری بہن کا عقد ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ بہن کے لفظ سے مراد یہ عورت ہے جیسا کہ آگے کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے (مترجم) محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## شغار

صحیح مسلم میں ہے: ”اسلام میں شغار نہیں“ شغار یہ ہے کہ بلا امر کے دو شخص ایک دوسرے کو اپنی اپنی لڑکیاں بیاہ دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کی روایت ہے کہ شغار یہ ہے کہ باہم ایک دوسرے سے کہیں کہ اپنی لڑکی مجھے دو اور میں اپنی تمہیں دیتا ہوں، اپنی بہن مجھے دو اور میں اپنی تمہیں دیتا ہوں“

## تحلیل (۱)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے محلل اور محللہ دونوں پر لعنت کی ہے“ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرمایا: ”مانگا ہوا اجرا محلل ہے، اللہ کی لعنت محللہ دونوں پر“

## نکاح محرم

صحیح مسلم میں ہے: ”حالات احرام میں محرم نہ اپنا نکاح کرے نہ دوسروں کا کرائے“

(۱) تحلیل ”یہ ہے کہ مطلقہ عورت سے اس لئے نکاح کیا جائے کہ وہ پھر اپنے قدیم شوہر کے لئے جائز ہو جائے۔ حالانکہ ایسا کرنا حرام ہے، قرآن میں ہے ”..... حتی تنکح زوجا غیرہ..... یعنی طلاق دینے والے کے لئے اس کی مطلقہ پھر جائز نہیں یہاں تک کہ دوسرے مرد کے نکاح میں جائے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ جب کبھی یہ دوسرا مرد طلاق دیدے تو پھر شوہر کے لئے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہو گا۔ مگر علماء سوء نے یہ حیلہ نکالا کہ رات بھر کے لئے مطلقہ کا نکاح دوسرے مرد سے کر دیتے ہیں اور وہ صبح طلاق دے دیتا ہے جس کے بعد وہ پہلے خاندان کی پھر بیوی بن جاتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ دوسرا عقد محض لفظی ہوتا ہے اور خلوت کی نوبت بھی نہیں آتی ظاہر ہے یہ تلاعب بالمدین کی بدترین صورت ہے مصر میں اس کا بہت رواج ہے خود بہت سے علماء ایسا کرتے ہیں، تحلیل کی باقاعدہ ”ایجنسیاں“ بنی ہوئی ہیں جن میں جامع ازہر کے بہت سے طلباء یہ پیشہ کرتے ہیں! ہندوستان میں بھی کم و بیش اس کا رواج موجود ہے، معلوم ہوا ہے نکاح کے ایک مشہور سن رسیدہ بیڑے نے اسی نیت سے اپنے ایک مرید کی مطلقہ سے نکاح کر لیا تھا، پھر جب دیکھا کہ وہ عورت خوبصورت ہے تو طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ غریب مرید سر پیت گروہ گیا۔ ”محلل“ اسے کہتے ہیں جو تحلیل کرتا ہے اور ”محللہ“ جس کے واسطے تحلیل کی جائے، یعنی مطلق اور مطلقہ۔ (مترجم)

## چار عورتوں سے زائد

ترمذی میں ہے کہ غیلان اسلام لایا تو اس کے پاس دس بیویاں تھیں، آنحضرت نے فرمایا ”چار رکھ کے باقی سب کو علیحدہ کر دو“  
 فیروز دیلی اسلام لایا تو اس کے تصرف میں دو بہنیں تھیں، فرمایا ”دونوں میں جسے چاہو رکھ لو“

آپ ﷺ نے نکاح میں عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی، خالہ اور لڑکی کے جمع کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

## زوجین میں سے اگر کوئی اسلام لے آئے

سنت نبوی ﷺ سے ثلاث نہیں کہ اگر زوجین میں سے ایک پہلے اسلام قبول کرے اور دوسرا بعد میں تو نکاح کی تجدید کی جائے یہ نہ آپ ﷺ سے ثلاث ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بلکہ آپ ﷺ کا عمل اس کے خلاف تحقیق ثلاث ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی زینبؓ کے واقعہ میں ہوا جو شروع بعثت میں اسلام لے آئی تھیں اور جن کے شوہر پورے ۱۸ سال بعد مشرف باسلام ہوئے۔ مگر آپ ﷺ نے بلا تجدید نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے حوالے کر دیا۔ بعض راویوں نے اس باب میں بھی ٹھوکر کھائی ہے اور کہہ دیا کہ دونوں کے اسلام کے مابین چھ سال کی مدت تھی حالانکہ یہ صریح غلطی ہے البتہ چھ سال کی مدت دونوں کی ہجرت کے مابین تھی۔

## بیویوں کے درمیان دنوں کی تقسیم

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سنت نبوی ﷺ یہ ہے کہ نکاح کے بعد شوہر کو ناکتھا کے پاس مسلسل سات دن رہنا چاہئے اور کتھا کے پاس تین دن، اس کے بعد اپنی بیویوں کے مابین دنوں کی تقسیم شروع کر دے۔

## نکاح میں کھو کی شرط

ترمذی کی روایت ہے: ”جب تمہیں کوئی ایسا شخص مل جائے جس کا دین اور اخلاق پسند کرتے ہو تو چاہئے اس سے نکاح کر دو، ایسا نہ کرو گے تو دنیا میں بڑا فتنہ و فساد پھیلے گا“  
بنی میاضہ سے فرمایا تھا: ابو ہند سے شادی میاہ کا رشتہ جوڑو“ حالانکہ وہ فصد کھولنے کا پیشہ کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی بہن حضرت زینب بنت عجل کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیا تھا جو آپ ﷺ کے غلام تھے۔ اسی طرح فاطمہ بنت قیس الغمریہ کا نکاح اسامہ بن زید سے کر دیا تھا جو آپ ﷺ کے غلام زادہ تھے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ عبد الرحمن بن عوف قرشی کی بہن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو میاہ دی تھی جو ایک زر خرید حبشی غلام تھے۔

## اگر عورت یا مرد میں عیب ہو؟

مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک غفاری عورت سے عقد کیا، جب خلوت میں گئے تو اس کے پہلو میں سفیدی نظر آئی، فوراً علیحدہ ہو گئے اور مہر میں سے کچھ واپس نہ لیا۔ مؤطا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ”جو کوئی ترغیب دلا کر کسی کا نکاح ایسی عورت سے کر اے جو مجنون ہو یا جذام یا برص کی بیماری میں مبتلا ہو تو خلوت ہو جانے کی صورت میں عورت کو مہر مل جائیگا اور مہر کی یہ رقم ترغیب دینے والے سے وصول کی جائیگی۔“

سنن ابو داؤد میں ہے: ”عبد یزید ابو رکانہ نے اپنی بیوی ام رکانہ کو طلاق دے دی اور قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے شادی کی“ عورت نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں شکایت کی: ”یا رسول اللہ ﷺ، اس کا میرے ساتھ تعلق ایسا ہے جیسے یہ بال! (اور اپنے سر کی ایک لٹ لے کر دکھائی) لہذا آپ ﷺ میرے اور اس کے درمیان جدائی

کرادیجئے“ آپ ﷺ نے اورکانہ سے فرمایا: ”طلاق دے دو“۔

ابن سیرین کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو تحصیلداری پر بھیجا، اس نے ایک عورت سے عقد کیا، اس شخص کے اولاد نہ ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تم نے عورت سے اپنا حال بتا دیا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ اسے بتاؤ اور اختیار دے دو رہے یا الگ ہو جائے۔“

## زن و شوہر کے مابین کام کی تقسیم

ابن حبیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین کام کاج کی تقسیم اس طرح کی تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر کا سب کام کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر کے باہر کا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (اپنے شوہر) کے گھر کا سب کام کیا کرتی تھی ان کے پاس ایک گھوڑا بھی تھا، میں اسے ملتی دلتی اور چارہ پانی دیا کرتی تھی، گھر میں ڈول سینتی تھی، پانی پلاتی تھی، اور تین فرسخ پر ان کے نخلستان سے کھجور کا بوجھ سر پر رکھ کے لایا کرتی تھی۔“

## فصل ۲

### طلاق کا بیان

#### طلاق الغضبان

حدیث میں ہے: ”غصہ میں طلاق نہیں ہوتی“ اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میری

امت کو اس کے دل کے خیالات میں معاف کیا ہے یہاں تک کہ منہ پر لائے یا عمل کرے“

اور فرمایا: ”عمل کا اعتبار نیت سے ہوتا ہے“ اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے اس کی بھول چوک اور غلطی معاف کر دی ہے نیز جو کام اس سے جبراً کر لیا جائے۔“

## حالت حیض میں طلاق

صحیحین میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا“ فرمایا: ”کو رجوع کر لیں، یہاں تک کہ پاک ہو، پھر حیض آئے اور پھر پاک ہو، اس کے بعد چاہئے رکھیں یا خلوت سے پہلے طلاق دیدیں، یہی وہ میعاد ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کی ہے“

مسند احمدؒ اور ابو داؤد و نسائی میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ”جب پاک ہو جائے خواہ طلاق دے دینا یا رکھ لینا“

## طلاق کے طریقے

طلاق کے چار طریقے ہیں دو حلال ہیں اور دو حرام۔

حلال طریقے یہ ہیں: ”حالت طہر میں بغیر خلوت کے طلاق دے یا حمل کے

اچھی طرح ظاہر ہونے کے بعد دے“

حرام طریقے یہ ہیں کہ: حالت حیض میں طلاق دے یا حالت طہر میں خلوت کے بعد“ یہ حکم ان عورتوں کے متعلق ہے جو تصرف میں آچکی ہوں، لیکن جن کے

ساتھ سرے سے خلوت ہی نہیں ہوئی، انہیں حالت حیض و ظہر ہر حال میں طلاق



دی جاسکتی ہے۔ قرآن میں ہے :

لا جناح عليكم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن او تفرضوا  
لهن فريضة (البقرة: ۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر ہاتھ لگانے یا سر مقرر کرنے سے پہلے عورتوں کو  
طلاق دے دو۔ اور فرمایا :

يا ايها الذين آمنوا اذا نكحتم المومنات ثم طلقتموهن من  
قبل ان تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعتدونها. (الاحزاب: ۴۹)  
”مومنو! جب عورتوں سے نکاح کرو اور اگر انہیں ہاتھ لگائے بغیر چھوڑ دو تو  
تمہیں حق نہیں کہ ان کو عدت ٹھاڑو اور گنتی پوری کرو۔ (یعنی ان پر کوئی  
عدت نہیں)۔“

## بیک دفعہ تین طلاق

آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک دفعہ تین طلاقیں  
دے دی ہیں۔ آپ ﷺ نہایت ناراض ہوئے اور فرمایا: ”میں ابھی تمہارے ماتین زندہ  
موجود ہوں اور لوگ کتاب اللہ سے کھیل کرنے لگے“

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعزیری حکم

مسلم کی روایت ہے: ”عمر نبوی ﷺ، خلافت صدیقی اور دو سال آغاز خلافت  
عمر رضی اللہ عنہ میں طلاق ایک ایک کر کے ہوتی تھی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
نے لوگوں کی حالت دیکھ کر کہا، انہوں نے اس معاملہ میں بڑی بے باکی اختیار کر رکھی  
ہے حالانکہ اس میں غور و فکر کا حکم دیا گیا تھا، ہم ایسی طلاق کو نافذ کئے دیتے ہیں۔ ایک اور  
روایت میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھا کہ بیک دفعہ تین طلاقیں

دینے میں بہت پیشقدمی کرنے لگے ہیں تو اس قسم کی طلاق کو نافذ (۱) کر دیا۔

## ایک وقت میں صرف ایک طلاق

مسند احمدؒ میں ہے: ”رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالیں، پھر بہت پشیمان ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی ”فرمایا ”تو نے کس طرح طلاق دی ہے؟“ کما تین طلاقیں۔ فرمایا ”ایک ہی مجلس میں“؟ ”کہا ہاں فرمایا ”تجھے ایک وقت میں صرف ایک ہی مرتبہ طلاق دینے کا اختیار تھا، جی چاہے رجوع کر لے“ انہوں نے رجوع کر لیا۔

## ایک اور تین طلاق کا واضح فرق

غور کرو حضور نے فرمایا ”صرف ایک مرتبہ طلاق دینے کا اختیار تھا“ یہ اس لئے کہ جو چیز یکے بعد دیگرے کرنے کی ہے اسے بیک دفعہ کر دینے کا اختیار نہیں۔ مثلاً لعان میں اگر کوئی ایک دفعہ اس طرح کہہ دے کہ میں چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کو حاضر کر کے کہتا ہوں کہ میں سچا ہوں، تو اس کا کہنا صرف ایک مرتبہ شمار ہوگا، چار مرتبہ نہ ہوگا۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ محض تعزیر کیا تھا جس کا امام کو حق ہے، تعزیری احکام ہمیشہ موقت ہوتے ہیں اور ضرورت کے رفع ہو جانے کے بعد قانون اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ تعجب ہے اصحاب فقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم لے کر بیٹھ گئے ہیں اور اب تک اسے نافذ کرتے ہیں حالانکہ اب اس کی ضرورت نہیں خصوصاً ہندوستان میں۔ علماء کا فرض ہے کہ طلاق جیسے اہم معاملہ میں کتاب اللہ کو قائم کریں اکثر ہوتا ہے کہ غصہ میں لوگوں کے منہ سے تین طلاقیں نکل جاتی ہیں، جس کے بعد سخت شرمندہ ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ سنت نبوی ﷺ دونوں ناطق ہیں کہ اس قسم کی طلاق بائن نہیں، لیکن ہمارے علماء فوراً زن و شوہر کو جدا کر دیتے ہیں اور اپنی تقلید کے چلتے سینکڑوں گھروں کی خرابی کا باعث بنتے ہیں۔ اگر علماء نہیں تو عام مسلمانوں کو چاہئے کہ کتاب اللہ پر عمل کریں اور حکم شرعی معلوم ہو جانے کے بعد مولویوں کے مقلدانہ فتوے کی پرواہ نہ کریں۔ (مترجم)

یا مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے بعد ۳۳-۳۳ مرتبہ سبحان اللہ وغیرہ کہنے کو فرمایا ہے، اگر کوئی اس طرح کہے کہ میں ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہوں تو کیا اس کا شمار ۳۳ مرتبہ ہو جائیگا۔ ظاہر ہے کہ نہیں۔

اسی طرح جب طلاق کے لئے یہ حکم ہے کہ تین زبانوں میں ایک ایک کر کے دی جائے تو ہیک دفعہ تین طلاقیں دے دینا تین پر محمول نہ کیا جائے گا، بلکہ اس کا حکم ایک طلاق کا ہوگا۔

## رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ

عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مومن عورت دعویٰ کرے کہ شوہر نے طلاق دے دی، پھر ایک شاہد عادل پیش کرے تو شوہر سے قسم لینا چاہیے، اگر قسم کھالے کہ طلاق نہیں دی تو عورت کا دعویٰ باطل ہو جائے گا، لیکن اگر قسم نہ کھائے تو اس کا یہ انکار ممنزلہ دوسرے گواہ کے ہو جائیگا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

## ظہار (۱)

کتب حدیث میں ہے کہ اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی خولہ بنت مالک سے ظہار کیا۔ خولہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بڑی دلیری سے گفتگو کی۔ کہنے لگیں کہ ”یا رسول اللہ! اوس نے مجھ سے اس وقت رشتہ جوڑا جب میں جوان اور خوبصورت تھی، اور ہر شخص میری طرف میلان رکھتا تھا۔ لیکن اب جبکہ بوڑھی ہو گئی اور پیٹ لولاد سے خالی ہو گیا تو مجھے اپنی ماں کی جگہ بتاتا ہے“ آنحضرت ﷺ نے سب قصہ سن کر فرمایا: تمہارے معاملہ میں میرے پاس کوئی حکم نہیں ہے“ اس پر وہ مایوس ہو کر کہنے لگیں ”الہی! اب تجھ سے میرا شکوہ! روایت ہے کہ خولہ نے یہ بھی کہا تھا کہ ”میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر باپ کے پاس رہیں گے، خراب ہو گئے، (۱) ظہار یہ ہے کہ شوہر عورت سے کہے تو میری ماں کی جگہ ہے۔

میرے پاس رہیں گے، بھوکے مر میں گے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ واقعہ بیان کرتی ہیں ”ستائش ہے اس اللہ تعالیٰ کے لئے جو سب کی صدائیں سنتا ہے، خولہ بنت ثعلبہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے خلوئہ کی شکایت لے کر آئی، میں گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھی تھی اور کچھ کچھ باتیں سن رہی تھی، اسی کے بارے میں آیت نازل ہوئی:

قد سمع الله قول التي تجادلک فی زوجها و تشتکی الی  
الله (المجادلة: ۱)

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی گفتگو سن لی جو اپنے پیغمبر ﷺ سے اپنے شوہر کے بارے میں عہد کرتی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اب تیرے شوہر کو ایک غلام آزاد کر کے کفارہ ادا کرنا چاہئے“ وہ کہنے لگی ”اتنی مقدرت نہیں“ فرمایا ”دو مہینے مسلسل روزے رکھے“ کہنے لگی ”بہت بوڑھا ہے“ فرمایا ”اچھا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے“ کہنے لگی ”اس کی بھی استطاعت نہیں“ فرمایا ”میں ایک ٹوکرا دے کر اس کی مدد کروں گا“ اس نے کہا ”میں بھی ایک ٹوکرا دے کر مدد کروں گی“ فرمایا ”شہلاش! جاؤ ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ اور اپنے لکن عم کے ساتھ رہنے سننے لگو۔“

## ایلا (۱)

خاری میں ہے کہ جس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی ٹانگ میں چوٹ آئی تھی، آپ ﷺ نے ازواج سے ایلاء کیا تھا۔ چنانچہ ۲۹ دن علیحدہ بالا خانہ میں رہنے کے بعد اترے اور گھر جانے لگے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے تو مہینہ بھر کا ایلاء کیا ہے۔ فرمایا: مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے“ قرآن میں ہے:

للذین یؤلون من نساءہم تربص اربعة اشهر ، فان فاءوا فان الله

(۱) ایلاء کے معنی یہ ہیں کہ انسان بیوی کے پاس ایک مہینہ نہانہ نہ جانے کا ارادہ کرے (حجرت)

غفور رحیم، و ان عزموا الطلاق فان الله سمیع علیم“  
(البقرة: ۲۲۶، ۲۲۷)

جو لوگ اپنی عورتوں سے ایلاء کریں، عورتیں چار مہینے انتظار کریں گی، جس کے بعد اگر شوہر رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کرنے والا ہے، لیکن اگر طلاق کا عزم کر لیں تو اللہ تعالیٰ سمیع و علیم ہے۔

### اولاد کا والدین کے مشابہ نہ ہونا

صحیحین میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی: ”یا رسول اللہ میری بیوی کے کالا لڑکا پیدا ہوا ہے“ اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ میرا نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں ”کہنے لگا ”ہیں“ کس رنگ کے ہیں؟“ کہا سرخ ہیں فرمایا ان میں کوئی بھورا چہ بھی ہے؟ کہا ایک ہے“ فرمایا ”تو یہ بھورا اونٹ کہاں سے آگیا؟“ کہنے لگا ”شاید نسل میں کوئی سیاہ اونٹ ہوگا جس پر پڑا ہے“ فرمایا: ”تو اسی طرح شاید تمہارے خاندان میں کوئی کالا آدمی ہوگا جس پر لڑکا پڑا ہے“

### طلاق کے بعد بچہ کس کے پاس رہے؟

ابو داؤد میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا بچہ ہے، میرا پیٹ اس کے لئے برتن تھا، میری چھاتی اسے سیراب کرتی تھی اور میری گود اس کے لئے گوارہ تھی، اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے“ فرمایا: جب تک تو دوسرا عقد نہ کرے اس کی زیادہ مستحق ہے۔“

حدیث میں ہے کہ ایک لڑکے کو آپ ﷺ نے اختیار دیا تھا کہ چاہے باپ کے پاس رہے، چاہے ماں کے پاس۔

## فصل ۳

### عورت کا نان نفقہ

#### عرف عام

عورت کو کتنا نان نفقہ دیا جائے؟ اس کے متعلق کوئی حکم وارد نہیں، بلکہ اسے عرف عام کے حوالہ کر دیا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ وفات سے چند ماہ پہلے جیدہ الوداع کے عظیم الشان مجمع میں فرمایا تھا: ”عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر لیا، اور اس کے نام پر اپنے لئے جائز کیا ہے، تمہارے ذمہ ان کا اچھا نان نفقہ ہے“ صحیحین میں ہے کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہندہ نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ ”ابو سفیان خلیل آدمی ہے اتنا خرچ نہیں دیتا کہ مجھے اور میری اولاد کے لئے کافی ہو، میں اس کی لاعلمی میں اس کے مال سے کچھ لے لیا کرتی ہوں“ فرمایا ”خیر خواہی کے ساتھ ضرورت بھر کالے لیا کرو“۔

#### نان نفقہ نہ ہو تو طلاق دیدو

دارقطنی کی روایت ہے کہ جس شخص کے پاس اپنی بیوی کے لئے نان نفقہ نہ ہو، رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ یہ ہے کہ طلاق دیدے ابو الزناد کی روایت ہے کہ میں نے سعید بن المسیب سے پوچھا: ”جس کے پاس نان نفقہ نہ ہو، کیا وہ اپنی بیوی سے جدا کر دیا جائیگا؟“ کہا ”ہاں“ کیا یہ سنت ﷺ ہے؟“ کہا ہاں یہ سنت ہے“

## طلاق بائن میں نفقہ

مسلم وغیرہ میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس کو جب ان کے شوہر نے طلاق بائن دیدی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں اس سے نان نفقہ اور گھر کا مطالبہ کیا، تو خود ان کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے نان اور گھر نہیں دلایا بلکہ انہیں مکتوم کے مکان میں جا کر عدت بیٹھنے کا حکم دیا (جو اندھے تھے اور انہیں دیکھ نہ سکتے تھے)۔

نسائی نے بھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قصہ روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”نفقہ اور گھر اس عورت کے لئے ہے جس کے شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہے۔ اس کی مصلحت قرآن میں یہ بتائی گئی ہے: لعل اللہ يحدث بعد ذلك امرا۔ (الطلاق: ۱) (شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد) یعنی طلاق کی ابتدائی آیت میں ہے کہ طلاق رجعی کی حالت میں نہ شوہر بیوی کو گھر سے نکالے اور نہ بیوی خود گھر سے نکلے کیونکہ شاید باہم صلح ہو جائے۔ اس سے ثلث ہوا کہ اگر طلاق بائن ہو جائے یا صلح کی کوئی امید باقی نہ رہے تو عورت گھر میں نہ رہے۔ یہی مذہب علماء سلف کا ہے۔

## نفقة الاقارب

ابوداؤد کی روایت ہے: ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا: کس سے سلوک کروں؟ فرمایا ”اپنی ماں سے، باپ سے، بہن سے بھائی سے، اپنے قریبی چچیرے بھائی (یا غلام) سے، یہ ایک حق ہے جس کا ادا کرنا واجب اور قرابتداری کا فرض ہے“ نسائی میں ہے: ”دینے والا ہاتھ اونچا ہے سب سے پہلے انہیں دو جن کا نفقہ تمہارے ذمہ ہے مثلاً تمہاری ماں، باپ، بھائی پھر وہ جو تمہیں زیادہ قریب ہیں“ ابو داؤد میں ہے: ”سب سے اچھا کھانا وہ ہے جو تمہاری اپنی کمائی کا ہو، تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے، لہذا دل کے چین کے ساتھ اپنی اولاد کا مال کھاؤ پیو۔“

## فصل ۴

### رضاعت

صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ولادت کی بنا پر جتنے رشتوں میں نکاح حرام ہے اتنے ہی رشتوں میں رضاعت کی بنا پر بھی حرام ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے خواہش کی گئی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کو زوجیت میں قبول کر لیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: ”وہ میرے لئے جائز نہیں کیونکہ میرے دودھ شریک بھائی کی لڑکی ہے، جو کچھ نسب سے حرام ہے وہی رضاعت سے بھی“ ابو داؤد میں ہے یہ رضاعت وہی معتبر ہے جو گوشت پیدا کرے اور بڑی بڑھائے“ (۱)۔

## فصل ۵

### عدت

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں عدت کو تفصیل سے بتایا ہے اور اس کی چار صورتیں قرار دی ہیں:

(۱) حاملہ کی عدت، وضع حمل ہے عام اس سے کہ اسے طلاق بائن دی گئی ہو، یار جعی یا اس کا شوہر فوت ہو گیا ہو۔ فرمایا:

و اولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن (الطلاق : ۴)

(۱) اس سے ثابت ہوا کہ رضاعت میں ایک دو قطرے ایک دو گھونٹ دودھ پینا معتبر نہیں جیسا کہ مہملا خیال کرتے ہیں



حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے، حتیٰ کہ اگر شوہر کے دفن سے پہلے ہی وضع حمل ہو جائے تو بھی عدت پوری ہوگی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فتویٰ موجب ہے۔

(۲) حیض والی مطلقہ کی عدت، تین طہر ہیں۔ فرمایا:

و المطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء (البقرة: ۲۲۸)  
طلاق والی عورتیں حیض تک انتظار کریں۔

(۳) اس مطلقہ کی عدت جسے حیض نہیں آتا (عام اس سے کہ یہ کم سنی کی وجہ سے ہو یا کبر سنی کی وجہ سے) تین مہینے ہے۔ فرمایا:

و اللاتی ینسن من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن  
ثلاثة اشھر واللاتی لم یحضن (الطلاق: ۴)  
جو عورتیں حیض سے مایوس ہیں اور جنہیں حیض نہیں آتا، ان کی عدت تین مہینے ہے۔

(۴) بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ فرمایا:

و الذین یتوفون منکم و ینذرون ازواجاً یتربصن بانفسهن اربعة  
اشھر و عشرا (البقرة: ۲۳۴)

جن عورتوں کے شوہر مر جائیں وہ چار مہینے اور دس دن انتظار کریں۔

یہ حکم ان بیوہوں کا ہے جو حاملہ نہ ہوں، کیونکہ حاملہ کا حکم دوسرا ہے، جس کی عدت بھر حال وضع حمل ہے، عام اس سے کہ وضع حمل عدت کے اندر ہو جائے یا بعد تک قائم رہے۔

## باب ۶

### حفظ صحت اور حالت مرض

#### اقسام مرض

مرض دو قسم کا ہوتا ہے! مرض قلب اور مرض بدن۔ قرآن میں ان دونوں قسموں کے بڑے بڑے امراض اور طرق علاج کی طرف اشارے موجود ہیں۔

قلب کی بیماریوں کا علاج صرف انبیاء کے پاس ہے، وہی طبیب روحانی ہیں اور انہیں کے علاج سے شفا ہو سکتی ہے۔ عوارض جسم کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم ان عوارض کی ہے جو فطری ہیں اور ان کا علاج بھی فطرت کے ہر ذی روح کو سکھا دیا ہے، مثلاً بھوک، پیاس، گرمی، سردی وغیرہ۔ دوسری قسم ایسے عوارض کی ہے جو اسباب خارجیہ سے لاحق ہو جاتے ہیں اور ان کے علاج میں غور و فکر اور علم کی ضرورت ہوتی ہے۔

#### علاج کی تلقین

صحیح مسلم میں ہے: ”ہر بیماری کے لئے دوا ہے اگر دوا لگ گئی تو مریض حکم الہی سے شفا پا جاتا ہے“ تلقین میں ہے: اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری کہ جس کی دوا بھی نہ اتاری ہو“

مسند میں اسامہ بن شریک کی روایت ہے کہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ بدو آئے اور پوچھنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمیں علاج کرنا چاہئے؟ فرمایا ”ہاں، اللہ تعالیٰ کے ہمدو! دوا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں

اتاری جس کی دوا بھی نہ اتاری ہو، بجز ایک بیماری کے جس کی کوئی دوا نہیں

”کہنے لگے وہ کون سی بیماری ہے فرمایا ”بڑھاپا“۔

ایک حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری کہ جس کی دوا بھی نہ اتاری ہو، جسے معلوم ہو گئی۔ معلوم ہو گئی، جسے نہ معلوم ہوئی، نہ معلوم ہوئی۔

## علاج بھی تقدیر الہی ہے

سنن میں ابو خزائمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: آپ ﷺ کی رائے، جھاڑ پھونک، دوا، اور بیماری سے بچنے کی دوسری تدبیروں کے بارے میں کیا ہے؟ کیا ان سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر ٹل سکتی ہے؟ فرمایا یہ بھی اللہ کی تقدیر ہے، روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک بیمار کی عیادت کو تشریف لے گئے اور فرمایا ”کسی طبیب کو بلاؤ“ ایک شخص کہنے لگا ”اور آپ ﷺ بھی یا رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں!“ فرمایا ”ہاں اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری کہ جس کی دوا بھی نہ اتاری ہو“

ان احادیث سے اسباب و مسببات کا ثبوت ہوتا ہے اور ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو علاج معالجہ کو برا کہتے ہیں۔

## بہترین طبیب سے علاج کرانا چاہئے

موطا میں فرید بن اسلم کی روایت ہے کہ ایک شخص زخمی ہو گیا اور خون اندر بند ہو گیا۔ آپ ﷺ نے بنی انمار کے دو شخصوں کو طلب کیا اور بغور دیکھ کر فرمانے لگے ”تم میں زیادہ طب کون جانتا ہے؟“ ایک شخص عرض کرنے لگا ”کیا طب سے بھی کچھ فائدہ ہوتا ہے؟“ فرمایا ”ہاں، جس نے بیماری اتاری ہے اسی نے دوا بھی اتاری ہے۔“

## امراض معدیہ سے تحفظ

صحیح مسلم میں ہے کہ وفد ثقیف میں ایک مجزوم بھی آیا تھا۔ آپ ﷺ اس سے نہیں ملے بلکہ کھلا بھیجا: ”لوٹ جاؤ ہم نے تمہاری بیعت قبول کر لی“  
 بخاری میں ہے: ”جذامیوں کی طرف تکلفی باندھ کر نہ دیکھا کرو“ (۱)  
 صحیحین میں ہے: ”ہمارے تندرستوں میں نہ داخل ہو“ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جذامی سے ایک یاد و نیزہ کی مسافت سے گفتگو کرو“ (۲)

## نیم حکیم

سنن ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ میں ہے: ”جس شخص کا طبیب ہونا مشہور نہ ہو، اور لوگوں کا علاج معالجہ شروع کر دے تو وہ ہماری کی زندگی کا ذمہ دار ہے“ اس سے معلوم ہوا کہ غیر طبیب کا علاج نہ کرنا چاہئے اور اگر کرے تو نقصان کی صورت میں ذمہ داری اسی کے سر ہوگی۔

## بد ہضمی

مسند وغیرہ میں ہے: ”جو ظرف انسان بھرتا ہے اس میں سب سے برا ظرف پیٹ ہے، ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں، اور اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو اس طرح کھائے کہ ایک ٹکٹ پیٹ کھانے کے لئے ایک ٹکٹ پانی کے لئے اور ایک ٹکٹ سانس کے لئے رکھے“

## اپریشن

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک

- (۱) کیونکہ ایسا کرنے سے طبیعت میں مرض قبول کر لینے کی صلاحیت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے (مترجم)
- (۲) یہ تو سنت نبوی ﷺ ہے لیکن ہم مسلمانوں کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ متعدی امراض سے نہیں بچے اور جو کوئی بچے اسے مطعون کرتے ہیں کلمہ بیعت الایمان ہے۔ (مترجم)۔

شخص کی عیادت کو گیا جس کی پیٹھ پر درم آگیا تھا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس کی پیٹھ میں بوڑی ہے، فرمایا: ”چاک کر ڈالو“ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ اس وقت تک وہاں موجود رہے، جب تک عمل جراحی پورا نہ ہو گیا۔“

## بیمار کو کھانے کے لئے نہ مجبور کرنا

ترمذی میں ہے: ”بیماروں کو کھانے پینے پر مجبور نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں کھلاتا پلاتا ہے“ بعض اطباء کا قول ہے کہ یہ حدیث نبوی ﷺ فوائد طیبہ سے لبریز ہے، کیونکہ بیمار جب کھانے پینے سے منہ موڑ لیتا ہے تو اس کے کئی اسباب ہوتے ہیں، یا تو طبیعت، مرض کے ازالہ میں مصروف ہوتی ہے، یا حرارت غریزی کے کم ہو جانے سے رغبت نہیں ہوتی، یا اسی طرح کا اور کوئی سبب ہوتا ہے، غرضیکہ ہر حال میں یہی اولیٰ ہے کہ بیمار کو کھانے پینے پر مجبور نہ کیا جائے، الا اتنا کھانا پینا جو طیب کی رائے میں ضروری ہو۔

## بیمار کا دل

لن ماجہ میں ہے: جب بیمار کی عیادت کو جاؤ تو اسے زیادہ زندہ رہنے کی امید دلاؤ، اس سے کچھ نہیں ہوتا، لیکن بیمار کا دل خوش ہو جاتا ہے“ یہ علاج کا ایک بہترین طریقہ ہے۔ بہت سے مریض بلا دوا کے محض دل بہلانے کی وجہ سے اچھے ہو گئے۔

## حرام سے علاج نہ کیا جائے

رسول اللہ ﷺ نے حرام چیز دوا میں دینے سے منع کیا ہے۔ شراب کے متعلق آپ ﷺ سے سوال کیا گیا، فرمایا: ”وہ دوا نہیں، خود بیماری ہے“ (کتب سنن اور) ناری میں ہے: ”جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کر دی ہیں ان میں تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی۔“

## خاتمة الكتاب

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا وجود مبارک ”حیات طیبہ“ کا کامل نمونہ تھا۔ آپ ﷺ مادی اور روحانی صلاح و سعادت کے اصول و قواعد اپنے ساتھ لائے جو بعینہ قرآنی اصول تھے، جن کی پیروی و پابندی سے سلف صالح، ترقی و تمدن عظمت و شوکت کی معراج تک پہنچے، اور جن کے ترک و ہجران نے مسلمانوں کو اس بلندی سے اس پستی میں لا کر لیا اور جہانگیری و جہانبانی کے بدلے اغیار کا محکوم و غلام بنا دیا!

### مسلمانوں کی پستی کی وجہ

آج مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں پست ہیں حتیٰ کہ مذہب اور مذہبی تعلیم میں بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ وہ ایسی کتابوں کی درس و تدریس میں مشغول ہیں جنہوں نے انہیں قرآن سے دور لے جا ڈالا ہے۔ اب کتاب اللہ کی تلاوت، ہدایت و عمل کے لئے نہیں، صرف تبرک کے لئے رہ گئی ہے۔ حالانکہ اگر ہماری مشغولیت قرآن میں ویسی ہی ہوتی جیسی سلف صالح کی تھی تو آج یہ حالت نہ ہوتی کہ ہم پست ہیں اور غیر بلند۔ کاش ہم جانتے کہ اغیار کی یہ تمام ترقی و سر بلندی انہی اصولوں کی پابندی کی بدولت ہے جو قرآن ہمارے لئے لایا تھا، مگر ہم نے ان سے روگردانی کی اور اغیار نے باوجود کافر ہونے کے ان کا خیر مقدم کیا اور تمام دنیا پر چھا گئے!

### مسلمانوں اور اغیار کا موازنہ

ایک لمحہ کے لئے ہم اپنے اور ان کے مابین موازنہ کر کے دیکھیں کہ ہم اپنی مذہبی درسگاہوں میں کیا کرتے ہیں اور وہ اپنی دنیاوی زندگی میں کس نچ پر چل رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ موازنہ نہایت حسرتناک ہو گا مگر کیا عجب ہے کہ حسرت موجب محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عبرت ہو۔ مسلمانو! ذرا دیکھو، غور کرو اور عبرت حاصل کرو!

## ہمارا علم اور ہمارا فلسفہ

ہم اب تک ”ضرب زید عمرو“ عمرو کو زید سے پٹوانے میں مصروف ہیں اور اغیار صنعت و حرفت، تجارت اور ایجادات و اکتشافات کے سر کرنے میں منہمک ہیں!..... ہم ”جمع الجوامع“ اور ”ابن حاجب“ جیسی کتابوں کے رموز و غوامض کی تحلیل میں پڑے ہیں اور وہ اجسام کو بسیط عناصر میں تحلیل کرنے اور اعضا کے اعمال و وظائف معلوم کرنے میں لگے ہوئے ہیں!.....!

ہم منطق کے خیالی گھوڑے دوڑاتے پھرتے ہیں اور صغریٰ و کبریٰ کو کج فکر میں حیران و سرگرداں ہیں، لیکن وہ اقتصادی انجنین بنانے اور خیرات خانے قائم کرنے میں کوشاں ہیں!

ہم اپنے خیالی مقدمات سے نتائج نکالنے کی ادھیڑ پن میں پڑے ہیں، اور وہ سمندروں سے موتی اور مرجان نکالنے اور زمین سے سونا اور جواہرات اگلوانے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں۔

## ہمارا صرفی نحوی

ہم ”تابع شرأ“ اور ”معدیکرب“ کی ترکیب میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور وہ ادویہ و ماکولات و مشروبات کی ترکیب میں مصروف ہیں، برقی تار کے جال پھیلاتے ہیں، توپیں قلعوں پر چڑھاتے ہیں، ریل کی پٹریاں چھاتے ہیں!۔

## اغیار کی سائنس

ہم استعاروں اور کنایوں کے بنانے میں پریشان ہیں اور ”رایت فی الحمام اسدا“ (میں نے حمام میں شیر دیکھا) کے سے ہزار سالہ پامال استعاروں پر سر دھندتے ہیں؛

لیکن وہ جہاز بناتے ہیں، سمندروں کو طے کرتے ہیں، پانی نلوں میں زمین سے آسمان تک لے جاتے ہیں، مچلی کو تاروں پر دوڑاتے ہیں، اور خشکی اور تری کو ایک کر رہے ہیں.....!

ہم ابھی تک اس بحث سے فارغ نہیں ہوئے کہ جانور کی کھال اور بال طاہر ہیں یا نجس، لیکن وہ انہیں درست کرتے اور ان سے دولت پیدا کر رہے ہیں!

صفات الہی کی انتہائی تحقیق ہم نے یہ کی کہ قدیم ہیں، ازلی ہیں، قائم بالذات ہیں، اگر ہماری آنکھوں کا پردہ اٹھ جائے تو انہیں دیکھ لیں ”لیکن وہ ان کی تحقیق الفاظ سے نہیں، عمل سے کرتے ہیں، وہ انسانی و حیوانی و نباتی اجسام کے عجائبات سے پردہ اٹھاتے اور قوانین الہی و سنن فطریہ کے راز فاش کرتے ہیں.....!“

## غیر مسلموں کی رفعت پرواز

ہمارے علوم و فنون کی سرحدیں لفظی مجادلات سے آگے نہیں بڑھتی، انہیں عمل سے کوئی تعلق نہیں، تزکیہ نفس اور اصلاح اجتماعی کا اس دفتر پارینہ میں ایک نسخہ بھی موجود نہیں، لیکن ایک وہ ہیں کہ آسمانوں پر اڑے، زمین کے اندر پہنچے، پانی اور ہوا پر سوار ہوئے، قدرت کے خزانوں پر قابض ہوئے، ہر چیز کے مالک بنے، حتیٰ کہ ہمارے سر بھی نیچے کردئے اور اپنی غلامی کا بھاری جو ہماری گردن پر رکھ دیا.....!

یہ ہے ہماری حالت اور یہ ہے ان کی حالت، پھر صحیح موازنہ کیونکر ہو:

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون، انما يتذكر  
اولو الالباب (الزمر: ۹)

پوچھو، کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔

## مسلم واعظ کو ربصری

لیکن باس ہمہ ہمارا واعظ انتہائی ادعا و نخوت کے ساتھ منبر پر کھڑا ہوتا ہے اور غایت درجہ بے حیائی سے پکارتا ہے:



(الدنيا مسجن المومن و جنة الكافر)

دنیا مومن کا فید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

یہ کہہ کر وہ مسلمانوں کو اور بھی ترقی و تہن سے دور کر دیتا ہے، کیونکہ اس کے زعم میں دنیا کو آخرت سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اس کے پاس آخرت کا پروگرام کیا ہے؟ وہ اسے یوں بیان کرتا ہے:

”من صام ثلاثة ايام من رجب غفرت ذنوبه ولو كانت مثل زبد البحر و ادخل الجنة بغير حساب واعطى ما لم يحصه الا الله من نعيمه“

جس نے رجب کے تین روزے رکھ لئے اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے اگرچہ بحرِ ذخائر کی مانند ہوں، بغیر کسی حساب کے جنت میں پہنچا دیا گیا، اور اتنی نعمتوں سے شاد کام ہوا جن کا اندازہ جزا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا!

اور کہتا ہے: ”شہادت کا اقرار کرتا ہے اگرچہ عمل نہ کرے، امت محمد ﷺ یہ میں ہیں اور امت محمدیہ کے لئے ہمیشہ خوشخبری ہے!“ اور کہتا ہے: ”نبی ﷺ قیامت میں گنہگاروں کی شفاعت کریں گئے، سخت سے سخت مجرم و خاطی جنت میں جا سکتا ہے، اور زیادہ سے زیادہ نیک کردار اور فرمانبردار دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جا سکتا ہے“

غرضیکہ یہ اور اسی قسم کی تعلیمات ہی ”جو احساس کو مارتیں، بزدلی، سستی، بد نظمی پھیلاتیں، ہیبت الہی کو زائل کرتی“ الہی وعدوں کو مشتبہ بناتیں اور مذہب مذہبیت کو بے قیمت کر کے ڈال دیتی ہیں۔

## افسوسناک حال کی ذمہ داری

اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان صرف دعوائے اسلام کو کافی سمجھتا ہے، عمل کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتا، بلکہ اکثر مسلمان تو اسلامی تعلیمات پر مطلقاً چلتے نہیں، لیکن اس پر

بھی اسلام کے مدعی ہیں " اصل یہ ہے کہ اسلام برائے نام رہ گیا ہے اور مبلمان صرف مردم شماری کے رجسٹروں میں ملتے ہیں۔ اس افسوسناک حالت کی تمام تر ذمہ داری انہیں بد نما اور شرمناک تعلیمات پر ہے جو ہمارے واعظوں اور ملاؤں سے نکل کر مسلمانوں کے دلوں میں گمراہی کا گھر بناتی ہیں۔

## کیا دنیا واقعی مومن کا قید خانہ ہے؟

ہمارے واعظ سن کر داناوپینا، انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے اس وسیع دنیا کو صرف کافروں کے لئے مخصوص کر دیا ہے کہ عیش کریں اور سر بلندی حاصل کریں اور مومن کے لئے اسے قید خانہ بنا دیا ہے کہ ذلت و خواری محرومی و نامرادی، عبودیت و غلامی کے ساتھ اس میں پڑا زندگی کے دن پورے کرتا رہے؟ کیا مومن کے خلق کرنے سے اس حکیم و برتر کافشاء صرف اس قدر ہے کہ گلے میں تسبیح ڈالے کسی مسجد یا خانقاہ میں بیٹھا چٹائی توڑا کرے؟ گویا جنت صرف کابلوں، عافلوں، اور غلاموں کے لئے ہے، اور گویا اسلام ذلت و مسکنت، لاچاری و بے چارگی، غلامی و خواری کا مجموعہ ہے۔

## اسلام حکومت و سلطنت کا مذہب ہے

حالانکہ اگر دیدہ بھیرت و اہوتا تو ہمارے واعظوں کو معلوم ہوتا کہ اسلام، عمل و نشاط، دولت و ثروت، جاہ جلال، حکومت و سلطنت کا مذہب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مومن کو دنیا میں قید اور ذلیل و خوار ہونے کے لئے پیدا کیا ہے تو آخرت میں عزت و سعادت کس بناء پر بخشے گا؟ کیا آخرت کی سرخروئی، دنیا کی روسیاهی کا معاوضہ ہو سکتی ہے؟ کیا آخرت اسی دنیا کا نتیجہ نہ ہوگی؟ کیا نجات و سعادت کا مدار عمل پر نہیں ہے؟ کیا جنت ان روسیاهوں کو بھی مل جائیگی جن کے کیسہ میں بجز دعوائے اسلام اور فسق و فجور کے کچھ نہیں؟ کیا جنت ایسی پڑی لٹہ رہی ہے کہ ہر کس و نا کس اس پر قابض ہو جائے گا؟

اگر یہ خیال ہے تو یہ کفر ہے، ضلالت ہے۔ جنت و آخرت، اجر و ثواب کا دوسرا نام ہے۔ جنت و آخرت، عمل اور صفر عمل کا نتیجہ اور معاوضہ ہے: ”جزاء وفاقاً“ (النزعت: ۲۶) (پورا پورا معاوضہ) اور فرمایا:

”و من كان في هذه اعمى فهو في الاخرة اعمى و اضل سبيلاً“  
(بنی اسرائیل: ۷۲)۔

جو اس دنیا میں اندھا ہے، وہ آخرت میں بھی اندھا ہے بلکہ اور بھی زیادہ گم کردہ راہ۔

اندھا کون ہے روہ جسے گمراہی نے دین و دنیا سے غافل کر دیا ہے، جسے بزدلی اور جھوٹی آرزوؤں نے اعلاء کلمۃ اللہ اور خدمت امت و وطن سے بٹھا دیا ہے۔ جو قوم اس دنیا میں ذلت و خواری پر قانع ہے، اور عبودیت و مسکنت میں زندگی بسر کرتا ہے، ضرور ہے کہ آخرت میں بھی اسی حال پر رہے، بھڑکتی ہوئی جنم میں گرے، جنت کی جھلک تک نہ دیکھے، کیونکہ وہ کافر ہے، مومن نہیں۔

## مومنین کی صفات

مسلمان آنکھیں کھولیں، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی پر غور کریں اور سنیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات کیا بتائی ہیں۔ فرمایا:

انما المومنون الذين امنوا بالله و رسوله ثم لم يرتابوا و جاهدوا  
باموالهم و انفسهم في سبيل الله اولئك هم  
الصادقون. (الحجرات)

مومن صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر شک میں نہیں پڑے، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں۔

من عمل صالحا من ذكر او انثى و هو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة  
و لنجزينهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون: (النحل: ۹۷).  
حالت ایمان میں جو کوئی مرد یا عورت اچھے عمل کریگا ہم اسے اچھی زندگی  
بخشیں گے اور ان کے بہترین اعمال کے حساب سے ان کو بدلہ دیں گے۔  
اور فرمایا:

قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق،  
قل هي للذين آمنوا في الحياة الدنيا خالصة يوم القيامة كذلك  
نفصل الايات لقوم يعلمون (الاعراف: ۳۲).

اے پیغمبر پوچھو کہ اللہ کی زینت کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے بنایا اور  
اچھے رزق کو کس نے حرام کر دیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ سب مومنوں کے لئے دنیا  
کی زندگی میں اور باطل انہیں کے لئے قیامت کے دن ہے، ہوشمندوں کے  
لئے ہم اس طرح نشانیاں کھولتے ہیں۔  
اور فرمایا:

ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا (النساء: ۱۴)  
اللہ تعالیٰ مومنوں پر کافروں کو ہرگز کوئی راہ نہ دیگا۔

و سخر لكم ما فى السموات و ما فى الارض جميعا منه ان فى  
ذلك لآيات لقوم يتفكرون. (الجاثية: ۱۳).  
آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیا ہے،  
اس میں غور کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔  
اور فرمایا:

و لله العزة و لرسوله و للمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون.  
(المنافقون: ۸).

غلبہ و شوکت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے لئے اور مومنوں کے لئے لیکن منافق نہیں سمجھتے۔  
اور فرمایا:

وعد الله الذين آمنوا منكم و عملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم، وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا، يعبدونني لايشركون بي شيئا، ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون (النور: ۵۵)  
تم میں جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ کا ان سے وعدہ ہے کہ انہیں ضرور زمین کا وارث بنا دینگا ٹھیک اس طرح جس طرح ان سے پہلوں کو بنایا تھا، اور ضرور ان کے لئے اس دین کو محکم و قائم کر دینگے جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور ضرور خوف کو امن امان سے بدل دینگا، اس کے بعد بھی جو کفر کرے، بلاشبہ فاسق ہے۔

### انتباہ

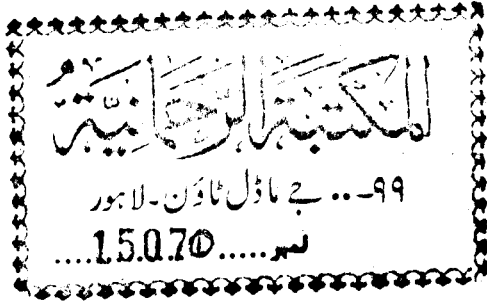
اے غافل قوم! دیکھ یہ ہیں مومنوں کی علامتیں، نہ وہ جو تجھ میں پائی جاتی ہیں کہ زندگی اور زندگی کے مصالحوں اور مفاسد سے بے خبر ہے، علوم و فنون سے جاہل ہے، غلامی کے لعنتی طوق گلے میں ڈالے ہے، ”مغضوب علیہم اور الضالین کی سی بیہمانہ زندگی بسر کر رہی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ تیرے مردہ جسم میں زندگی کا خون دوڑے، رگ حمیت کو جنبش ہو، عمل کی طرف رغبت ہو، آزادی کا جذبہ جاگے، اور شوق شہادت دلوں کو بے تاب کر دے.....!

ربنا اننا سمعنا مناديا ينادي للايمان ان آمنوا بربكم ، فآمنا

ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و كفر عنا سيئاتنا و توفنا مع الابرار (ال

عمران: ۱۹۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



# مختصر الترغيب والترهيب

تصنيف: شيخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

ترجمہ: محمد خالد سیف، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد

محدثین کرامؒ نے سرمایہ حدیث کی حفاظت کیلئے جہاں دیگر بیشمار موضوعات پر کتب مرتب فرمائیں، وہاں انہوں نے ترغیب و ترہیب متعلق احادیث کی جمع و ترتیب کا فرض سر انجام دیا۔ ان احادیث نبویہ میں انسان کے دل میں اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کا شوق پیدا کیا گیا ہے نیز بُرے اعمال اخلاق سے بچنے کی تلقین کی گئی، ان کے انجام سے ڈرایا گیا اور آخرت میں ان کی سزا بیان کی گئی ہے۔

اس موضوع پر لکھی گئی کتب میں سب سے زیادہ مشہور کتاب امام حافظ عبدالعظیم منذریؒ کی الترغیب والترہیب ہے۔ بلند پایہ محدث اور صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کتاب کا اختصار کیا ہے، ضعیف اور مُکَرَّر روایات کو حذف کر کے صرف اہم احادیث پر اکتفا کیا جو سند اور متن کے اعتبار سے قوی اور صحیح ترین ہیں جسکی وجہ سے یہ اپنے موضوع کی ایک لطیف اور حسین کتاب ہے۔ اس کتاب کا اردو زبان میں پہلی بار سلیس اور شگفتہ ترجمہ پیش خدمت ہے، مطالعہ فرمائیے اور دل کی دنیا آباد کیجئے ”عنقریب زیور طباعت سے آراستہ کی جا رہی ہے“

تَظِيْرُ الدَّعْوَةِ إِلَى الْفَلَاحِ وَالسُّنَّةِ

رابطہ کے لئے: